

U2611 . P - 12-1-10

Title - VAZEED NAAMA; WAQSIYA KARWALA BT KE BAAD
BAHI UMMAHA KE AKHIRI BASHAH TAK KA TAREKH
TAKRIR .

Location - Hargat Khwaja Haseen Winghami Delhi .

Subject - Billi Printing works (Delhi) .

Date - 1925 .

Pages - 144

Signatures -

192
2592
9411

M.A. LIBRARY, A.M.U.



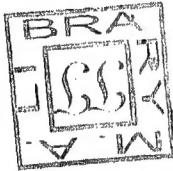
U2611

اسلامی تاریخ کا تیسرا حصہ

یزید نامہ

(۱)

واقعہ کربلا کے بعد سے بنی امیہ کے آخری بادشاہ تک



تاریخی تذکرہ

از

مُصَوِّفِ طَرِقت حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی مدظلہ

اکتوبر ۱۹۲۵ء میں پانچویں بار

ابن عربی کا رکن حلقہ مشائخ دہلی

نے چھپوا کر شائع کیا

مطبوعہ

دینی پرنٹنگ و پبلشنگ ہاؤس

قیمت پندرہ

طبع پنجم

اسلامی تاریخ

میلادنامہ

اسلامی تاریخ کا پہلا حصہ ہے۔ ایک سو چھتیس^{۲۲} صفحے ہیں، لکھائی چھپائی عمدہ ہے کاغذ سفید اور چمکا ہے، پارچہ دفعہ چھپا ہے، یہ اشتہار پانچویں ایڈیشن کا ہے + ایک ہی کتاب کے اندر دوسرے میں پہلا حصہ ۵۸ صفحے کا ہے جبکہ اندر حسب ذیل بیانات ہیں: میلاد شریف کی فضیلت اور حسیاتہ۔ ہمیں محفل میلاد کے ادب کرنے کی خبریاں اور سبہ احتیاط کی بڑائیاں ہیں اور اسکے لیے نہایت مؤثر حکایات لکھی گئی ہیں پھر دوسرے بیان میں صاحب میلاد کے بزرگوں اور والد و دادا کا بیان ہے پھر تیسرا بیان ولادت آنحضرت کا ہے جو ایسا مؤثر ہے کہ تمام محفل میلاد میں دق و ثقیل پیدا ہو جاتا ہے، نثر میں بھی اور نظم میں بھی اس بیان میں ولادت سے لیکر عراقی تک حالات ہیں، بچپن کی پوری کیفیت بھی ہے اور عراقی کی بھی، یہاں تک کہ پہلی شادی تک کا ذکر ہے اسکے بعد یہ حصہ ختم ہو جاتا ہے اور دوسرا حصہ رسول مبعی شروع ہوتا ہے، جس میں کتب قدیم کی بشارتیں اور مشین گریاں ہیں اور ذکر مروج ہے اور نبی ہاشم اور حضرت ابوطالب کی امداد کا حال ہے اور غریب مسلمانوں پر رحم حضرت حمزہ کا اسلام حضرت عمر کا مسلمان ہونا مسلمانوں کا بایں کاٹ۔ مدینہ کی ہجرت۔ جہاد کا پہلا سیف جھنڈا۔ بدر کی لڑائی بہرہ دیو سے لڑائی۔ احد کی لڑائی، علی کی ماں رسول کی ماں حضرت عائشہ پر تہمت۔ خندق کی لڑائی، بیچ بڑھ کا حملہ تکمہ آخری بیان دستورِ سیرت۔ لباس، کھانا، روزمرہ کی عادت وغیرہ کا بیان ہے قیمت علم

محرمانہ

ایک سو تینتیس صفحہ کی کتاب ہے، چوتھا ایڈیشن ہے، لکھائی چھپائی صاف ہے کاغذ گھٹیا ہے، اور حسب ذیل بیانات ہیں، وفات رسول صلعم اور خلافت کا جھگڑا۔ حدیث قرطاس کی بحث۔ حضرت ابو بکر کی خلافت۔ حضرت عمر کی خلافت۔ حضرت عثمان اور حضرت علیؓ کی خلافتیں۔ اور تمام جھگڑوں کی تفصیل، شروع اسلام کے چھ شہید حضرت عثمانؓ کی شہادت۔ حضرت علیؓ کی شہادت۔ حضرت امام حسنؓ کی شہادت۔ جبل اور صفین کی لڑائیوں کا پورا بیان۔ خارجیوں کا خروج۔ حکومت اسلام کی پہلی بدعت۔ یزید کی تخت نشینی۔ حضرت مسلمؓ کی شہادت۔ ان کے دو بچوں کی شہادت۔ حضرت امام حسینؓ کا سفر کوفہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت اور

یا حسین

ہوا گل

URDU STACK

ترید نامہ

۲۹۶
۲۶۶۲
۲۶۱۱

حصہ دوم

محمد مر نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظہر الجلال والجمال فی الف لام میم

حمد کا بحر

سبحان ربی الاعلیٰ ذی شان تو تعالیٰ سبحان ربی العظیم انہی وادی قدیم رقم ساجد۔
راقم ساجد۔ قلم سرٹیکے ہوئے مسطور پیشانی جھکا ہونے معبود کی عبادت۔ عابد کی سعادت حمد
میں حمد بجا لاؤں یا حمد کو سجدوں میں جھکاؤں۔ زبان جسم اور قلم ظاہر کی شان سنو گے یا نہ مخفی کے
وقت والی اصطلاحوں کی سماعت کا خیال ہے۔ بندہ کو یہ بھی آتا ہے اور اس میں ہی کمال ہے
حمد سجدہ کرے گی تو سبحان ربی الاعلیٰ انہیں کچھ اور کلے زبان پر لا ئیگی۔ رب اعلیٰ تو بہت شایا
سبحان بھی بیشمار انسانوں کے فوکے زبان رہا۔ اتنے تھے جمال کو جلال سے خیر کو شر سے ہر کو فہرست
فوکے خشک سے۔ دن کو رات سے۔ سردی کو گرمی سے ٹکرا ٹکرا کر ایک نیا پردہ تاسوت بنایا
ہے اور میں برقی اختر اور فکی رنگت میرزاں کی ہیں اس نمود جدید کی زبان بھی پر آن بھی نئی ہواں بھی

نہی ہے۔ تیر بھی نرا ہے۔ بلے بھی تو کھسے ہیں تو بچوں کی حد کی گنگو بھی نہی و متنازع ہوئی چاہئے۔
 بوندیاں خاک پر ایسے۔ سبزیاں آنکھیں ملتی ہوئی مٹی سے باہر نکلیں بود خشک تھی وہ نابود
 ہوئی دوسری بود ہری دوسرے بنکر منظر شوہر پر اہرائی۔ تھے کہا میں خزانہ مخفی تھا۔ کہا سہ کی
 رنگ میں یہ فعل سہائی ہے۔ اپنی نظر دوسروں کے دیدہ میں لگائی جو دید کی بساط فرش خاک پر
 چھائی کی بچاری تھی کو گھاس کی گوبیلوں نے پھونکس مار مار کر کجیر دیا۔ دریا زمین کی چھائی چھائی
 ہوئے پہننے لگے۔ پہاڑ پاؤں جاکر کھڑے ہو گئے۔ ہوا خلا کے سکون میں خلل انداز ہو چکی
 جیوان رکوع و سجود کرتے ہوئے نقل حرکت کرنے لگے تو انسان کا پردہ اٹھایا وہ بچارہ
 اس عجیب تہ سے پہلے کچھ ڈرا کچھ گھبرا یا پھر خیر نہیں تھے کیا کال میں کہدیا کہ انگریزائی بیکر
 ہوشیار ہوا اور رہنما اخلاقت ہلکا باطل کہہ کر سید وانی آلا روض پکارنے لگا۔
 آدم وادین۔ نوح و ابراہیم موسیٰ و عیسیٰ کے بتلوں میں اسی مخفی خزانہ کے نورخانہ
 نے منشا میں ڈالیں اور قصر عبادت میں ساجد و سجد کے جلسے ہونے لگے۔

جلال و جبروت کو ان مظاہر نبویہ میں نمایاں لکھا تھا کہ ضرورت ایک مخصوص شہود اور
 الہی کی تھی عید کی جگہ تھی سے متنازع ہو جوش ہو کر خیر کے عرفان کلی کا معیار بنے۔ ایسے فرعون و
 نرود و ملن و شہاد کے تاریک عیسے تہر و جبر کی آتش شائیں لیکر منہ منہ کہتے ہوئے نودار ہو گئے
 اب خیر کو شر سے ٹکرائیگا موت ہاتھ آیا۔ لوح کو کاشتی میں تیرایا۔ انکی قوم کو غوطے دیئے
 اور سانس گھونٹ گھونٹ کہ پاس بکایا۔ ابراہیم کو اپنی محبت کا دیوانہ پن پر دیکر ست شکنی کر لی
 و ہر آگ عیوانی اور شان اعجاز کے ٹھوس کی ٹھرائی۔ اگسیرا برہم جاتے تھے خیر کے سینے شری تیزی
 جلتے جاتے تھے گرم دید کے فرسے اڑاتے تھے۔ ایسے موسیٰ کو فرعون کے جم غفیر میں جھونک دیا۔
 یا کہ ساتھ ہے۔ حمایت کی ہر آزار سے بچا یا مگر یہ تو ثابت ہوا کہ خیر کو شر سے گھرایا۔ عیسیٰ پر
 اسرار و زکا بادل برسا یا مگر خیر و شر کی کشاکش بھی اچھری۔ کانٹہ نکالنا۔ قید و جلا سید پھر
 کے درد اندہ یک کی ٹھوکریں آسمان پر اٹھا کر خیر کی فوجیت پر ہر لگائی گردنیاں تو قیامت تک کے

یہ باب بیٹے روح القدس کی تنبیہ دہوم پورا دی پہلے تو ایک ایک شان اور ایک ایک صفت کا ظہور ہوتا تھا جواز کے کوہستان پر نظر ڈالی تو ساری صفات کے ظہور کو شوق کی طرح آگئی۔ آئینہ کل بنا دیا اور اپنی ہر شان صفت کو اس آئینہ میں سما دیا۔ جب یہ کر چکا تو اس آئینہ میں صورت ذاتی کو جھک کر دیکھا۔ دیکھتا تھا کہ دل سے بڑے خودی اپنی ہی نمود پر فرشتہ ہو گیا اور بے اختیار اس جلال صفات آرا پر درود پڑھنے لگی تنے دل لگایا تھا تو خود ہی درود پڑنا ہوتا۔ مگر جوش محبت میں فرشتوں کو بھی حکم دیا کہ تم میری اس چیز پر درود پڑھو۔ اور سب آدمیوں سے بھی خطاب ہوا کہ تم بھی صلوٰۃ و سلام بھیجو۔ انکار کی مجال کس کو تھی سب کی زبان سے نکلا۔ **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ** *

حمد نے سجدہ کیا تو اپنی اور حامد کی تاریخ پیدائش سجدہ میں پڑھی اب نعت کے سجدہ کا وقت آیا تو قلم بند مجرب کے قواعد و کثرتِ علمیں لایا کچھ رکھا کچھ ہٹا۔ کچھ سوچا اور ستانہ دار چلایا۔ سر وحدت کے نعت سجدہ میں جاتی ہے تو مقام ٹٹو کہلاتی ہے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں کہ مر موز و ستور ہونے کی قَابِ قَوْسَیْنِ اَوْ اَذْنِی کے الفاظ خبر دیتے ہیں *

قلم کے اس قول نے قدم خیال کو روک دیا وہ آگے نہ بڑھا اور دل کو ہاتھوں سے تھام کر کہنے لگا **صَلِّ اللّٰہ علیک یا محمد صلی اللّٰہ علیک یا محمد** *

اب آلِ اصحاب کے سلام کی باری تھی۔ کہتے تو کہندیا کہ آلِ اصحاب پر سلام۔ مگر سلام نے مڑ کر کہا۔ حمد و نعت کو تو سجدے کا دیے۔ اور بچ کو قیام ہی میں رکھا۔ اگر میرا قیام منظور ہے تو نعت کو رکوع میں رکھو۔ اور حمد کو سجدہ میں *

مگر پہلے میری حقیقت ذاتی و صفاتی پر غور کرو اول میری جسمانیست روحانیت کو سمجھو کیونکہ اس کے بغیر نہ حمد مقبول ہے نہ نعت۔ میں سلام ہوں۔ اولیٰ بھی میں آخر بھی بھی سے اسلام ہے اور میرا ہی دم مسلمانوں کو مسلمان کہواتا ہے۔ آل و اصحاب اور پیغمبران قدیم میر سے ہی ذریعہ اور وسیلہ سے یاد کیے جاتے ہیں *

اسم سلام کا کلام

کثرت کے نقطوں تھے "اسم سلام کا کلام" بے نقط شکل میں دیکھا تو صرائے وحدت جانکر
ادھر کان لگائے اور جب انکو کیسوی حاصل ہوئی تو اسم سلام کا سر کلام انکی سمجھ میں کنیلگا جویہ تھا

سین سے مسجد - لام سے تقاسیم سے محبت - پس سلام ان پر جو لغت و
محبت کے سجدے کرتے ہیں نہ کردہ جو نو دریا کی مثال ہیں زور کے
ذرت سے خاک میں تلاش کرنے کو سر جھکاتے ہیں +

سلام ان پر جن کے وجود تصور توحید میں الف مثال ہیں اس الہیت کے
خلل وحدت میں سانس لیتے ہیں احباب الوجود دست امکان بلند کر کے
محبت سلام آپ کو بنانا ہے پھر اپنی وحدت کا الف انکے چہرہ پر لگاتا ہے جس سے
انکا پتلا سلام کہلائے پھر حق بار غرض سے بنتی ہے - اسلام بھی جو حرفی لفظ ہے -
حرف اول علی اس حرف دوم عمر بن حرف سوم ابوبکر بن حرف چہارم عثمان بن +

عناصر اربعہ حالت ترکیب میں جسم واحد میں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں البتہ
عالم تغیر کی کیفیت کچھ اور ہے - دیدن فہمیدن کے بعد فتن کی ہاں گنجائش
نہیں نظر فردانیت کی دید فہمیدن علی کے سوا کچھ نہیں پاتی - ذات ابوبکر بن
وعمر بن عثمان بن ذات علی نہیں جذب پرستہ اور ذات علی ثنات صحابہ
میں آمیختہ آواں شدہ آواں شدند +

علی در رسول دم و لحم میں باہم حلول ابوبکر بن وعمر بن سید الکہول رسول علوم ذات
وصفات کے شہر علی اس شہر کا دروازہ گویا وہ بحر وحدت اور یہ انکی مشنہ کلہر
ابوبکر بن وعمر بن عثمان بن کے اوصاف صفاتی علی بن محمد ناسوت میں منظر ذاتی مگر
ذات کے مومن صفات سے برگشتہ ہوں تو مرکز وحدت ہاتھ سے چھوٹ
باد نہ برگشتہ توحید ٹوٹے بشیطان راستہ میں لوٹے +

وہاں میں جہاز۔ جہاز میں قریش۔ قریش میں ہاشم۔ آئینہ صفات کلیدہ نیا۔ طفت
و حزن۔ عزیز و سخن کے جلوے تمام ملکوتی تجلیوں کے ساتھ یہاں نمودار
ہوئے تو قہاری و جباری کی شانوں کو بھی نمود کا دروازہ درکار ہوا۔ ابوالہب
و ابوجہل میں کفر و طغیان کے شعلے بھڑکا کر باہر آنیکار راستہ نکالا۔ مگر شکل ایمانی
میں بھی انکو ظہور منظور تھا۔ اس لیے شہیت بنے بنی امیہ کے اجسام ان کے
حوالہ کیے۔ ابوسفیان و معاویہ۔ یزید۔ ابن زیاد کے اسماء کا بہانہ تھا اصل کیا
تو قدرت کو اپنے جلال و تہر کا جلوہ اعمال ہنر میں دکھانا تھا۔

اسم سلام کا کلام نکات و رموز کا خزانہ ہوش کے گوش تک پہنچا تو اس نے اعتقاد و مقلد
کہا۔ پھر در خواست کی کہ حمد و نعت کے بعد حرفت مطلب زبان سلوک سے ادا کرنا چاہیے
یہ موقع تو سخن مانے مجذوبی میں گزارا۔ اب گفتگو اس انداز میں ہو کہ حقایق و معارف
کی باتیں عوام و کم علم بھی سمجھ جائیں اس لیے باسکوپ کا فلم بدل گیا سخن باطن کی تصویر
غائب ہوئی اور حرف ظاہر فہم عوام کی خاطر یوں گویا ہوا۔

یزید نامہ کی ضرورت

کتاب شروع کرنے سے پہلے یہ بتانا لازمی ہے کہ اس کو لکھنے کی ضرورت پیش
آئی لہذا پہلے اسی کو لکھا جاتا ہے۔

۱۔ کہ لکھنے کے محرم میں واقعات کہ بلا کے بیان کی میں نے ایک کتاب محرم نامہ
لکھی تھی جس میں نہایت معتبر اور مستند روایتوں سے حادثہ کہ بلا کی ابتدائی اور بنیادی
وجوہات کو بتایا تھا کہ ان لوگوں کو اصل حقیقت سے آگاہی ہو جائے جو تاریخی باتوں کو
نہیں جانتے۔ اور کہ بلا کے دردناک حالات کے سوا انکو کچھ خبر نہیں کہ اس ظلم و ستم کے ذمہ
کی اصل کیا تھی۔ ان میں مسلمان بھی ہیں اور غیر مسلم بھی شیعہ بھی ہیں اور سنی بھی پڑھے لکھے
بھی ہیں اور ان پڑھے بھی۔ سو آدمیوں میں شاید پانچ ایسے ہوں گے جنکو تاریخی اصول کے

موافق معاملات سے واقفیت ہو ورنہ ۹۵۰۰ خبر اور انجان پاسے جاتے ہیں +
زمانہ کی اسات اور حیثیت کی مجبور یوں کا یہ عالم ہے کہ ہندوستانی بچے ہندوہوں
یا مسلمان اپنے بزرگوں کی تاریخ سے بالکل ناواقف رہ جاتے ہیں ان کی تعلیم میں یوں
کی تاریخ تو بہت ہے مگر اپنی تاریخ بالکل نہیں اور اس پر طرہ یہ ہے کہ درس خانوں سے
نکل کر وہ پیٹ کے دھندوں میں ایسے گرفتار ہوتے ہیں کہ اپنے مذہب اور اپنی قومی تاریخ
کے پڑھنے اور معلوم کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی +

اور اس سوسے پر مہاگہ اور بھی باعث افسوس ہے کہ انکو فارسی اور عربی کی بیات
نہیں ہوتی۔ اور قوم و مذہب کا سرمایہ تاریخی سارا کا سارا عربی فارسی میں ہے +
آر و دیں ہی اگر فقوڑا بہت ہی تو اس میں یہ خیالیاں ہیں کہ اول تو زبان عام فہم نہیں
ہوتی۔ لکھنے والے عربی فارسی کے موٹے موٹے الفاظ ان میں بھرتے ہیں جن کو بچاڑے
کم علم لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ دوسرے یہ کہ کتاب میں ذاتی عقاید کی بنا پر لکھی جاتی ہیں۔ شیعہ
کی کتاب سنی کے کام نہیں آتی سنی کی تحریر شیعہ کے واسطے بیکار ہوتی ہے +

ان تمام حالات کو پیش نظر رکھ کر میں نے محرم نامہ لکھا جس میں شیعہ سنی کے اختلافی
مسائل کو بتا دیا مگر اپنا دامن ایک مؤرخ کی حیثیت میں دونوں فرقوں سے بچائے
رکھا اور ترتیب اسکی ایسی رکھی کہ ایک بچہ بھی پڑھے تو اسلامی تاریخ کا دور اول آئینہ کی
طرح دیکھ لے اور کر بلا کے خوزیری کے اسباب سکومین معن معادوم ہو جائیں پھر زبان سنی
سادہ اور سلیس لکھی کہ معمولی شدہ بدھ والا بھی بے تکلف پڑھ کر سمجھ لے اس کے ساتھ عباد
کو ادبی مصالحو سے جھٹ پا کر دیا۔ تاکہ دل پڑھنے سے اُٹکائے نہیں +

القصة محرم نامہ پہلی محرم ۱۳۳۵ھ کو شائع ہوا اور جس نیت سے لکھا گیا تھا خدا تعالیٰ
نے وہی تاثیر اس میں دی۔ چنانچہ بارہ محرم تک ایک ہزار جلد سے زیادہ اس کتاب کی
اتھوں اتھو فروخت ہو گئی اور ہندوستان کا کوئی شہر و قصبہ نہ بچا۔ جہاں محمد نامہ

شیعہ مہینوں نے مجالس محرم میں نہ پڑھا ہو +
 بیشمار خطوط اس کی تعریف میں شیعہ مہینے کے علماء کے آئے جن میں لکھا تھا کہ سیکڑوں
 کتابیں پڑھنے سے وہ معلومات اور واقعات کی ذہن نشینی حاصل نہیں ہو سکتی جو اس ایک
 کتاب سے حاصل ہوئی +

نیز دونوں فرقوں کے سمجھدار علمائے ظاہر کیا کہ ایسے مشکل مسائل کو فریقین کے
 اختلافات سے بچا کر لکھ دینے میں محرم نامہ سب سے بڑھ کر کامیاب کتاب ہے +
 مجھے ان تمام حالات سے دلی مسرت ہوئی اور میں نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا
 کہ اس نے اپنے بندوں کی یہ ضروری خدمت میرے قلم سے پوری کرانی اور پھر
 اس میں اثر مقبولیت بھی دیا +

اس کے بعد میں نے خیال کیا کہ عام طور سے سب مسلمانوں کو کربلا کے
 واقعات سنائے جاتے ہیں یہ نہیں بتایا جاتا کہ کربلا کے بعد اہلبیت پر کیا گزری اور
 یزید کا کیا انجام ہوا اور بنی امیہ اور بنی فاطمہ میں واقعہ کربلا کے سبب کیسی غمخیزی
 ہوتی رہی۔ بعض تو کربلا بھی غمناک ہیں +

یہ خیال آتے ہی محرم نامہ کے دوسرے حصہ کی تیاری شروع کر دی اور اس کا نام
 یزید نامہ تجویز کیا۔ گو اس کتاب میں محض یزیدی کے حالات نہیں ہیں بلکہ تمام بنی امیہ
 کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ لیکن یزید تمام بنی امیہ میں سب سے زیادہ بدنام ہو مسلمانوں کا
 بچہ بچہ اس کے نام سے واقف ہے اس واسطے اسی کے نام پر اس کتاب کا نام رکھا
 گیا اور محرم نامہ کی تمام خصوصیات مذکورہ کی پابندی کے ساتھ کتاب بھی تیار ہوئی +
 پس یہ ضرورت یزید نامہ لکھنے کی تھی۔ اور امید ہے کہ ہندوستان میں ہر وہ شخص جس کو
 ان باتوں کا احساس ہے اس کتاب کی ضرورت کا اقرار و اعتراف کرے گا اور محرم نامہ کی
 طرح اس کتاب سے بھی شیعہ مہینے کی عظمت کو کمال فائدہ پہنچے گا اور یہی اس محنت شاقہ کا مقصد ہے

تیسری اشاعت

دیباجہ

خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ یزید نامہ کی تیسری اشاعت کا موقعہ آیا، میلادِ ہجرتِ نامہ یزید نامہ اب ہندوستان کے ہر شہر اور ہر قصبہ میں پڑھے لکھے اور اسلامی شوق رکھنے والے مسلمانوں میں مشہور ہے۔ مسلمانانِ انڈینوں کی کتابوں کو اسلام کے قرنِ اول کی سلسلِ صاف اور عام فہم تاریخ سمجھتے ہیں۔ بعض مقالات پر لڑکوں اور لڑکیوں کو بطور درس تاریخی کے سبقاً سبقاً یہ کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ یزید نامہ کی پہلی اور دوسری اشاعت میں شیعہ سنی کے ملاپ کی خاطر دونوں جماعتوں کو کچھ نصیحت کی گئی تھی اور ان کی بعض حالتوں پر نکتہ چینی بھی ہوتی تھی اسکا مقصد محض یہ تھا کہ ہر فریق اپنی بڑائیوں سے آگاہ ہو اور اصلاح کرنے کی کوشش کرے گرافٹوں سے کہ ایک فرقہ نے بھی ٹھنڈے دل سے ان نصیحتوں کو نہ سنا، سنیوں نے کہا یزید نامہ کا مصنف شیعہ ہو گیا ہے۔ شیعہ سمجھے کہ یزید نامہ کی یہ تحریریں ہمارے سلسلہ اصول میں تفرقہ ڈالنے کے لیے دانستہ تیار کی گئی ہیں۔

اس واسطے میں نے اس تیسری اشاعت کے وقت یزید نامہ کا آخری باب جسکا نام

خانہ اہل بیت میں شیعہ سنی کا ملاپ تھا باطل نکال ڈالا اور

شرع میں بھی جو کچھ بطور تحقیر اور رائے زنی کے درج کیا گیا تھا وہ بھی خارج کر دیا۔

جیسا کہ میں نے لکھا ہے یہ کتاب اور عزم نامہ اور میلاد نامہ لڑکوں اور لڑکیوں کی تاریخی سبق کے طور پر پڑھائی جاتی ہیں اور ایک تاریخی کتاب میں اختلافی مسائل کے متعلق مصنف کا

راستے زنی کرنا سبب نہ معلوم ہوتا تھا کیونکہ بچوں کی کچھ بچی جوتی ہیں اور وہ ان قصوں سے
 آٹھن میں پڑتے ہیں اس واسطے ان مضامین کا کتاب سے نکالنا ایسا اچھا مقام ہے

اہل بیت کے علوم

جو تحریریں اس تیسری اشاعت کے موقع پر کتابتِ غارت کی گئی ہیں وہ سب کی سب
 ضائع کرنے کے قابل نہ تھیں۔ ان میں سے بعض جیسے بہت مفید تھے کیونکہ ان کے اندر
 بعض ایسی کتابوں کی تشریح و تفصیل تھی جن کا تعلق اہل بیت سے ہے۔ اگرچہ یہ کتاب
 اہل بیت کے ساتھ چنداں خصوصیت نہیں رکھتی بلکہ اس میں بنی امیہ کی تاریخ بھی
 لگی ہے لیکن چونکہ بنی امیہ نے بنی فاطمہ کی بتا ہی دیر بازی میں صرف جہانی ہی طور پر
 کوشش نہیں کی تھی یعنی بنی فاطمہ کے اشخاص ہی کو قتل و غارت نہیں کیا تھا بلکہ ان کے
 علمی کارناموں کو بھی ملیا میٹ اور نابود کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ ان کے
 اکثر بادشاہوں نے اپنی حکومت کے تمام ایام میں ہر وقت اس بات کی کوشش کی
 کہ بنی فاطمہ کا نام سیاسی دنیا سے بھی مٹ جائے اور علمی دنیاں بھی کوئی ان کا نام
 لینے نہ پائے۔ اس واسطے وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر بنی فاطمہ کے علمی کارناموں کو تباہ
 اور غارت کرتے تھے اور جہاں کہیں ان کو معلوم ہوتا تھا کہ بنی فاطمہ کی کوئی علمی یادگار
 کا غز کے صفحہ پر یا دل و دماغ کی لوح پر موجود ہے فوراً اسکو مٹانے اور زبردستی سے
 نابود کرنے کی کوشش کی جاتی تھی مگر باوجود سہا سال کی ان سخت کوششوں کے اہل بیت
 کا علمی چراغ ہر شہر میں ہر جہت میں ہر گھر میں اور ہر دل میں روشن رہا۔ گو جبر و ظلم کے پرشے
 اس شعلہ حقیقت پر پڑے رہے اور علانیہ اس کے نور کو بعض لوگ دیکھ نہ سکے۔

ذیل میں ان کتابوں کی فہرست درج کی جاتی ہے جو علوم اہل بیت کا خزانہ ہیں۔ یہ
 کتابیں مجھ ہندوستانی کی محدود اور ناقص معلومات کی ایک اضافی نشانی ہیں ورنہ حقیقت یہ کہ

اہل بیت کے کارناموں کو شمار کرنے، سمجھیں تو معلوم نہیں کتنی ضخیم جلدیں تیار ہو جائیں۔ میری درخواست ہے ان لوگوں کی خدمت میں جو اس کتاب کو بطور تبریک کے لراکوں اور لڑکیوں کو پڑھاتے ہیں کہ بچوں کو ان کتابوں کا خلاصہ طلب زباناً سمجھا دیا کریں تاکہ بچپن سے انکو معلوم ہو جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے علم و دانش کی کیسی کیسی برگزیدہ شائیں رکھتے تھے۔

حسن نظامی

ان کتابوں کی فہرست جن میں

حضرت علی اور اہل بیت کے علوم و فضائل کا ذکر ہے

(۱) سیرت علیؑ از حافظ ہمدان حال ابو الحسن ابراہیم بن حسن بن ویزیل کسافی نے مرتب کی جو آخر شعبان ۸۱۱ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

(۲) مسند علیؑ از حافظ بغداد احمد بن ابراہیم دورق رجب پڑے صاحب تصانیف گزرے ہیں ۸۲۰ھ میں رحلت کی۔

(۳) مسند علیؑ از حافظ جرجان حافظ کبیر ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن منجر جو ربیع الاول ۸۲۰ھ میں فوت ہوئے اس مسند کی نسبت حافظ قطب الدین عبد الکریم طبری مصری نے تاریخ مصر میں لکھا ہے اور حافظ فہمی شافعی نے اپنی تذکرۃ الحفاظ میں۔

(۴) مسند علیؑ جو بکام اخبار علی و سیر علی بھی ہے از حافظ بصرہ و بغداد و یعقوب بن شبیبہ سدوسی۔ ذہبی کا قول ہے کہ یہ مسند علی پانچ جلدوں میں ہے اور اس کے مصنف ربیع الاول ۸۲۰ھ میں فوت ہوئے تھے۔

(۵) مسند علیؑ از حافظ عراق خرقیہ الکیہ کے قاضی اسماعیل بن اسمٰعیل ۸۲۰ھ میں فوت ہوئے

(۶) مسند علیؑ از حافظ مدناضی ابو بکر اسمٰعیل بن علی۔ جن کی بہت سی تصانیف ہیں

اور کتاب العلم ان میں بہت مشہور ہے۔ ۲۹۱ میں فوت ہوئے +

(۷) مسند علیؑ از حافظ حضرت اوت ابو جعفر محمد بن عبد اللہ عرفہ مطین ج ۲۹
میں فوت ہوئے اس مسند کی بارہ جلدیں ہیں +

(۸) مسند علیؑ احمد بن حشیب شافعی ج ۲۹ میں فوت ہوئے۔ یہ وہی شافعی ہیں جنکی
کتاب شافعی مشہور ہے +

(۹) مسند علیؑ از حافظ ابو محمد عبد الرحمن بن عثمان بن ابی نصر +

(۱۰) حضرت امام شافعیؑ نے کتاب اذکات اہل العراق علیہا عبد اللہ بن جابر حضرت
علیؑ کے اخبار و آثار کثرت بیان فرمائے ہیں۔ نیز ان کی کتاب لام اور دیگر تصنیفات
میں بھی اہل بیت کا ذکر باجاء موجود ہے +

اسی نام کی ایک کتاب محمد بن نصر دہلی نے بھی حضرت علیؑ کے حالات و فضائل
میں لکھی ہے ان کے علاوہ ابن شہاب الزہری مدنی تابعی مصاحب خاص حضرت
امام زید العابدینؑ کی کتاب السنن والاثار اور کتاب السیرۃ میں کثرت الہدیت
کے علوم کا ذکر ہے اور صلح بن کیمان مدنی کی سنن ابو ہشام بن جسان بصری
کی تصنیف اور سعد بن ابی عروبہ بصری کی سنن اور ربیع بن جیس بصری کے مصنف
رجہوں نے بصرہ میں سب سے پہلے کتابیں تصنیف کیں اور سفیان ثوری کوئی کی جامع
اور زعفران اور ابو یوسف کوئی کی کتاب الخراج اور نعمان عبد السلام ہنبلی کی
تصانیف اور عبد العزیز بن الاضر حنابلہ بغدادی کی معالم الحرة النبویہ اور
معارف اہل البیت الفاطمیہ اور ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن خضر مدنی کی

رجہوں نے اپنے وقت میں اہل بغداد کو اپنے علم سے بہت فائدہ پہنچایا تھا ان کے
مناقب اہل بیت و کلام امامہ اور حافظ صفوان بن عبد الرزاق اور حافظ کوثر و عرق
ابن ابی شیبہ اور حافظ اندلس مغرب بقی بن مخلد کی تفسیر میں اور مصنفات ہیں جن سے حضرت علیؑ

اور اہل بیت کے علوم و اعمال کی شان معلوم ہوتی ہے :

حیدر آباد کے صوفی عالم

سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے رکن اکبر دجکا وصال ابھی حال میں ہوا ہے (حضرت مولانا سید حسن الزمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انیس جلدوں میں صرف اہل بیت کے علوم مرتب کیے ہیں یعنی وہ علوم جو اہل بیت کے ذریعہ آنحضرت صلیم سے حاصل ہوئے۔ ان انیس جلدوں میں (غالباً) ۳ جلدیں جمپ گئی ہیں اور جو میرے پاس ہیں ان میں

کتابیں حدیث، مضافات، مضامین کا خزینہ ہیں :

(۱) پہلی جلد میں عقائد اہل سنت کا بیان ہے جو اسرار اہل بیت سے مروی ہے اور اس کا نام فقہ الاکبر عن اہل بیت الاطہر ہے (۲) دوسری جلد کا نام کتاب العلم ہے جس میں اصول حدیث کا بیان ہے (اہل بیت سے) (۳) تیسری جلد میں جب کا نام اصول الدرایہ ہو اصول فقہ کا ذکر ہے (۴) چوتھی جلد کا نام اصول المسائل ہے جس میں مسائل کلیہ بیان کیے ہیں (۵) پانچویں جلد کا نام فقہ الاسلام عن اہل بیت النبوت الاعلام ہے اس میں مسائل فقہ مذکور ہیں (۶) چھٹی جلد کا نام کتاب فرات القرآن عن اہل بیت الذکر والافتقار ہے (۷) ساتویں جلد کا نام علم القرآن عن اہل بیت النبوت والعرفان ہے (۸) آٹھویں جلد کا نام اخبار العالم ہے جس میں بطور تاریخ کے تمام عالم کا ذکر ہے (۹) نویں جلد کا نام کتاب الحکمة والمواعظ ہے (۱۰) دسویں جلد کا نام کتاب السیر ہے (۱۱) گیارہویں جلد کا نام کتاب الطب ہے (۱۲) بارہویں جلد کا نام اوجیۃ الاذکار ہے (۱۳) تیرہویں جلد کا نام فقہ الاحسان ہے (۱۴) چودہویں جلد کا نام آیات النبوت ہے (۱۵) پندرہویں جلد کا نام جامع الفوائد والاثر ہے (۱۶) سولہویں جلد کا نام الصحف المشرکہ ہے جو حضرت علی کے کتب بات ہیں (۱۷) سترہویں جلد کا نام اصول العربیہ جس میں حضرت علی کے علوم صرف و نحو کا ذکر ہے (۱۸) اٹھارہویں جلد کا نام کتاب الخطب ہے (۱۹) انیسویں جلد کا نام کتاب المعرفۃ والرجال ہے :

ہر جلد میں اسرارِ بیت سے تعلق رکھتی ہے جو بعض اہلِ دل کے نام سے مشہور ہوتا ہے کہ شاید ان میں
غیر متفقہ نظر ہو گا مگر نہیں تمام جلدیں ایک ہی موضوع اور ایک ہی مقصود کے ماتحت ہیں۔

امام الصوفیہ حضرت ابن عربی

نصوت کے مدون اول حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی کتاب فوحات کیمہ کو جو
تراس میں بھی اہل بیت نبوت کا ان الفاظ میں ذکر پایا جائے گا جن سے اہل بیت کی
یہ مثل بڑائی و فیضیت ثابت ہوتی ہے نقل کر کے کی گنجائش نہیں جلد دوم صفحہ کا حالہ
دیدیا جاتا ہے۔ ناظرین خود ملاحظہ فرمائے ہیں۔

جلد اول صفحہ ۱۹۵۔ ایضاً جلد سوم صفحہ ۴۳۴ میں عجیب و غریب اسرار و دروس سے
اہل بیت کا بیان ہے۔ دیکھائیں دفتر حلقہ مشیلغ دہائی سے مل سکتی ہیں۔

یزید نامہ کا پہلا باب

بنی امیہ کی دنیاوی تلواریں

دین کی گردن پر

پہلی تلوار بدیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کہ بلا کا موسم گر چکا۔ وشت بیکسی کے شہید قبر میں خون جگر کھنکھاتا رہا کہ سو گئے زمین میں سلطانِ توحید

یزید ابن معاویہ مدینہ کے بریدہ سر کی تمایش سے فارغ ہو گیا۔ اہل بیت رسالت کے خاتون
 ہاتھوں سے قیندر کی رسیاں کھل گئیں بنی امیہ کے دیوانے بنی فاطمہ کے دیوانے سے بھارت حال کی
 یزید نے اطمینان کی نیند سوئے کو پاؤں پھیلادیے تو ابن ہشمت رسول اللہ کے بال بچے مدینہ کی طرف
 رخصت کیے گئے۔ امام زین العابدینؑ اس سٹیم ہوسے فاطمہ کے سالار اگے اگے گئے تھے اور ان کے
 پیچھے وہ عورتیں بھینس بنہوں نے کربلا کے بیابان میں وینلس سے بزار کر نیوالا تماشا دیکھا تھا۔
 جو وقت ان غریبوں اور مسافروں کی جماعت نے مدینہ کی حد میں قدم رکھا اور پہاڑوں
 کے وسط میں گنبد رسول اللہؐ نظر آیا عابد منہم نے درود و سلام پڑھنا شروع کیا دستوراً
 کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آگئے اور انہوں نے وہ وقت یاد کیا جبکہ امام حسینؑ گھر
 کو نہ کہ پہلے تھے اور مدینہ کے رخ کھڑے ہو کر سلام پڑھا تھا۔ اس وقت ان سب کے
 دل اُمیدوں سے بہرہ لیتے تھے کہ ہر دل نامزد ہے ناشاد ہے افسردہ ہے شکستہ ہے *
 امام زین العابدینؑ نے ناذی ہمارے ایک یتیمی کے انداز سے گنبد رسول کو
 دیکھا اور کہا یہی ہم بے مہاروں کا آخری ٹھکانا تھا جاں خدا نے آخر ہم کو پہنچا دیا یعقوب
 کو اپنے سپر یوسف کی فرقت و جدائی کا غم تھا مگر میں پدر کو گم کر کے اپنے گھر آیا ہوں
 بہائیوں سے دائمی فراق کا زخم میرے سینہ پر لگا ہے *
 الغرض یہ سب لوگ پہلے حرم نبوی میں حاضر ہوئے اور مزار مبارک کی زیارت
 سے فراغت حاصل کی پھر اپنے آداس غمگین گھروں میں جا کر رہنے لگے *

یزید کا شرابی بھائی

مدینہ کا حاکم آن و نوں عثمان بن محمد بنی سفیان تھا یعنی یزید کا چچا زاد بھائی اس شخص کو
 رات دن شراب پینے سے کام تھا طبری جلد چہارم / جوانی اور حکومت کے نشہ نے عثمان کو
 اس قدر غافل کیا تھا کہ مدنیۃ الرسولؐ کی عزت و حرمت کا خیال بھی نہیں لاتا تھا خوب پیتا تھا

خوب پلاتا تھا۔ اس عثمان نے مدینہ منورہ کے دشل بڑے بڑے آدمیوں کو دمشق میں یزید کے پاس لے جایا تھا کہ وہاں جا کر اپنی امیہ کی نشان شناسی کیجیں اور ان کے پرہیزگاریت دربار کا اثر دیکھ لیں۔ ان دشل میں حضرت زبیرؓ کے صاحبزادے منذر بھی تھے اور عبداللہ بن خلفؓ بھی جو کہ عقبہ بن ابی معیط تھا۔ اور مسلمانوں میں بڑی حیثیت اور وقعت کے معزز بزرگ سلیم بن جحش بھی تھے۔ جب یہ دشل آدی دمشق میں گئے تو یزید نے انکی بڑی خاطر کی اور منذر ابی زبیرؓ اور عبداللہ بن خلفؓ کو ایک ایک لاکھ درم اور ان کے ساتھیوں کو دشل دشل اور دین دین ہزار درم دیے اور کوئی تھوڑا سیادی وارات کا باقی نہ رکھا مگر ان حضرات کے دلوں میں تو ایمان اور اعمال حسنہ کی قدر تھی وہ روپیہ پیسے کو خاک ہول سے بھی بدتر سمجھتے تھے۔ انہوں نے خبب یزید کو دیکھا کہ وہ عیال و شراب پیتا ہے اور فحش صحبتوں میں مصروف رہتا ہے نماز نہیں پڑھتا گتوں سے کھیلتا ہے اور خلافت و امامت کی کوئی پاکیزہ خصلت ان میں نہیں ہے تو وہ یزیدؓ کو دیکھ کر دس تشریف لے آئے اور یہاں آکر اہل مدینہ سے اسکا ذکر کیا اور کہا یزیدؓ ہرگز متحق سلطنت نہیں ہے۔ انکے اعمال ایسے کیسے ہیں کہ ایک ساعت بھی انکو انکی جنت میں قائم رہنا جائز نہیں ہے۔

یزیدؓ کو تمام اہل مدینہ جن میں بڑے بڑے صحابہؓ موجود تھے یزید سے خوف ہو گئے اور انہوں نے یزیدؓ کی بیعت منہ کر کے عبداللہ بن خلفؓ سے بیعت کر لی۔

اس کے بعد ان سب نے جمع ہو کر یزیدؓ کے شرابی بہائی عثمانؓ حاکم مدینہ کو بڑے قید کر لیا اور اپنی امیہ کے جعفرؓ آدی تھے انکو بھی ایک مکان میں بند کر دیا۔ جو تعداد میں ایک ہزار تھے سب کو قید کر لیا۔ مگر وہاں کے بیٹے عبداللہؓ کو نہ پکڑا۔ کیونکہ وہ حضرت سعید بن المسیبؓ نامور فقیہ مدینہ سے علم فتنہ پڑھتا تھا اور رات دن پڑھنے اور سجدوں کی عبادت کرتا تھا اسلئے کچھ کام نہ تھا آدی اپنی نیکی پر دوسروں کو بھی قیاس کیا کرتا ہے۔ اہل مدینہ نے عبداللہؓ کی ظاہری حالت سے اس کو نیکی سمجھا اور دیگر بنی امیہ کی طرح انکی گرفت سے باز رہے۔

عبداللہ بن خلفؓ کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی اور مدینہ میں یہ انقلابات بھی ہو گئے تو یزیدؓ کو انکی

اطلاس پہنچی اور اس نے یہ بھی سنا کہ منذر ابن زبیر اس مجلس مدینہ میں نہیں ہیں بلکہ کوفہ میں عبد اللہ
ابن زیاد کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں یزید نے فوراً ایک خط ابن زیاد کو لکھا کہ منذر کو گرفتار
کر لے۔ ایسا ہنوکہ وہ بھی مدینہ پہنچ جائے اور مدینہ کی شور میں کوفت پہنچائے ابن زیاد
یزید سے واقعہ کے بلا کے بعد بہت ناراض تھا کیونکہ یزید نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ
امام حسین کا پر رتدار کر دیگا تو خدا سان کا ملک بجا و دیدیا جائے گا مگر یزید نے یہ وعدہ پورا
نہ کیا تو ابن زیاد کو بہت برا لگا اور اس کے دل میں یزید کی طرف سے ایک کینہ بیٹھ گیا چنانچہ
جس وقت یزید کا حکم اس کے پاس آیا تو اس نے منذر کو کہا یا ادرک ما تم فوراً مدینہ چلے
جائو اور یزید کو لکھ دیا کہ آپ کا حکم کرنے سے پہلے منذر یہاں سے روانہ ہو چکے تھے۔
منذر ابن زبیر مدینہ میں آئے تو انہوں نے عبداللہ ابن خلفہؓ سے تمام اہل مدینہ کے
مجمع میں کہا کہ تم کو بیعت لینا مناسب نہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد نہیں کہ انہوں نے
امامت قریش کے لیے مخصوص فرمادی تھی تم انصاری ہو قریشی نہیں ہو۔

عبداللہ ابن خلفہ نے کہا مجھ کو امامت کی ہوس نہیں ہے جب کوئی شخص قریش میں ملا تو میرا
میتھ لوگوں سے بیعت لی۔ اب بھی اگر کوئی قریشی ہے تو میں اس کی بیعت کیوں اسلئے تیار ہوں۔ منذر ابن زبیر
نے کہا کیا علی ابن الحسین ابن علی (یعنی امام زین العابدینؑ) سے بڑھ کر دنیا میں کوئی شخص اس منصب
کا اہل ہو سکتا ہے جبکہ مدینہ میں موجود ہیں قوم میں سے کسی کو زبیر نہیں کہ انکے سوا کسی دوسرے
کی امامت قبول کریں کیونکہ وہ شہنشاہ نبوت کے شہزادے ہیں اور ہم سب انکے گھر کے غلام ہیں
عبداللہ ابن خلفہ نے جواب دیا کہ بیشک بیشک میری بھول تھی ایسے آقا زاوے کے ہوتے
ساتھ مجھ کو بیعت لینا جائز نہ تھا۔ چلو چلو ہم سب انکی خدمت میں حاضر ہوں اور ان کو اپنا نظام ہی
پیشوا بھی بناؤں جیسے کہ وہ ہمارے باطنی مقتدر ہیں۔

چنانچہ یہ سب کے سب مجمع ہو کر حضرت امام زین العابدینؑ کے دوست خانہ پر حاضر ہو
وہاں معلوم ہوا کہ امامؑ تو اکثر مسجد کے حجرے میں رہتے ہیں رات دن عبادت اور سونے کے سوا

کچھ کام نہیں۔ اب بھی مسجد میں ہوں گے۔ گھر میں نہیں ہیں یہ سب لوگ مسجد میں حاضر ہوئے۔
تو دیکھا عابد مصلیٰ پر بیٹھے ہیں چہرہ زرد ہے ہونٹ خشک ہیں آنکھوں میں آنسو ہیں اور
پروردگار سے راز دنیا کی باتیں ہو رہی ہیں۔ مسجد میں اس جماعت کی آگ کا کھٹکا ہوا
تو آنکھوں سے نسخ پھیر کر ان سب کو دیکھا۔ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے اختیار غم نہ لگایا
السلام علیک یا ابن رسول اللہ عابد نے جواب دیا وعلیکم السلام یا عباد اللہ۔

عبد اللہ بن خطلہ نے آگے بڑھ کر سارا واقعہ عرض کیا اور کہا ہم سب اس لیے حاضر ہوئے
ہیں کہ حضور ہمارے سر پر تھوڑے رکھیں اور اس فاسق و منافک یزید کے ہاتھوں جو احکام
الہی کی تباہی ہو رہی ہے اسکا انتظام فرمائیں ہم سب ان قدموں کے اوپر ہاتھیں قربان کر دینا
چاہتے ہیں ہم کوئی نہیں ہیں آپ کے جدا ہونے کے محال ہیں ہمیں بھاگ جانے اور وطن چھوڑنے کا
اندیشہ نہ فرمائیے اور لاپسے ہاتھ بڑھائیے ہم سب فدایت کا عہد آپ کے ہاتھ پر کریں گے۔
حضرت امام نے ایک ٹھنڈا سانس کھینچا آنکھوں میں آنسو ڈھلوانے لگے اور فرمایا بس بابا بچے
نومعاف کر دیر سے سینہ میں اتنے داغ ہیں کہ اب اور داغوں کی اس میں جگہ نہیں ہے
میں نے اپنی آنکھوں سے بوڑھے باپ کو سبکی سے خاک خون میں غلٹا ہوتے دیکھا جو
میں نے اپنے جان اور دوسرے معصوم بھائی کو تیر دینے سے قتل ہوتے پایا ہے میرے
خاندان کی وہ رسوائیاں ہوئی ہیں جن کے بیان کر نیکی مجھ میں تاب نہیں کیا آپ لوگوں نے
میرے دادا اعلیٰ کا وقت نہیں دیکھا کہ انکے ساتھ کیا کیا ہوا۔ اب تو میرا دل اس دنیا سے
بیزار ہو گیا۔ اب تو میں نے اس دامن کو مضبوط پکڑ لیا ہے جو وقت اور بے وقت کہی ہو فا
نہیں ہوتا۔ مجھ کو خدا کے دروازہ سے نہ ہٹاؤ مجھے اس سے اپنی حالت کہنے دو وہ سن رہا ہے
میں سنا رہا ہوں وہ دیکھ رہا ہے میں دکھا رہا ہوں مجھے جو لذت آہیں اتنی جو دنیا کی کسی سلطنت
میں میر نہیں آسکتی میرا ایک سجدہ فوق ہزار تاج و تخت سے اعلیٰ ہے میرا ایک فتنہ یار رب
کہنا کائنات کے تمام شہرہ پر ذوقیت رکھتا ہے۔ جاؤ جاؤ مجھے نہ ستاؤ مجھے نہ بلاؤ۔ اگر تم کو

اس مدینہ میں یزید رہا اور انہیں قیام تھا ہی اپنے غریب لاچار قاتلان کو میکہ جنگل میں چلا جاؤ گا
 صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دردناک بیان کو سنکر رونے لگے اور انھوں نے آپس میں کہا کہ
 ہر بس اس غمزدہ کو نہ چھیڑو۔ چلو چلو اسکے پاس سے چلو ہم میں کی داستانِ عالم سننے کی تائید ہے
 چنانچہ یہ سب لوگ مسجد سے اٹھ کر اپنے اپنے گھروں کو لوہیں گئے اور حضرت امام نے اُسی وقت
 گھر جا کر سفر کی تیاری کرنی شروع کی اور دو سو کن فیصد قرض اپنے لے گئے جو مدینہ سے
 چار دن کے فاصلہ پر ہے اور جہاں امام کے پوری درشتی کچھ جاگیر تھی مدینہ میں یہ خیر مشہور
 ہوئی تو مردان ابن الحکم نے قید خانہ سے ایک آدمی حضرت امام کے پاس بھیجا اور اس کی
 رہائی پیام بھیجا کہ اپنے بڑی دانائی کی وجہ سے اس سرکش گروہ سے علیحدہ ہو گئے۔ یزید اس احسان
 کا عرض آپ کو کرے گا۔ میری درخواست ہے کہ آپ میری بیوی کو جو حضرت عثمان کی
 صاحبزادی ہیں اپنے ساتھ لیتے جائیے کیونکہ یہاں کا معاملہ دگرگوں ہے خبر نہیں ہم
 لوگوں کی جان بچے یا نہ بچے +

حضرت امام نے اس کو منظور فرمایا اور مردان کی اہلیہ کو بھی اپنی مستورات کے ساتھ
 لے لیا اور منیوعہ کو روانہ ہو گئے +

مردان نے ایک قاصد کی معرفت یہ تمام واقعات یزید کو لکھے یزید بہت خوش ہوا
 اور اس نے کہا ابن اسحاق کا اجر میرے ذمہ ہو گیا۔ اس کے بعد یزید نے قاصد سے کہا کہ سچائی
 کے ایک ہزار آدمی کیسے بندوقوں میں کہ بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے قید ہو گئے ان سے تدارک چلائی گئی
 ایسے نامزدوں کا حلقہ تو ہے کہ میں ذرا بھی انکی مدد نہ کروں۔ مگر مجبوری ہے کہ باغیوں کا قلعہ و قلع
 کیا تا میرا فرض ہے اسکے بعد یزید نے حضرت نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ کو بلایا اور
 اسے کہا کہ آپ فوراً مدینہ جائیے اور اہل مدینہ کو غمناک نہ کیجئے کہ کیا میرے احسانوں کا یہی
 عوض ہے جو انہوں نے ظاہر کیا۔ میں نے تو ابن حنظلہ کے اور ابن ابی مرثد کے ساتھ کوئی
 بزدلی کی شکی تھی بلکہ ان کو مالال کر دیا تھا، ان سے کہنا خیر اسی میں ہے کہ اس شرارت سے

بلکہ آئیں اور طاعت قبول کر لیں۔ دیکھو ایک ایسی جراثیم بھی نکلا جو ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دی گئی۔
 حضرت نعمان ثمالی نے تیز رفتاری پر سوار ہو کر مدینہ میں آئے اور یزید کا پیغام اہل مدینہ کو سنایا۔
 انہوں نے جابر یا بیشک یزید سے ہکو دینا دی۔ مگر بنے اس مدینہ کی خواجگاہ میں آرام فرما کر
 رسول کے ہاتھ پر تڑپنا کا عہد مانڈھا تھا۔ ہکو تو احکام الہی کی پابندی عزیز ہے چاندی سنا
 درکار نہیں جو۔ یزید کو ہم نے علانیہ شراب پینے اور شرمنگ منق و مجور کرنے دیکھا ہے یا کہ وہ
 عہد نامہ ترک کرتا ہے۔ کئے اور جس جانور کے پاس بیٹھے رہتے ہیں۔ اس نے اس نفی و
 پاکبازی کو چھوڑ دیا۔ جو ایک مسلمان خصوصاً ایک امیر مسلمان کے لیے لازمی و ضروری ہے اور اس کے
 ہمنے اس کی بیعت توڑ دی۔ کیونکہ ہکو خدا کے سامنے جانا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا دیکھنا
 ہے اس فاسق سے کہنا کہ اگر تو ان برے اعمال سے توبہ کرے تو ہکو تیری طاعت فرمانبرداری
 میں عذر نہیں ہے ورنہ تلوار اسکا فیصلہ کریگی۔ اور ہماری تلواروں کو خدا تجھ پر خلیفہ کرے گا۔
 حضرت نعمان یہ جواب سن کر دشن پہنچے اور یزید سے سارا حال کہا جسکو شکر زیادہ لگا
 ہو گیا اور بولا اچھا اچھا تمہیں اسکا مزا انکو چکھا دو نگار اسکے بعد اس نے مسلم بن عقبہؓ کو خبر سنائی
 کہ بگایا اور اس سے کہا جا اور اہل مدینہ کے غطفے و بیٹے کر دے کہ وہ بہت سرکش ہو گئے ہیں
 مسلم بن عقبہؓ بولا مجھے امیر المؤمنین کے تعمیل حکم سے عذر نہیں مگر سخت بیمار ہوں گھوٹے پر
 سوار ہو ہی شتار ہے۔ یزید نے کہا کچھ ڈر نہیں تجھ جیسا بہاؤ یا رہی ہو تو بھی ہوا زندہ رستوں
 اچھا ہے حصین بن امیر کو تیرا نائب کرتا ہوں اگر تجھ کو کوئی حادثہ پیش آئے تو تیری قائم مقامی کریگا
 مدینہ میں جا کر پہلے تو لوگوں کو نصیحت کرنا اور حتی الوسع خون نہ بہانا لیکن اگر وہ نہیں
 تو پھر کسر نہ کرنا اور جب قدر قتل و غارت ہو سکے اس سے ہاتھ نہ روکنا علی ابن الحسینؓ کا خیال ہے
 انہیں کسی قسم کی تحلیف نہ پہنچانا کہ انہوں نے فتنہ پردازوں کا ساتھ نہیں دیا۔

مسلم بن عقبہؓ شامیوں کا لشکر جارا لیکر آنحضرتؐ کی طرح اٹھا اور چند روزیں مدینہ کے گناہ سے پر
 پہنچ کر واد غبار کی مانند پھیل گیا اہل مدینہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے باہم صلاح کی کہ یہ جہنمی امتیہ ہمارے

ہاتھ نہیں قیڑیں انکو ہلاک کر دینا چاہیے ایسا نہ کہ ہم حرا جیت لڑنے نکلیں اور پچھتے سے یوگ کبھی حرا کر دیا
اکثر لوگوں نے اس صلاح کی تائید کی مگر ابن خلفہ نے کہا نہیں چنانہ سب نہیں بلکہ ان لوگوں سے
معاذ لینا چاہیے کہ وہ ہم پر تلوار نہ اٹھائیں نہ نیزہ کے لشکر کو یہاں کی کچھ خبر دیں نہ لڑائی کے
کسی مشورہ میں فوج یزید کے ساتھ شریک ہوں اور یہ حلف دیکر ان کو رما کر دینا چاہیے تاکہ ہم
ان کے خطرے سے بے فکر ہو کر لڑیں +

یہ تجویز تائید عام سے منظور ہوئی اور بنی امیہ کو حلف لیکر رما کر دیا گیا۔ مگر اس میں بھی انھوں نے
عبدالملک بن مروان کو بھڑو دیا یعنی جس طرح اس کو عام بنی امیہ کے ساتھ قید نہ کیا تھا اسی طرح
اس حلف کے لیے بھی اسکو مجبور نہ کیا۔ ان سب کو بھر دسہ تہا کہ یہ ایک عابد اور عابدی علم
آدمی ہے اسکو ان جھگڑوں سے کچھ تعلق نہیں مگر یہ نہ سمجھے کہ بنی امیہ کے گھر کا تو ایک چٹا بھی
فساد و فتنہ پر دہانزی کے جہم ہوں سے خالی نہیں ہوتا۔ ناپاک کپڑا جب سوکھ جاتا تو بھی پاک
کپڑوں میں اسکو نہیں رکھتے کیونکہ جیسا سپربانی کی بو نہ پڑتی ہے تو وہ سب نجس کر دیتا ہے +

اس ہنگامہ میں بھی پیش آیا۔ صحابہ سولہ صلعم نے عبدالملک بن مروان کو بہ شر
سمجھ کر ہر گرفت سے اس کو آزاد کر لیا اور عبدالملک نے اپنی منلی قدری کو اس احسان سے شرمندہ
ہونے پر داریہ دہی عبدالملک ہے جو ایک وقت میں تخت اسلامی کا بادشاہ بنا اور اہل مدینہ کو
دشمنوں کے ہاتھ تباہ کر دیا۔ جو وقت بنی امیہ رہا ہو کہ مسلم ابن عقبہ کے پاس گئے تو اس نے
ان سے کہا میں تو مدینہ کے جنگی موقعوں سے ناواقف ہوں اب تم مجھے بتاؤ کہ کس طرح سے
حملہ کرنا چاہیے۔ اور اہل مدینہ کی تعداد کتنی ہے اور لڑائی کا پہلو کون مناسب ہوگا +

بنی امیہ نے جواب دیا ہم کچھ نہیں بتا سکتے کیونکہ ہمیں حلف لے لیا گیا جو جنگی پابندی
ہم پر فرض ہے مسلم حیران ہو کر بولا تو پھر میں کیونکر اس اجنبی مقام میں جنگ کر سکتا ہوں۔
یہ سے ہمراہ تو ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے جو مدینہ کے جنگی مقامات سے واقف ہو +

بنی امیہ بولے ہم میں ایک آدمی ایسا ہے جس سے حلف نہیں لیا گیا اور وہ عبدالملک

بن مروان ہے وہ ایک فقیر و طالب علم تہذیب نہیں وہ تم کو کچھ مشورے دے سکتا ہے یہ باتیں
مسلم نے عبدالملک کو بلا با اور صلح پر بھی عبدالملک نے ایک ایسی گہری تقریر کی اور ایسے
اہم اور فنی اہمیت بار سے نہایت مفید وقتے لڑائی کے بتائے کہ مسلم عقیق عیش کرنے لگا اور
بولا مجھے امید نہ تھی کہ مسجد کے کونے پڑا رہنے والا فقیر جو بے سروسرے مسکنوں کو ایسا حدی
سے سمجھنا ہو گا اور ایسے چوٹی کے مشورے دے گا۔

مسلم نے عبدالملک کے بتائے ہوئے محالہات پر صفت بندی کی اور عبدالملک
کی خفیہ اطلاعوں سے فائدہ اٹھا کر اپنے لشکر کو ہر خطرو سے محفوظ کر لیا۔

اہل مدینہ نے مسلم کے آنے سے پیشتر مدینہ کے گرد خندق کھودی تھی اور یہ دوسرا
موقع تھا بنی امیہ کے حملہ مدینہ پر ایک حملہ ابوسفیانؓ نے زید کے دادا کے وقت میں پیش آیا تھا
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کھود کر ابوسفیانؓ سے مقابلہ کیا تھا اور دوسری بار ابوسفیانؓ
کے پوتے سے جنگ پیش آئی تھی جس میں اہل مدینہ نے سنت رسولؐ کے موافق اپنے گرد خندق
کھودی تھی اگر ان کی خندق کچھ مفید نہ ہوتی کہونکہ عبدالملک نے میدان جنگ کا ایسا نقشہ مسلم کو
بلا لیا تھا کہ اس سے خندق بیکار ثابت ہوتی تھی اور اہل مدینہ خندق سے کچھ فائدہ حاصل
نہ کر سکتے تھے آخر مجبوراً وہ خندق سے باہر نکلے اور کھلم میدان میں انہوں نے صفت بندی کی
اور یہ تذکرہ بھی قابل تحریر تھا کہ زید نے ایک فوج تو مسلم ابن عقیلؓ کو یا تھمد مدینہ پر بھیجی
تھی اور دوسرا حکم عبید اللہ ابن نیاوہ کے نام کیا تھا کہ فوراً اعران کی سپاہ لیکر مکہ پر حملہ آور ہو
تاکہ عبداللہ ابن زبیرؓ اہل مدینہ کی مدد نہ کر سکیں۔ نیز ان کا وہ عروج ترقی سے ٹوک جائے
جو دن بدن خلافت زید کے خلاف خطرناک ہوتا جاتا ہے۔

ابن زیاد نے یہ حکم پڑھ کر اپنی مجلس کے حاضرین سے کہا مجھ سے دو دو کام نہ ہونگے
کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزندوں کو بھی قتل کروں اور خانہ خدا کے ویران اور تباہ کر سنبھال سکتا
ہوں۔ پہلا کام میں نے انجام دیدیا۔ آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری نواہ سے ختم ہو گئی مگر مجھے زید کے

دربار سے اسکا کیا خاک صلا ملا کچھ بھی نہیں بلکہ یہ انعام دیا کہ قتل حسین کا الزام سیکرنا نہ اعمال
میں لکھ دیا سارا جہان یہ کہتا ہے کہ یزید نے قتل امام کا حکم نہیں دیا تھا ابن عباس نے اپنے ہاتھ
یہ بشرارت کی اور خلعت کا یہ چہرہ خود یزید کے طفیل ہے کیونکہ اس نے جس سے دربار میں
یہ کہا کہ میں نے ابن زیاد کو قتل کا حکم نہ دیا تھا۔ اسکو لازم تھا کہ حسین کو میرے پاس آنے
دیتا۔ حالانکہ یزید کا یہ قول بالکل جھوٹا ہے اور اس امر سے مکاری و فریب پر مبنی ہے کہ یزید کے پاس
پاس یزید کے پاس خط موجود ہیں جن میں عداوت عداوت لکھا ہے جس طرح ممکن ہے حسین
کا اور اس کے خاندان کا بالکل خاتمہ کر دینا چاہئے۔

لہذا میں ہرگز کلمہ کے حکم میں حصہ نہ لوں گا اور یزید کے اس نازہ حکم کی تعمیل نہ کروں گا
چنانچہ ابن زیاد نے ایسا ہی کیا اور یزید کو جواب لکھ بھیجا کہ میں بہت بیمار ہوں مگر کیا مجھ میں طاقت ہے
ابن زیاد کے اس جواب سے یزید نے بیچ و تاب تو بہت کھایا مگر کیا کر سکتا تھا۔ خون کا
گھونٹ پیکر خاموش ہو گیا مگر اس کو یہ کھٹکا لگا کہ اگر ایسا نہ ہو ابن زبیر اہل مدینہ کی کمک کو
چڑھ دوڑے اور مسلم بن عقبہ دونوں طرف سے بیچ میں گھر جائے اور اس میں شک
نہیں کہ اگر اس وقت ابن زبیر مدینہ والوں کی اعانت کرتے تو مسلم بن عقبہ اور اس کی فوج
کا وہیں خاتمہ ہو جاتا اور ابن زبیر کو مکہ پرعتا بلکہ پیش نہ آتا جو آخر کار اس سپاہ مسلم
سے بعد فراغت جنگ مدینہ میں پیش آیا۔

پھر مدینہ کا حال سننے ابن حنظلہ نے حضرت فضیل ابن عباس کو سپاہ مدینہ کا مشورہ پیش
بنایا۔ اور نہایت دانتی سے دایاں بایاں درست کر کے لڑائی پر آمادہ ہوئے۔
آخر مسلم بن عقبہ نے بھی فوج کے پردوں کی ترتیب قائم کی اور وسط میں اپنا تخت
بچھا کر بیٹھ گیا۔ کیونکہ وہ تخت بیمار تھا۔

لڑائی شروع ہوئی اور اہل مدینہ کی پہلی ہی یورش میں شامیوں کی صفیں کھ گئیں، اور
انہوں نے بے تحاشا جھگڑ شروع کیا۔ مسلم ہر چند ان کو آوازیں دیتا تھا مگر کوئی شخص ٹھہرتا

تھا۔ اسی اثنا میں حضرت فضیل بن عباسؓ گھوڑا دوڑا کہ مسلم کے قریب گئے اور چاہا کہ مسکا
 خاتمہ کر کے لڑائی کو اپنے حق میں ختم کر دیں انھیں خبر نہ تھی کہ مسلم بیمار ہے اور تخت پر بڑا ہوا ہے
 تخت کے سامنے مسلم کا زرہ پوش غلام ہتھیار لگائے ہوئے کھڑا تھا اور بھاگنے والوں کو
 پتھر پھینک کر بھاگنے سے روک رہا تھا فضیل سمجھے ہی مسلم بن عقبہ ہے اس واسطے انہوں نے
 نہایت دلیری سے اس غلام پر حملہ کیا اور ایک ہی داریں اس کے دو ٹکڑے کر دیئے غلام
 کے سر سے ہی فضیل نے آواز دی میں نے مسلم کو مار ڈالا میں نے مسلم کو مار ڈالا اس صدا
 کو سنا اہل مدینہ نے تکبیر کا نعرہ بلند کیا اور شای اور بھی سرا سدا ہو کر بہانے لگے +
 مسلم نے یہ حالت دیکھی تو وہ جھٹ پٹ تخت سے اٹھا اور پہنی ہتھیار لگائے
 گھوڑے پر سوار ہوا اور فضیل کو آواز دی کہ کس کو مارا میں مسلم بن عقبہ موجود ہوں فضیل نے
 پٹ کر اس پر بھی حملہ کیا اور چلتے تھے کہ ایک بھر پورا تھا اس کے بھی ماریں کہ مسلم کا تیر
 اُنکے سینہ پر آکر لگا جس کے صدر سے وہ شہید ہو کر گھوڑے پر سے گر پڑے +
 فضیل ٹپٹل مدینہ میں سب سے بڑے بہادری و صف فلک تھے ان کی شہادت ہوئے ہی مدینہ والوں
 پر شامنا چھا گیا اور لوگوں کی ہمتیں پست و شکنہ ہونے لگیں۔ گوزید بن عبدالرحمن ابن
 عوفؓ نے فضیلؓ کی یہ حالت دیکھی تو تلوار کھینچ کر دوڑے اور چاہا کہ مسلم کا کام تمام کر دیں مگر مسلم
 نے ان کو وار کرنے کی تہمت نہ دی اور ایک نیزہ ایسا مارا کہ یہ بھی شہید ہو کر گر پڑے +
 ان دو شہداء کو لگا کر ناکہ نام اہل مدینہ گھبرا گئے اور ان کے حواس باختہ ہونے
 لگے اور شایسوں کی بھاگی ہوئی فوج نے مسلم کے یہ دو تھکے دیکھے تو وہ بھی بھاگنے بھاگے
 پٹی اور اہل مدینہ پر خونخوار حملہ کیا۔ ابو خثامی جو حق پٹ کرتے تھے اور اہل مدینہ پر حملہ کرتے
 تھے انہوں نے مسلم بن عقبہ سے کہا۔ آپ بیمار ہیں آپ کو لڑنے کی ضرورت نہیں آپ تمنا ہی بچتے
 ہم ان سب کو فیصلہ کیے دیتے ہیں مسلم یہ سن کر چونکا کھڑا ہو گیا اور فوج کے اندر ول کو کھڑے کھڑے
 لڑائی کے گڑبانے لگا۔ اس کی فوج کے صف میں حصین بن نمیر تھا جو مردانہ داریتخ دینی کر رہا تھا

یوکیا بن حنظلہ گھوڑے سے کودے اور پیدل ہو کر علوہ جلعانی شرمش کی مسلم بن عتبہ سے اپنی فوج سے نکار کر کہا۔ تم بھی پیدل ہو جاؤ۔ چنانچہ حصین بن نمیر اپنی فوج سمیت گھوڑے کو دھڑا پھر مسلم نے نکارا۔ تیر برسات۔ شامیوں نے کمائیں کھینچیں اور تیروں کی بارش شروع کی جن سے ابن حنظلہ کے قین بیٹے شہید ہو گئے۔ ابن حنظلہ نے یہ ذہبت دیکھی تو بے تابانہ ہائے کاغزوہ مارا۔ اور کہا اب جینے کا کیا مزہ یہ کہہ کر تلوار سونپی اور ایسا سر فرسٹ حملہ کیا کہ حریف گھوگھٹ کھا کر پرانگہ ہوئے لگا کر مسلم حصین نے سنبھا کا پھر پوش کی اور اسی پوش میں پچاسے ابن حنظلہ اور انکے بڑے بڑے ساتھی جام شہادت پیکر زمین پر گر پڑے اور شاہی لشکر فتح کے نعرے لگاتا ہوا مدینہ کے اندر گھس گیا۔ اس وقت مسلم بن عتبہ نے ملک کیا۔ تم پر مدینہ والوں کا خون اور عزت و مال آج کے دن میں حلال کرتا ہوں جس کی میعاد تین روز تک ہے۔

چنانچہ اس مقدس متبرک مقام میں جہاں رسول اشکین نبی الحرمین محمد رسول اللہ صلعم چلتے پھرتے تھے جہاں حق و انصاف کی سنادی ہوتی تھی جہاں جبریل وحی لیکر لاتے تھے جو دنیا بھری آنکھوں کا تارا تھا یزید کے بے دین لشکر نے قتل عام شروع کیا وہ گناہ گار دے گناہ کا امتیاز نہ کرتے تھے انھوں نے بچے بوڑھے کی تمیز نہ کی مدینہ کی گلیوں میں خون کے تالے بہ گئے ہر گھر ٹٹ گیا جل گیا۔ خاص حرم رسول کے اندر ان یہ ایمانوں نے ناگفتہ بہ سفاحیاں کیں۔ بوڑھے اور تارک دنیا صحابہ سول اللہ صلعم عبادت کے حجروں سے نکل کر بھاگے اور پہاڑوں کے غاروں میں جا کر چھپ گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے آج تک ان باہمی فسادوں سے اور لکی توڑ جوڑ سے سر دکا رہ نہ رکھا تھا۔ انکا کام فقط یہ تھا کہ علم حدیث اور علوم قرآن کی اشاعت کریں اور رات دن یاد خدا میں مصروف رہیں۔ یزید کے لشکر نے ان سب کو تہلکہ میں ڈال دیا وہ لوگ دونوں فریق سے الگ تھے مگر ان پر بھی ظالم یزیدوں نے تلواریں بلند کیں۔ اور وہ النیث یا رسول اللہ النیث یا رسول اللہ کہتے ہوئے مدینہ سے بھاگے جتکے تعاقب پر

یزیدی فرج تلوار چمکاتی ہوئی دوڑی۔ وہ پناہ ڈھونڈ رہے تھے مگر کوئی پناہ نہ ملتی تھی حضرت
ابوسعید خدری مشہور صحابی رسول بھاگتے بھاگتے پہاڑ کی ایک کھوہ میں گھس گئے مگر وہاں بھی
ایک یزیدی سپاہی تلوار لیکر پہنچ گیا۔ چاہتا تھا کہ ہاتھ چھوڑے اور اس مقبول الٰہی بندہ
کا کام تمام کرے کہ ان کی زبان سے یہ آیت نکلی:-

لَئِنْ بَسَطْتَ اِلَیَّ يَدَكَ لَنَقُتَنَّكَ مِمَّا اَنْزَلْنَا بِكَ اَلَيْسَ لَكَ اَنْتَ لَا تَقْتُلُكَ اَوْ
اَخَافُ اَللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اگر تو میرے قتل کے لیے ہاتھ بڑھائے گا تو میں اپنے ہاتھ کو
بلند نہ کر دوں گا مگر تجھے قتل کروں کیونکہ میں خدا کے رب العالمین سے ڈرتا ہوں)

شامی نے پوچھا تو کون ہے یہ بولے ابوسعید خدری صحابی رسول یہ مشکاس
برنجت کو کچھ خیال آیا۔ اور ان کے قتل سے باز آیا۔

غرض تین سو دن تک مدینہ میں ظلم و ستم کا اندھیرا چار با قتل و غارت کی آفت برپا رہی
تین دن کے بعد امن و امان ہوا اسلام نے سب لوگوں کو مسجد نبوی میں جمع کر کے اعلان کیا
کہ اب قتل عام موقوف۔ آؤ جو شخص یزیدی کی اطاعت کا حلف اٹھائے گا اس کی جان کو
امان ہے ورنہ یہ تیغ ہے اور اس کا سر ہے +

خلقت تھکی ماری رٹی ہوئی، تباہ شدہ۔ جمع ہوئی اور مسلم کے سامنے یزیدی اطاعت
کا حلف اٹھانے لگی جب حسب عادت وہ لوگ کہتے کہ ہم بیعت کرتے ہیں حکم خدا اور
سنت رسول اللہ کے موافق۔ تو مسلم کہتا نہیں خدا رسول نہ کہو۔ یوں کہو حکم یزید کے موافق
مردان بن الحکم باوجود مشافقت قلبی کے مسلم کے اس حکم کو برداشت نہ کر سکا اور اس نے
کہا اے مسلم تیرا یہ کہنا درست نہیں ہے بیعت تو حکم خدا حکم رسول ہی کے ناموں پر لیا جاتی
ہے مسلم نے تیزی بردل کر کہا چپکے رہو میں کسی کی بیعت قبول نہ کروں گا جب تک وہ حکم یزیدی
اطاعت کا حلف اٹھائے مردان بچار اس قہری کے خوف سے آگے بڑھ کر کہہ سکا اور دم بخود ہو کر رہ گیا۔
یہ صحابی امیہ کی تلوار کا وہ وار جو خاص مدینہ کی گردن پر پڑا۔ یہ بچتا واقعہ ہے جو کہ بلا کے

بعد یزیدی نامہ اعمال میں خون کے سرخ حروف سے دوبارہ لکھا گیا *

مسلمان فقط کربلا کے مقتدہ کو جانتے ہیں اور صرف اسی ایک توحہ پر یزیدی بنی امیہ کی بد اعمالیوں کو منحصر سمجھتے ہیں مگر میں ان کو اس کتاب میں دکھانا چاہتا ہوں کہ انکی تلواروں نے دین کی گردن پر سپرہ شام تلواریں ماری ہیں۔ انھوں نے صرف پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فراموشی کو شہید نہیں کیا بلکہ وہ اس کے بعد خود رسول کے مزار پر حملہ آور ہوئے اور اہل کی سلسلہ عزتوں کو پامال کیا اور اس کی بنیاد پاکیزگی میں اپنی شراب نوشیوں غلوں ریزیوں اور غارتگریوں سے دہستے لگائے مگر اس دامن مطہر پر کوئی دہبہ نہ لگا۔ خود ان ہی کے اعمال نامے قیامت تک کے لیے گنہ گار اور کالے ہو گئے *

یہ تمام واقعات میں نے تاریخ طبری کی چوتھی جلد سے لیے ہیں۔ تشریحات میری قلم کی ہیں مگر اصل واقعات سب طبری کے ہیں ان میں میں نے کمی بیشی نہیں کی صرف سمجھانے کے لیے عبارت کو کہیں کہیں مشرح کیا ہے *

اب جو لوگ یزید دینی امیہ کی حمایت میں غلوں بانی ایک کیے دیتے ہیں جنہوں نے میری کتاب محرم نامہ پر یہ اعتراضات شد و مد سے کیے ہیں کہ اس میں تمام بنی امیہ کی ناروا توہین کی گئی ہے وہ ذرا اس واقعہ کو دیکھیں حضرت امام حسین کی بابت تو انکی (خارجی) زبانیں یہ گستاخانہ الفاظ کہہ رہی ہیں کہ وہ خود کو ذرچرچہ کر گئے تھے۔ اپنے کپے کا خمیازہ بھگتا۔ مگر اہل مدینہ کے اس قصہ میں وہ کیا کہیں گے کیا وہ لوگ بھی یزید پر چڑھ کر گئے تھے کیا انکو بھی حکومت کا دعویٰ تھا کیا ان سے بھی حسین کی طرح اسکا ڈرتا کہ کہیں میرا تخت نہ چھین لیں وہ دیندار جماعت تھی وہ حامی دین گر وہ تھا اسکو یزید کی بد اعمالیاں گوارا نہ ہوئیں انہوں نے ایسے فاسق و فاجر شخص کی بیعت میں شامل رہنا گناہ سمجھا یزید کو یہ مناسب تھا کہ وہ توبہ کرتا اور اپنے گناہوں کو چھوڑ دیتا۔ اہل مدینہ کا مطالبہ بنی تہا یزید کی شان میں بیٹہ نہ لگتا اگر وہ یہ کہہ دیتا کہ تم سچے ہو میں اپنی خطاؤں سے تائب ہوتا ہوں۔ اس سے اس کی مہبت

سیاسی کو مدد نہ پہنچتا کیونکہ یہ ملکی و سیاسی معاملہ نہ تھا محض دینی تھا۔
 کہا جائیگا یزید نے حجت تو پوری کر دی تھی اور اہل مدینہ کے پاس قاسم کی بھی نصیحت
 کا حق تو ادا کر دیا تھا مگر اسکا جواب کیا دیا جائے گا کہ جو مطالبات اس نصیحت کے جواب میں
 اہل مدینہ نے پیش کیے تھے انکا جواب یزید نے کیا دیا۔ کیا انکا جواب تلوار تھی کیا انکا جواب
 قتل عام تھا۔ کیا انکا جواب مدینۃ الرسولؐ کی بے حرمتی تھی کیا انکا جواب یہ کلمہ کفر تھا کہ ا۔

حکم خدا و رسولؐ نہیں بلکہ حکم یزید

عثمان کا قید کرنا بھی اسوجہ سے تھا کہ وہ علانیہ شراب پیتا تھا اس میں بھی کسی مدعی کو
 اعتراض کی مجال نہیں ہو سکتی عثمان سے مراد وہ عثمان ہے جو یزید کا چچا زاد بھائی اور
 مدینہ کا حاکم تھا جسکا ذکر شروع میں آیا ہے

عبدالملک بن مروان کی بہت تعریفیں کی جاتی ہیں ذرا اس کے بھی ابتدائی اوصاف
 کو دیکھ لینا چاہیے کہ جن لوگوں نے اس کے ساتھ احسان کیا ان ہی کے قتل و غارت کی
 اس نے مسلم کو تدبیریں بتائیں۔

مدینہ کے بعد ابیں کہہ کا حال لکھتا ہوں کہ بنی اُمیہ کی تلوار نے خانہ خدا کے ساتھ
 بھی بے ادبی و بے حرمتی کا کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا۔ یہی تلوار مدینہ پر تھی اور یہی تلوار
 اس واقعہ کے بعد مکہ پر پہنچی جسکا قصہ اس طرح ہے +

دوسری تلوار مکہ پر

محرم نامہ میں حضرت زبیرؓ کا حال پڑھا ہو گا جو جنگ جمل میں قتل ہوئے تھے۔ ان کے
 صاحبزادے عبداللہ ابن زبیرؓ نہایت عاقل و فرزندانہ نوجوان تھے جنکی والدہ حضرت اسماء
 بنت ابی بکر صدیقؓ نے ان کو اپنی ذہانت و لیاقت سے اعلیٰ درجہ کی تربیت دی تھی۔

امیر معاویہ نے یزید کو وصیت کرتے وقت یہ الفاظ کہے تھے "اگر حسین ابن علی سے تیری لڑائی ہو تو ان کو جان سے نہ مارو کہ ہماری ان کی قرابت ہے اور اگر عبد اللہ ابن زبیر سے جنگ ہو اور مجھے یقین ہے کہ ضرور ہوگی تو تیرا قابو چڑھے تو اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو کہ وہ بڑا ہی مکار ہے"

اس کتاب کے دوسرے باب میں معاویہ و ابن زبیر کے مکالمات نظر آئیں گے انہی ابن زبیر کی دلیری گہرے خیالات اور اونچے ارادوں کا اندازہ ہو سکے گا وہ نہایت عابد و زاہد بزرگ تھے بنی امیہ نے جبکہ جبکہ ان کی نسبت مکاری اور دغا شعاری کے الفاظ ہتھل کئے ہیں مگر ان کی زندگی کے تاریخی حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دور اندیش مدبر تھے حکومت عملی سے کام کرتے تھے مگر انکی ذات سے فریب کم اور دغا کا کوئی واقعہ سرزد نہیں ہوا۔

حضرت امام حسینؑ جو وقت کہ بلا کو تشریف لے جانے لگے تو حضرت ابن عباسؓ نے ان سے کہا تھا کہ تم کو ابن زبیرؓ نے اس سفر کی رغبت دلائی ہے کیونکہ وہ چاہتے ہیں کہ تم یزید کے ہاتھوں تباہ ہو جاؤ تو میرے لیے ترقی کا میدان صاف ہو جائے مگر حضرت امام حسینؑ نے اس شبہ کو تسلیم نہ فرمایا تھا اور ابن زبیرؓ بھی اس کی تردید کی تھی +

اس میں شک نہیں کہ ابن زبیرؓ نہایت محتاط تھے حریفوں کے فریب کو ہزار کوس دور سمجھ جاتے تھے اور یک کڑوں برس پہلے آئندہ کی تدبیریں سوچتے تھے مگر یہ صفات حسنہیں مگر کی باتیں تھیں مدبر اور پولٹیشن دہی ہے جو گدہ پیش سے باخبر اور آئینہٴ حالت پر گہری نظر رکھتا ہو جب حضرت امام حسینؑ کا واقعہ کر بلا میں ہو چکا تو یزید کو ابن زبیرؓ کا فکر ہوا اور یہ ایسا کام تھا جس کے نکالے بغیر یزید کی سلطنت بے خطر نہ ہو سکتی تھی یزید نے واقعہ کر بلا کے بعد ولید بن عقبہ بن ابی سفیان کو کایہ اور مدینہ دونوں کی حکومت دی تھی ولیبڑا ہوشیار اور مستقیم حاکم تھا اس نے ابن زبیرؓ کے مخفی ارادہ حکومت کو سمجھ کر گت بگڑانی شروع کر دی تھی۔ اسی زمانہ میں ابن زبیرؓ نے ایک ایسی چال چلی کہ یزید کو مات ہونا پڑا اور وہ یہ ہی انھوں نے

یزید کو ایک خط لکھا جس کی عبارت بہت ہی ہمدردانہ تھی اور جس میں یزید کو مصلحت
ملکی کے نشیب و فراز بتائے گئے تھے اور آخر میں یہ بھی لکھا تھا کہ ولید بن عقبہ دان و ذرعات
اندیش امور و اسکو مکہ مدینہ کی حکومت سے الگ کر دینا چاہیے و نیز اپنی سلطنت کو نقصان نہ پہنچا
یہ خط ایسی حکمت علی سے لکھا گیا تھا کہ یزید نے اس کو سراپا اخلاص سمجھا اور یہ خیال کیا
کہ ابن زبیر میری سلطنت کے بہت ہی خیر خواہ ہیں چنانچہ اس نے ایک بسا چڑا لشکر لے کر ابن زبیر
کو بھیجا اور ولید کو حکومت حرمین سے معزول کر کے دمشق بلا لیا اور اس کی جگہ عثمان کو بھیج دیا
عثمان وہی حاکم ہے جس کا ذکر اوپر آیا۔ بہت ہی احمق اور نشہ باز آدمی تھا۔
بعد میں جب عثمان کی تالابی یزید پر کھلی اور مدینہ کی لڑائی پیش آئی تو یزید سمجھا اور اس نے
کہا۔ اذہ یہ سب ابن زبیر کی کارستانی تھی۔ اس نے دیکھتا کہ پردہ میں مجھے دغا کی اور
ولید کو معزول کر کے نظم حکومت میں یہ برہی ڈالی۔ اس باس کا قلع و قمع کرنا ضروری ہے۔
مگر انصاف یہ ہے کہ ابن زبیر نے اپنی سیاسی قابلیت کی ایک ضرب یزید کی سیاسی
لیاقت پر لگائی تھی۔ اس میں مکر فریب کچھ نہ تھا یزید میں عقل ہوتی تو اسکو سمجھنا چاہیے تھا
کہ ابن زبیر پُرانا دشمن ہے اس کے مشورہ میں ضرور کوئی مصلحت ہوگی مگر وہ نہ سمجھا اور سمجھا
تو یہ سمجھا کہ ابن زبیر نے میری دوسری سے یہ خط لکھا ہے حالانکہ اس سے کچھ دن پہلے
یزید ایک ایسی حرکت کر چکا تھا جس کا جواب ابن زبیر کی طرف سے دیا جانا لازمی ہو گیا تھا
یزید اگر اس واقعہ کا خیال کرتا تو اور بھی ایک جہ اس کے احتیاط کرنے کی پیدا ہو جاتی اور وہ حرکت
یہ تھی کہ جب کہ بلا سے حضرت امام حسینؑ کے قتل کی خبر آئی تو ابن زبیر منبر پر چڑھے اور خطبہ پڑھا
اے لوگو! عراق کے دغا باز باشندوں نے نواسہ پیغمبرؐ کو ہلاک کر دیا اور یزید یوں نے
ان کو شہید کر دیا۔ یہ بڑا غناک واقعہ ہے حسینؑ کے سوا اس دنیا میں کوئی شخص حق دار غلامت
نہ تھا۔ جسکو ان ظالموں نے بحالت بے بسی و شہت کربلا میں ستم کی چھڑیوں سے ذبح کیا
ہے خیال کرو۔ قاتلوں اور مقتولوں میں کیا فرق تھا۔ یزید یی قاتل گانے گاتے تھے

اور حسینیؑ مقتول تلامذت کلام اللہ کرتے تھے۔ یزیدی قاتل خوف الہی سے بے ہراس اور اندیشہ آخرت سے بے پروا ہو کر قہقہوں اور ہچکچوں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ اور حسینیؑ مقتول خشیہ اللہ اور محاسبہ عقبیٰ سے خائف ہو کر ہر وقت چشم پر آب رہتے تھے۔ تو کیا ایسے سفاک خوریز اس قابل ہیں کہ ہم ان کی اطاعت و بیعت پر قائم رہیں؟ یہ سنکر تمام حاضرین بے اختیار رونے لگے اور انھوں نے بالاتفاق آوازیں دیں۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہم یزید کی بیعت سے منحرف ہوتے ہیں لاؤ ہاتھ پھیلاؤ ہم تمہاری بیعت کریں گے چنانچہ حضرت ابن زبیرؓ نے تمام حاضرین سے مخالفت یزید کی بیعت لے لی +

یہ خبر ولید کو ہوئی تو اس نے یزید کو اطلاع دی۔ یزید نے جاندی کا ایک طوق بنڈا کر اپنے دو معتز آدمیوں کے ہاتھ پہنایا کہ یہ جا کر ابن زبیرؓ کے گلے میں ڈالنا اور اس ہمت سے اس کو میرے پاس قید کر کے لانا تاکہ لوگوں کو میری شان معلوم ہو لیکن جب یہ معتز لوگوں آئے تو ولید نے کہا کہ یزید کی یہ بڑی غلطی ہے۔ یہ طریقہ اس خستہ کے دباؤ کا نہ تھا۔ میں خود ہمارے ساتھ نہیں جاؤں گا۔ تم آپ ہی جاؤ اور یہ طوق ابن زبیرؓ کو پہناؤ۔ یہ کام آسان نہیں ہے۔ یزید نے ابن زبیرؓ کا قید کر لینا کیا ہنسی کھیل سمجھا ہے۔ مردان ابن الحکم بنیہ میں تھا اس نے سنا تو بولا۔ یزید نے بہت بڑا کیا یہ کام تدبیر و حکمت کے سر اسر خلاف ہے۔ لیکن وہ دو معتز نہ مانے اور سیدھے ابن زبیرؓ کے پاس گئے اور طوق ان کے سامنے جا کر رکھ دیا۔ اور یزید کا پیام سنا دیا۔ ان کی ہمت یہ تو نہ ہو سکی کہ دو زور و جبر سے طوق گلے میں ڈال دیتے صرف سامنے رکھنے اور زبانی پیام پہنچانے پر اکتفا کی +

ابن زبیرؓ بڑے دانشمند اور متحل مزاج تھے انہوں نے طوق کو دیکھا۔ یزید کا پیغام سنا مگر سنہ سے کچھ نہ بولے فقط گردن اس طرح ہلا دی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس فعل کو حقارت سے رد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ٹیہر و بچہ بھونڈا جاسنہ کہاں ہو +

سفیروں پر اتنی اہمیت چھائی کہ وہ چسپ چاپ سنا کر چلے آئے اور یہ نہ کہہ سکے کہ یزید

کیا جواب دیجئے گا ؟

و مشق میں ہاکرا انھوں نے سارا حال یزید سے کہا تو وہ کچھ خفیت سا ہو کر خاموش ہو گیا اس واقعہ کے بعد ابن زبیر نے یزید کو وہ خط لکھا تھا جس کا ذکر اوپر آیا ہے اور جس کی بنیاد یزید نے ولید کو حرمین کی گورنری سے علیحدہ کر کے ابن زبیر کا ٹکڑہ ادا کیا تھا ۔

ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ نے ایک مغرورانہ فخل کا ایک عاقلانہ صبر سے مقابلہ کیا اور دشمن کو ذرہ سے نہیں شربت پلا کر مار ڈالا تو اس میں مکر کی کوئی بات تھی بلکہ انکی ہوشمندگی کی تعریف کرنی چاہیے انھوں نے وقت پر تو صبر و ضبط سے کام لیا اور پھر یزید کی اس طاقت کو جو انکے راستہ میں سد راہ تھی یعنی ولید کی حکومت (خود ولید کے انھوں نے ذیل کر دیا۔ ولید اگر کہ میں رہتا تو وہ ضرور سیاسی توڑ جڑ سے ابن زبیرؓ کے منصوبوں میں رخنے ڈالتا کیونکہ وہ بڑا دانا اور دور اندیش حاکم تھا اسی وجہ سے اس نے طوق والے سفیروں کی امداد اپنے فوجی محکمہ سے نہ کی تھی اور اس کو ایک مناسب موقع کے لیے مختصر رکھا تھا کہ حکمت عملی سے ابن زبیرؓ کو اسیر کر کے دمشق بھیج دوں گا ۔

ولید کے معزول ہونے اور عثمان کی کمزوریوں اور بے خبریوں نے ابن زبیرؓ کو موقع ڈا اور انھوں نے اپنی طاقت و جمعیت چپکے چپکے خوب تکمیل کی۔ جس کی اطلاعوں سے فاطمہ ہو کر یزید کو ایک باضابطہ اور عظیم الشان ہم مکہ پر بھیجنے کی ضرورت پیش آئی۔ چنانچہ مدینہ کی قتل کاری سے فارغ ہونے کے بعد مسلم بن عقبہ کو حکم پہنچا کہ تم سید سے مکہ پر چڑھ جاؤ ۔ مسلم اس لشکر سفاک کو یکسر جلی گواروں نے اہل مدینہ کے خون چاٹ چاٹ کر ایک بڑی حوصلہ مندانوں کے خون چاٹنے کی اپنے اندر پیدا کر لی تھی مکہ کی طرف چڑھ دوڑا ۔

لیکن جب مکہ کے قریب پہنچا تو اس کی سابقہ بیماری حد سے بڑھ گئی اور اس نے جانا کہ وقت آخر آن پہنچا تب اس نے حصین بن زبیر کو بلایا اور کہا۔

یزید نے چلتے وقت حکم دیا تھا کہ تیرے بعد حصین بن زبیر سپہ سالار لشکر ہوگا بے میں تو

اب مرنے والوں اب تو اس سپاہ کی کمان ہاتھ میں لے کر دیکھ اس کا خیال نہ کیجیو کہ غنائہ خدا ہے
اور یہاں خونریزی بڑی ہے۔ ہرگز انہیں جس قدر شدت ہو سکے کیجیو اور فتح کے بعد چہا تک
ملک ہو کسی سرکش کو زندہ نہ پہنچے دیکھو۔ امام کے حکم کے آگے غنائہ خدا کوئی چیز نہیں۔
امام کا حکم غنائہ خدا اور ساری زمین سے افضل ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں جو کچھ عبادت
کی ہے آج میں خیال کرتا ہوں جبکہ میری موت میرے سامنے ٹھہری ہو کہ ساری عمر کے اعمال
سے میرا یہ عمل سب سے بڑا ہو گا جس نے دین میں کیا اور حکم امام کی خاطر تین دن قتل عام کر کے
ہر باغی کا خاتمہ کر دیا مجھے یقین ہے کہ اسی ایک عمل خیر کے سبب میری نجات ہو گی۔
یہ کہہ کر مسلم بن عقبہ مر گیا۔ (یہ سب کیفیت تاریخ طبری کے ترجمہ فارسی جلد ۴۴) مطبوعہ
کنڈوری پریس سے بلافاصلہ ایک حرف ترجمہ کی گئی ہے۔ پڑھنے والے ذرا اپنی انیمہ کے
سپہ سالاروں کے عقائد ملاحظہ فرمائیں مجھے اس پر سوائے نعوذ باللہ من ہذا العقائد
پڑھنے کے اور کسی حاشیہ لکھنے کی ضرورت نہیں اسبستہ اتنا لکھ دینے کو جی چاہتا ہے کہ بنی انیمہ
خصوصاً امیر معاویہ صحبت رسول میں زیادہ حاضر نہ رہنے کے سبب اسلام کے عقائد صحیحہ سے
محروم تھے اور جب وہ خود نہ جانتے تھے کہ اسلام اور شعار اسلام کی کیا شان ہو تو ان کے سپہ سالار
فوج اور اہل لے لک کیا خاک جان سکتے تھے کیونکہ ان کی معلومات تو اپنے بادشاہوں کی
ذات صفات سے وابستہ تھی پس جیسی روحیں تھیں ویسے فرشتے تھے)

مسلم بن عقبہ کے مرنے کے بعد حمید بن میسر نے فوج کی انصری پورے اختیارات سے
ہاتھ میں لی اور مکہ کے مہتابہ کی طرف قدم بڑھائے۔

حضرت ابن زبیر نے بھی کئی دلیروں کو جمع کر کے کلمہ یک کلمہ جنگ کر لئی تیاری فرمائی
اور پہلے میدان سے کہا کہ عنیم تم کا ماندہ آیا ہے۔ اسکو فرصت نہ دینی چاہیے +
چنانچہ ابن زبیر نے دشمن پر یکبارگی حملہ کر دیا ان کے لشکر کے دائیں بازو پر حضرت
مسند بن زبیر نے تھے اور بائیں بازو پر حضرت مسند بن حمرہ +

جب حملہ ہوا تو شاہیوں نے بھی جان توڑ کر جواب دیا اور ایسے جوش و خروش سے لڑے کہ بڑے کر ابن زبیر کا بیٹنہ یعنی فوج کا دایاں بازو بکھر گیا اور مناز بن زبیر شہید ہو کر گر پڑے۔ مناز کے شہید ہوتے ہی کی فوج نے گھونگھٹ کھایا اور شاہیوں کے حوصلے بڑھ گئے۔ انھوں نے بڑے بڑے کر ہاتھ مارنے شروع کئے اور حضرت ابن زبیر شکست یاب ہو کر آہستہ آہستہ فوج کو بٹھالتے ہوئے پسا ہونے لگے یہاں تک کہ شہر کے اندر داخل ہو کر دروازہ ہو گئے اور شاہی سپاہ نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔

اب محاصرہ کے حالات حرب کی باری آئی۔ اہل مکہ دیواروں پر سے تیر برساتے تھے اور شاہی باہر سے تیروں کا جواب تیروں سے دیتے تھے۔ نیز انھوں نے مخفیاتی کی کھیں بھی تفصیل کے باہر اونچے مقام پر لگائیں اور ان کے ذریعہ بڑے بڑے پتھر شہر میں پھینکنے لگے یہ مخفیاتی پرانے زمانہ کا ایک آلہ حرب ہینکلی کی صورت کا ہوتا تھا جس سے قلعوں و شہروں کے اندر پتھر اور آگ برساتی جاتی تھی مخفیاتی کی سنگ باری نے شہر مکہ میں آفت برپا کر دی کسی شخص کی مجال نہ تھی جو وہ گھر سے باہر نکلتا کیونکہ رات دن پتھروں کا مینہ برستا تھا۔

حریفوں نے ایک آراہیے مقام پر نصب کیا جس کی زد خاص حرم کعبہ پر پہنچتی تھی اور اس سے بڑے بڑے پتھر کعبہ پر مارنے شروع کیے جس سے حرم کی عمارتیں ٹکنا چور ہو گئیں۔ خاص کعبہ کا وہ حصہ جو چبئی تھا۔ اس سنگ باری سے شکستہ ہو گیا۔

ایک روایت ہے کہ سوائے گرد و غبار انھوں نے کچھ نقصان نہ دیا البتہ آگ سے ضرر پہنچا تھا۔

کافر مکہ میں

بنی امیہ کی یہ پہلی بدعت تھی کہ وہ اس مقام مقدس میں کافر سپاہیوں کو بھی ساتھ لے گئے تھے۔ حالانکہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں جب یہود کو جلا وطن کیا گیا تھا یہ حکم قرآن شریف نے دیا تھا کہ مشرک لوگ ناپاک ہیں۔ اس سال کے بعد پھر ان کو بھی اس مقام مقدس میں نہ لگنے دیا جاسکے۔ چنانچہ اس حکم اچھی کی بموجب آج تک اس پر عمل ہو رہا تھا مگر بنی امیہ نے

کون کون سے احکام قرآن الہی ہائے حقہ جو وہ اس ارشاد خداوندی کا لحاظ کرتے +
اپنے ساتھ حبش کے کافر سپاہیوں کو بھی لائے تھے جن کے گھوڑوں، دینہ کے موہن
کی گردنیں کٹا دی گئیں اور انہیں مکہ کی قتل کاری کے واسطے بھی یہاں اکٹو لایا گیا اور یہ خیال
کسی نے نہیں کیا کہ خطہ بھارن کفر و شرک کی ہستیاں ہستہ پاک کر دیا گیا ہے اور کفار و مشرکوں
کے اجسام خسر اس طبقہ سے ممنوع ہو گئے ہیں +

تاریخ طبری کے ترجمہ فارسی کی جلد چہارم صفحہ ۶۳۲ پر یہ عبارت ہے
وانکس کہ یحییٰ امانتے سپاہی بود از کافران۔ جہنہ

جو یحییٰ جبار تھا حبشہ کے کافروں میں کا ایک سپاہی تھا) غرض صراطِ سارامینہ یہ
یہ سنگ باری ہماری رہی اور خیب ربیع الاول کا وہ مبارک مہینہ شروع ہوا جس میں سر
کائنات صلعم کی میلاد و وفات کی تاریخیں ہیں تو بنی اسید کی حرارت اسلامی میں ایک نیا شعلہ
پیدا ہوا۔ اور انھوں نے کعبۃ اللہ کو جلا دینے کی تیاری شروع کر دی۔ یہ ایسا ملعونہ کام
تھا جس کو دنیا کا کوئی غیر تہمسلمان سکتے کی بھی تاب نہیں رکھتا تھا۔ مگر اس یزید کے لشکر نے
رجب کا آج کل بعض نیک گمان اصحاب حضرت یزید رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت زید رضی اللہ
اتعالیٰ عنہما یا حضرت یزید علیہ السلام کہا کرتے ہیں) غارِ خدا کے سوختہ کرینے کا ارادہ کیا اور
دش ربیع الاول ۶۰ھ میں یزید کے دن یہ یزیدی نیکی عمل میں آئی شروع ہوئی۔ اونحیت
کے ذریعہ بیت اللہ میں آگ برپائی جانے لگی جس وقت یحییٰ نے خدا کے گھر پر بھڑکتی
ہوئی آگ کے شعلے برسانے شروع کیے اہل ایمان کے کچھ فخرانے لگے اور حق و
صداقت کے دل لرز گئے مگر سفاکان یزیدی فخر یہ اشعار گائے تھے۔ گویا اس عمل غیر
کا شایانہ نہ تھے اور بیت یزدانی کی بربادی سے ذرا نہ شرماتے تھے +

لعینوں کی آتش ملعونانہ نے حرم مطہر کو دھواں دار کر دیا کعبہ کے غلاف میں آگ لگ گئی
اور وہ سارا آن کی آن میں جگہ خاک ہو گیا اس وقت پروردگار عالم کی ترقہ کو حبش ہوئی

اور اصحاب فیل کے بعد ان اموی اصحاب ان پر آسمانی دوزخ کا ایک ٹکڑا نازل ہوا
 کا فزان حبش چاہتے تھے کہ دوبارہ منجیق کا شعلہ کعبہ پر پھینکیں کہ بیکام منجیق میں آگ لگ گئی
 اور وہاں سے پھیل کر تمام لشکر کو شعلہ بوالہ بنا دیا۔ آگ لگی آگ لگی کے غل نے ہر شخص کے
 اوسان کھود دیئے اور شامیوں سے کانپ کانپ کر اپنے سپہ سالار حصین بن نمیر سے کہا ہمارا
 توبہ ہے ہم خانہ خدا کے ساتھ اس سے زیادہ گستاخی نہیں کر سکتے اب حد ہو گئی۔ اب توبہ
 آسمان سے دوزخ کی آگ بھی برسنے لگی۔ ہم ہرگز لڑنا نہیں چاہتے چلے دمشق کو واپس
 چلے اب ہمارے اس صحار پر سے قطعی انکار ہے۔

حصین نے انکو بھجایا اور کہا ذرا دم لو۔ اور صبر کرو۔ یہ نیکو میں ابھی خط لکھتا ہوں
 وہاں سے جب تک جواب آئے تک وہاں ٹھیرنا ضروری ہے رطبری کا بیان ہے کہ منجیق
 سے آگ کعبہ پر پھینکنے میں کچھ غلطی ہو گئی اور شعلہ خود اپنے لشکر میں گر پڑا اور اس سے
 آگ لگ گئی جس کو عوام نے آسمانی آگ تصور کیا۔

رہبر حال جو کچھ ہو آگ ضرور لگی اگر منجیق ہی کی غلطی تھی تب بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ قدرت کا
 عذاب اسباب مادی کے ماتحت ہوا کرتا ہے خدا نے یہ عینی سبب اپنی پراگندگی کا پیدا کیا
 حصین و سپاہ میں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت ابن زبیر نے فیل پر سے پکار کر کہا
 لو وہ تمہارا فرمان غارت ہوا یعنی یزید کے مرنے کی خبر دی) اس خبر سے فوج اور بھی
 پریشان ہو گئی۔ مگر حصین بن نمیر نے ان کو تسلی دی اور کہا۔ ابن زبیر بڑے سکار و جالاک
 ہیں کیا خبر ہے انہوں نے ہمارے دل توڑنے کو یہ افواہ اٹھا دی ہو۔ جب تک ہمارے
 پاس دمشق سے خبر نہ آئے صبر کرنا چاہیئے۔ سپاہ ناموش ہو گئی۔ نمیر نے حصین بن نمیر کا
 دوست صادق ثابت بن قیس نخعی کو فرسے آیا اور اس نے حصین بن نمیر کو خبر دی کہ واقعی
 یزید مر گیا۔ اور اس کی جگہ معاویہ بن یزید غلیفہ مقرر کیا گیا ہے۔ کو فرس میں بغاوت ہو گئی اور
 لوگوں نے عبداللہ بن زبیر کی سمجیت کا اعلان کر دیا۔ اور مدینہ میں بھی لوگوں نے ہمارے

قائم مقام کو مار کر نکال دیا اور قید خانہ توڑ ڈالا۔ اور جو شخص بنی امیہ میں ملا اسکو سید ینغ شہ تیغ کر دیا
ابن حصین بن نمیر کے اوسان جاتے رہے اور اس نے لشکر میں کوچ روانگی کی
عام شادی کرادی۔

جب رات ہوئی تو حصین بن نمیر نے حضرت عبداللہ ابن زبیر کو پیام بھیج دیا کہ
آپ دس آدمیوں کے ساتھ بطلے مکہ میں آئیے میں بھی دس آدمی کو لیکر وہاں آتا ہوں
مجھے آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ اب لڑائی کو ختم سمجھنا چاہئے۔ آپ بے تامل
ویسے زود تشریف لے آئیں۔

حضرت ابن زبیر دس آدمیوں کو لیکر اس میدان میں آئے اور حصین بن نمیر بھی آیا
اور اس نے ابن زبیر سے خطاب کر کے کہا۔

یزیدم گیا اس کے بیٹے کو لوگوں نے بادشاہ بنا دیا ہے مگر ضرورت ایک ایسے امام
کی ہے جو امامت کا سزاوار ہو۔ لہذا چلے میرے ساتھ ملک شام میں چلے میں خود بھی
آپ کی بیعت کروں گا اور تمام شام والوں سے بھی بیعت کروں گا یہی نہیں بلکہ تمام جہان
میں آپ کی خلافت کا جھنڈا لگا دوں گا۔ طبری میں ہے کہ ابن زبیر نے اس بات کے
قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور فرمایا۔

میرے سامنے حضرت حسینؑ کی مثال موجود ہے کہ بیشمار کوفیوں نے انکو بلایا مگر
ایک شخص نے بھی انکی مدد نہ کی بلکہ انکے قتل کر دیوے یہی کوئی لوگ تھے۔ میں ہرگز شام
نہ جاؤں گا۔ میرے واسطے یہی نشانہ خدا کا فی ہے جسکو توفیق ہو یہیں آجائے اور مجھ سے
بیعت کرے میں اہل مدینہ کی خونریزی کا عرض ضرور لوں گا۔ مگر شام میں جا کر نہیں اسی جگہ
بیعت کر اسکا تذکر کیا جائیگا۔ اس گفتگو میں ابن زبیر تیز اور گرم چونکہ بلند آواز سے باتیں
کر تے تھے اور مدینہ بن نمیر زہری اور اسکی سے بولتا تھا۔ حصین بن نمیر نے جب ابن زبیر
کی زبان سے اہل مدینہ کے خون کا اتنا تمام لینا سنا تو وہ ہنسنے لگا۔ کیونکہ یہ زود خود اس کی

ذرت پر پڑتی تھی کیونکہ وہ بھی مسلم بن عقبہ کیساتھ قتل نام پر شریک تھا۔ ابنِ حصین نے منہ بنا کر کہا کہ میں تو تمام بہت عقلمند سمجھتا تھا مگر تم تو بچوں کی سی باتیں کرتے ہو میں کہتا ہوں آؤ چلو میں تمکو روئے زمین کا بادشاہ بنا دوں اور تم فقط اہل مدینہ کے انتقام لینے کے خیال میں ہو یہ بالکل طفلانہ باتیں ہیں اچھا تم ہاؤر بہتیں استعجا رہے یہ کہہ لپٹنے لشکر میں چلا گیا اور ابن زبیر شہر مکہ میں منتشر ہونے لگے آئے۔

بعض مؤرخ ابن زبیر پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ انھوں نے حصین بن نمیر کا کہنا سنا ورنہ وہ تاج دمشق کے مالک بنجاتے۔

مگر یہ ان کی سراسر غلط بیانی ہے۔ بھلابی اُمیہ کی فوج کا ایک افسر اس شخص کا ساتھ دیتا جس نے بشار بن یزید کو تہ تیغ کیا تھا۔ اس کے علاوہ حصین بن نمیر ایک فدوی افسر تھا تاجدار دمشق کا حصہ دار نہ تھا نہ اس میں ایسی رستی اور فوج اہل کے جو ہر نظر آتے تھے جو ابن زبیر اس کے قول پر یقین کر لیتے کہ میں اہل شام کو بہتاری بیعت کرادوں گا۔ بلکہ ساسے بہمان کا مالک تم کو بنا دوں گا۔ ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی اس قول کو بیچتا تھا اور اہل اوعاکہ کہہ سکتا تھا کجا کہ ابن زبیر جیسے دور اندیش مدبر اس کے کہنے میں آجاتے ابن زبیر نے حضرت امام حسینؑ کی جو مثال دی وہ بالکل درست اور قرین عقل تھی اس لیے ان کا انکار کرنا غلطی نہیں عین دانشمندی کا کارنامہ تھا۔

چونکہ حصین بن نمیر نے ثابت ابن قیس ثقفی سے مدینہ کے فساد کی خبر بھی سنی تھی اس واسطے وہ مکہ سے سببِ ہمدردیہ گیا اور جا کر دیکھا کہ واقعی وہاں بڑی ابتری پھیلی ہوئی تھی اور بنی امیہ کے بہت سے خون ہو چکے ہیں اور ابتری بے انتظامی کے سبب ہر چیز گراں نایاب ہو رہی ہے۔ حصین نے یہ دیکھ کر سبب انتظام کیا اور فتنہ کو مناسب تدبیروں سے دبا دیا۔ اس کے بعد اس نے دمشق جانے کا ارادہ کیا تو بنی امیہ کے آدمی کہنے لگے ہیکہ بھی اپنے ساتھ لے چلو ورنہ یہاں ہماری جانوں کی خیر نہیں حصین نے اس کو منظور کیا اور چلنے کی تیاری کرنے

لگی گر لشکر میں گھوڑوں کے لیے گھاس باطل نہ تھی حصین خود درینہ کے باہر نکلا اور چارہ
دگھاس تلاش کرنے لگا۔

اس نے دیکھا کہ ایک فوجوان عرب اونٹ پر سوار چارہ مانگ رہا ہے جس کے ساتھ گھاس
اور چارہ کے اونٹ بھی ہیں حصین اس جوان کے قریب گیا اور کہا اے عرب یہ گھاس
بچ ڈال مجھے اس کی ضرورت ہے اس نے جواب دیا یہ گھاس بکری کی نہیں ہے
میں نے تین گدیوں ہی بے قیمت بخش دی جا لے جا حصین کو اس بے تعارف سخاوت
سے تعجب ہوا اور اس نے پوچھا تم کون ہو اور تمہارا نام کیا ہے۔ جوان نے کہا میں علی
بن حصین بن علی شہوں اور تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے حصین نے اپنا نام بتایا تو حضرت
زین العابدین کو یاد آگیا کہ واقعی یہ حصین بن نمیر ہے اور اس کو میں نے کربلا کے دن
عمر بن سعد کے لشکر میں اپنے والد ماجد سے لڑتے دیکھا تھا۔

حصین نے کہا اے ابن علی آپ نے سنا کہ یزید مر گیا اور جان بے امام ہو گیا۔ آئیے میرے
ساتھ ملک شام چلیں میں آپ کو تمام ہمسایہ دنیا کا خلیفہ بنا دوں گا اور اس وقت
میں خود اور میرے ساتھی جو گنتی میں پانچزار میں آپ کی جمعیت کر لیں گے آپ ہم لوگوں
کو عراقیوں اور کوفیوں کی طرح بے دغا اور بے دغا نہ سمجھیں وہ سب زمانے ہیں اور ہم
مردانے ہیں۔ ہم سے بے دغائی نہ ہوگی اور آپ سب کو معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح
آپ کی حمایت کرتے ہیں۔

حضرت امام زین العابدین نے حصین کی تقریر سنی تو گھاس چارہ کے گٹھے اسکے
آگے پھینک دیئے اور کہا اے یہ میں نے تجا کوئے اور اپنے اونٹ کی ہمارا اٹھا کر
فرمایا میں نے مشقت مان لی ہے، اور خدا نے تعلی سے عہد کر لیا ہے کہ کسی شخص کی
ہجرت قبول نہ کر دوں گا۔ یہ کہا اور اونٹ دوڑا کر وہاں سے تشریف لے گئے حصین دیر
تک حیران کھڑا رہا کہ اللہ اکبر بنی ہاشم کیسے سخی اور بے پرواہیں اور کیسے میرے پیش میں کہ میرے

استی بڑے منصوبہ کو ایک معمولی بات کی طرح شکر منہ پھیر دیا اور اس طرح چلے گئے گویا
میں نے ان سے کوئی بات کہی ہی نہ تھی +

تالاق باب تالاق بیٹا

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے قریب ہلکانوں کی یہ حالت ہو جائے گی کہ وہ
چالاک، مکار، اور دنیا پرست آدمیوں کو لائق و عقل مند کہیں گے۔ اور ایسا نڈا رہے اور
دیندار لوگوں کو نالائق اور بیوقوف کا خطاب دیں گے یہی حال بنی اُمیہ کا تھا کہ جب یزید گیا
تو اس کے بیٹے معاویہ بن یزید کو بادشاہ بنایا گیا اور ان کی ہیجت تمام لوگوں نے کی معاویہ
بن یزید رحمۃ اللہ علیہ بیعت یسین کے بعد منبر پر چڑھے اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا اے
لوگو! جب میں نے اس حکومت اسلامی پر غور کیا اور اپنی حالت کو دیکھا تو زمین آسمان
کا فرق پایا۔ اس خدمت عظیم کے لیے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ جیسے آدمیوں کی ضرورت
ہے۔ اور مجھ میں ان کے پاسے خاک ہونے کی بابت بھی نہیں ہے اس واسطے میں اس
بوجھ سے دست بردار ہوں اور سلطنت کے تاج و تخت کو ہٹا دے آگے رکھتا ہوں
تم جس کو چاہو یہ ویدو مجھے اس کی مطلق ضرورت نہیں ہے یہ اگر حضرت معاویہ بن
یزید رحمۃ اللہ علیہ خلافت خانہ میں چلے گئے اور بنی اُمیہ میں ایک شور و غوغا مچ گیا اکابر
و اعیان سلطنت پھر حضرت معاویہؓ کے خلافت خانہ میں گئے اور عرض کیا کہ اگر آپ خود
خلافت ترک فرماتے ہیں تو کسی کو اپنا جانشین مقرر فرما دیجئے +

حضرت معاویہؓ نے جواب دیا۔ جب میں نے اس کی مٹھاس چھوڑ دی تو اس کی تلخی کس کو
دولت چاہو میرے پاس سے۔ مجھے اس قصہ سے کچھ سروکار نہیں +

اس واقعہ کے بعد ہر اموی حضرت معاویہ بن یزید کو کوز و نالاق اور بے عقل
کہتا تھا گویا رسولیٰ زاصلعم کی اس مشین گوئی کی تصدیق کرتا تھا جس میں اہل حق و ایمان کی
بابت خبر دی گئی ہے کہ لوگ ان کو نالاق و بیوقوف کہیں گے +

آخر حضرت معاویہ بن یزید چالیس دن تک نہایت خانہ سے نکلے اور چالیسویں دن اسی حالت اعتکاف میں انھوں نے رحلت فرمائی۔

سلام اس مومن حق شناس پر جو نا اہلوں میں اہل اور عوام میں خاص اور غافروں میں فرمانبردار تھا۔

ہم کو یہی اُمید کے قبیلہ سے کچھ عداوت نہیں ہو ہم تو انکے اعمال خبیثہ کی بُرائی کرتے ہیں، لیکن اگر ان میں سے کوئی نیک اعمال ہو نیک خیال ہو نیک کردار ہو تو اس کا ادب و احترام سے ذکر کریں گے۔ اور اس پر رحمت و سلام بھیجیں گے۔ جیسے بنی امیہ کے آفتاب و مانتاب حضرت عثمان غنی، اور حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے آئینہ کاسے سر خود بخود ادب سے جھکا جاتے ہیں اور یہی دلیل جائے برسر حق ہونے کی ہے۔

مرنے کے بعد آئے ہیں رونے مزار پر

یہ کچھ عراق کی سرزمین کا اثر تھا کہ وہاں کے باشندوں میں توں مزاجی زود اعتقاد و طوطہ چٹائی کم ہوتی ہے دفائی قدر تاپیدا ہوتی تھی۔ کوفہ اور عراق کی اکثر آبادیوں کا یہی حال تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں کوفہ اور بصرہ بطور دوزخ و زبردست چھاؤنیوں کے بسائے گئے تھے کیونکہ ایران کی فتح کے بعد اس کے دروازہ پر فوجی استحکام لازمی تھا۔ اس لیے یہاں ان قبیلوں کو آباد کیا گیا جن کی زندگی سائے عرب میں مسلم تھی۔

حضرت علیؓ کے اختہ ان جماعتوں کو بہت عقیدت تھی اور یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں کوفہ کو پایہ تخت بنایا تھا۔ مگر معلوم نہیں عراق میں رہنے کے سبب ان جنگجو قبیلوں میں کیا تاثیر پیدا ہو گئی تھی کہ عین وقت اور موقع پر طوطہ کی طرح آنکھیں بدل لیتے تھے اور ایسے بیرخ ہوتے تھے گویا پہلے ان کو کچھ تعلق تھا ہی نہیں۔ جنگ صفین میں ان ہی لوگوں کے سبب غامی رہ گئی کہ حبیب امیر معاویہ نے قرآن شریف نیزوں پر بند کر کے نرا انھوں نے اکرم ملواریں ہاتھ سے رکھیں اور کہا کہ ہم تو قرآن کا مقابلہ

نہ کہ بیٹے حضرت علیؑ نے ہر چند سچایا کہ یہ سب معاویہ کا کرد فریب ہے اس لڑائی میں کچھ دم باقی نہیں رہا۔ حقیقت شکک گیا ہے ذرا سی ہمت کرو تو میدان مار لیا پہلے گرا بیٹا بیٹا نے ایک نہ سنی بلکہ گستاخانہ انداز سے بولے کہ اگر آپ سنے اس تلوار اٹھائی اور لڑائی شروع کی تو ہم آپ پر حملہ کریں گے اور آپ کو قتل کر ڈالنا تو اب جائیں گے۔

خارجی فرقہ اسی عراق سے پیدا ہوا۔ حضرت علیؑ کا قاتل اسی عراق کا باشندہ تھا اور اسی کوفہ و عراق کی آبادیاں تھیں جنہوں نے حضرت امام حسینؑ کو بڑے شد و دہ اور خاص عقیدت سے کوفہ میں ہجرت کے لیے بلایا تھا۔ مگر ابن زیاد کی ذرا سی غرض سے بدل گئے اور اپنے امام کی نصرت و امداد تو بجا غمہ تلوار کھینچ کر سامنے آئے اور کربلا میں جو جو سفایاں ہوئیں ان کے باقی بانی بھی عراقی اور کوفی تھے جن کو حسب اہلیت کا بڑا دعبہ اور غرہ تھا یہی عاشقانِ اہل پیغمبر تھے جن کی تلواروں نے امام بکس کو اور ان کے ہاتھوں کو بھیک پیاس کی تکلیفیں دیں اور غنا کا لذتوں سے گن گن کر شہید کیا ملک شام کا ایک آدمی بھی کربلا کی جنگ میں نہ تھا ابن زیاد کو ضرر میں اکیلا آیا تھا اس نے جو کچھ کام کیا ابھی جان نثاران اہل بیت کے ہاتھوں سے کیا۔

واقعہ کربلا کے بعد فتنہ ارتقام اور شہید کا عرصہ لیٹے کو کھڑے ہوئے تو ان کوفیوں نے پہلے تو بڑی تہ و تدوی ظاہر کی اور بعد میں بدل گئے اور سچا رہے فتنہ کو یہی شہید گرا دیا حضرت رچہ کو ان ہی لوگوں نے اُٹھارا اور قتال پر آمادہ کیا مگر جب لڑائی پیش آئی تو انکو اکیلا چھوڑ کر غائب ہو گئے اور وہ غلط مردم عالم تبتائی میں خفیہ ستم سے ذبح کر دیے گئے یہاں تک کہ عباسی حکومت کے دور میں بھی ان کی بیوفائیاں سلسل جاری رہیں۔

شیعوں پر طعن کرنے والے کہا کرتے ہیں کہ بنی اُسیہ پر ناحی الزام لگایا جاتا ہے اہل بیت پر ظلم کرنے والے تو خود شیعہ لوگ تھے جنہوں نے بنی اُسیہ سے بڑھ کر بیوفائیاں اور ستم کاریاں فائدان رسالت کے ساتھ کیں اور اپنے ملعونوں میں انہی تاسخی و افحاشات

کو بطور وسیلہ پیش کرتے ہیں ۱۱

اس میں تشک نہیں کر شیعیان کو فہ اور عراق پر یہ الزام باطل صادق آتا ہے مگر اس سے نفس شیعیت ملزم قرار نہیں پاسکتی کیونکہ اگر کوئی مسلمان شراب پیے یا چوری کرے تو ان گناہوں کے سبب اس کی ذات اور اس کا نفس مجرم ہوگا نہ مذہب اسلام پر ذہبہ نہیں آئے گا۔ اسی طرح حسب اہل بیت کی صداقت اہل کوفہ کے اعمال ستیہ سے قابل الزام نہیں ہو سکتی رہا یہ امر کہ بنی امیہ نے اتنا ظلم نہیں کیا جتنا شیعیان کو فہ و عراق کے ہاتھوں سے ظاہر ہوا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی تلواریں سے تو وہ تلواریں اس زخم کا الزام سے گلیا مارنے والے کو۔ ہم تو ایک کلمے کو دیکھتے ہیں کہ حسب اس کے پتھر مارا جائے تو وہ پتھر تار بنو اسے پر پھونکتا ہے۔ پتھر کو کچھ نہیں آتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ پتھر تو یہ اختیار تھا۔ قصور اسکا ہے جس نے پتھر کو جھپٹ پھینکا۔ مانا کہ اہل کوفہ کے ہاتھوں یہ بیادیاں اور سفالیاں ہوئیں۔ مگر ان کے کرانہ والے تو بنی امیہ تھے۔ حکم تو ان کی زبان سے دیتی تھیں۔ تجویزیں تو ان کے دماغ نکالتے تھے۔ لہذا ہی ہر گناہ کے ملزم ہیں۔ انہی پر ہر جفا کا بوجھ ہے اہل کوفہ کا قصور اتنا تھا کہ ان کے کمزور دل بنی امیہ کی کمزور پالیسی اور چالاک سے دب جاتے تھے۔ انکے خیالات بنی امیہ کی ساحرانہ تقریروں سے آن کی آن میں آسمان سے زمین پر گر پڑتے تھے اور پھر وہ ان کے ہاتھوں کی تلوار میں بنگر خود اپنے ہی دھو دہر مارے تھے اور اپنے مقتداؤں کی نشان کو بھول گئے ستاخیوں سے سپیش آتے تھے اور یہ ان کی ذاتی قوی۔ اور میں کہوں گا کہ عراقی زمین کی پیدا کردہ خصلت تھی اور ہرگز ایسے محب اہل بیت نہ تھے جن کے دلوں کو تاثیرات محبت نے مستحکم کر دیا ہو اور ان کے ارادے شیعہ شیعیت سے استنہ بند ہو گئے ہوں کہ کسی ضرر رساں اخو کی رسائی دے تاکہ نہ ہو سکے ۱۲

میں بنی ہاشم اور مجھے خوش ہونا چاہیے تھا کہ شیعوں پر ایک تاریخی چارٹ نظر آئی اور مجھ پر لازم تھا کہ میں ان واقعات کو خوب چمکچمکا کر لکھتا مگر دل اس سے انکار کرتا ہے

کیونکہ یہ ایک ایسی بے انصافی ہے اور ان صادق مہمانِ اہلبیت کی توہین ہو چکے دل سراپا صد اہت
اگرچہ میں شیعہ مذہب کے اصول کو تسلیم نہیں کرتا۔ لیکن خاندانِ رسالت کی محبت ایک
ایسی چیز ہے جس میں میری انکی شرکت ہے۔ وہ لوگ میرے اجداد کے خدائی ہیں۔ اور میں
گوارا نہیں کر سکتا کہ اپنے بزرگوں کے علقہ بگوشوں کو کوفہ کے اشترار سے مشابہت دوں
کو فیوں کو شیعہ کہنا شیعیت کی بے حقیقتی کرنا ہے۔

القسمہ واقعہ کر بلا کے کچھ عرصہ بعد اہل کوفہ کے دل میں غور بخور و ندامت پیدا ہوئی
اور انھوں نے ایک جگہ جمع ہو کر کہا۔

ہم سے بڑا لگا ہوا سرزد ہوا کہ پہلے تو نواسہ رسول اللہ صلعم کو دعوت دی اور بلایا
اور پھر ان کی نفرت سے دم چڑا کر گھر میں بیٹھ گئے اور ان کو بے کسی میں شہید ہو جانے دیا
یہ ایسی خطا ہے جس کو خدا کبھی معاف نہ کرے گا یہ ایسا جرم ہے جس کی تلافی جانِ قربان
کیے بغیر نہیں ہو سکتی۔ ہم پر فرض ہے کہ علیٰ توبہ کریں اور وہ یہی ہے کہ بنی اُمیہ سے خون
حسینؑ کا انتقام لیں۔ اور اس طلبِ خون میں اپنی جانیں صدقے کر دیں۔

یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے حضرت مسلمؑ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور ابن زیاد کے
لئے ہی گھروں میں پوشیدہ ہو کر بیٹھ گئے۔ وہ نہ تھے جنہوں نے میدانِ کربلا میں حضرت امام کا
مقابلہ کیا تھا۔ ان کی خطا صرف اتنی ہی تھی اور کسی عمل میں انھوں نے حصہ نہ لیا تھا۔

اس جماعت کا سرغنہ سلیمان بن صرد تھا۔ سلیمان کی اس تقریر سے تمام حاضرین متاثر
ہوئے اور ہر شخص نے اس کی تائید کی اور یہ قرار پایا کہ بصرہ اور کوفہ میں چپکے چپکے اس
خحرک کو بڑھانا چاہیے اور جب اتنے آدمی ہمارے ساتھ ہو جائیں جو بنی اُمیہ کا مقابلہ
کر سکیں اُس وقت خروج کیا جائے یہ سلسلہ پھری کا ذکر ہے چار برس یہ لوگ اندر ہی اندر
سامان کرتے رہے اور سلسلہ پھری میں انہوں نے خروج کیا۔

سلیمان بن صرد کے خروج کے وقت تختِ دشمن پر مردان ابن الحکم کی حکومت تھی۔

حضرت نوح علیہ السلام کی رحلت کے بعد بنی امیہ نے جمع ہو کر مردان کو خلیفہ اور بادشاہ مقرر کیا تھا اور اس میں عبید اللہ بن زیاد کی کوششوں کو بڑا دخل تھا۔ ورنہ پہلے نہ مردان کو اپنی بادشاہی کا کچھ خیال تھا نہ قوم بنی امیہ کو گراہن زیاد نے بہت کوشش کی اور مردان کو بادشاہ کر لیا۔ کیونکہ ابن زیاد واقعہ کے بلا کے بعد یزید اور اس کے خاندان کا دشمن ہو گیا تھا۔ اس کی غمگینی تھی کہ اب اس تخت پر یزید کی اولاد میں کا کوئی شخص نہ بیٹھ چکا ہے۔ یزید کی اولاد میں جو تھے سب مردان کو تخت پر حکومت بل گیا اور یزید کی اولاد محروم ہو گئی۔ مردان نے تخت پر بیٹھنے ہی ابن زیاد کو لشکر جبار دیکر عرفان کی طرف روانہ کیا کیونکہ حضرت ابن زبیر کا اثر بہت بڑھ گیا تھا کہ اور مدینہ ہی پر ان کی حکومت ہو رہی تھی۔ بیکار کو نہ بھروسہ ہو سکتا تھا۔ لہذا تسلط نہ کیا تھا اور اعلیٰ صوبہ داروں میں مقرر تھے۔ میں بھی اعلیٰ صوبہ میں تھا اور ایران و خراسان میں بھی بنی امیہ کا اثر زائل ہو رہا تھا اور ابون زبیر کا جھوٹا بیٹا بنی امیہ کے پاس صرف شام کا علاقہ تھا جہاں وہ بلا شکرست غیر حکومت کر رہے تھے۔ اس واسطے مردان نے تخت پر بیٹھنے کے لئے صوبوں کا انتظام کرنا شروع کیا اور پہلے عراق پر فتح بھیجی اور ہر سے ابن زیاد روانہ ہوا اور ہر سے سلیمان بن عمرو آگیا اور ان تمام جماعتوں کو سیلا۔ جنہوں نے اس چار سال کے عرصہ میں خونخوار چہرے کا بدلہ لینے کا عہد کیا تھا۔ شاید کرنے سے معلوم ہوا کہ دس ہزار صحت شکن شمشیر زن بہادر اس کے جھنڈے کے نیچے جمع تھے۔

اجتماع کے بعد ان لوگوں نے کہا پہلے ہم کو مزار حضرت امام حسین پر چلنا چاہیے۔ تاکہ ان کی زیارت بھی کریں اور انکی روح سے اپنے ساتھ گناہوں کی معافی بھی چاہیں۔ چنانچہ دس ہزار کا جم غفیر تہہ بہ تہہ ہو کر مزار مبارک پر حاضر ہوا اور مزار کو دیکھ کر ایسا جھنجھس مارا کہ رو دیا کہ کونوں تکس میدان گونج گیا۔ ان لوگوں نے عہد کیا کہ ہم نے بلا کے زمانہ میں جو عذابات کی تھیں اور امداد نام کے لیے گھر دے دیے تھے اس کے عوض آج ہم سب عہد کرتے ہیں کہ قاتلان حسین بیٹے انتقام لینے میں اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔

ان کے گریٹ بیکارپر اردو کا یہ مصرعہ بالکل صادق آتا تھا جس کو میں نے عنوان میں استعمال کیا ہے کہ مرنے کے بعد آئے ہیں اردو نے مزار پر آج ان کے انتقام سے کچھ حاصل نہ تھا۔ اگر یہ اپنی عرافیت اور کوفیت کی بزدلی سے متاثر نہ ہوتے اور آج کی طرح حضرت مسلم کے ساتھ سینہ سپر ہو کر لڑتے تو انتقام لینے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ اب انکا لڑنا عدد و وجہ کی بیوقوفی تھی اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالنا تھا۔ اس وقت اگر یہ حضرت ابن زبیرؓ کے گورنر کو نہ کی مدد کرتے اور انکی افتری کے ماتحت ہو کر بنی امیہ سے لڑتے تو دشمنان بنی فاطمہ کو زک پہنچا سکتے تھے مگر انہوں نے اس عمل خیر میں بھی خود سری کی۔ اور حکمت حرب کو سوچے بغیر غوغاش میں بھرے ہوئے بنی امیہ کے عظیم الشان لشکروں سے جا کر سر لگادیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سب کا فائدہ ہو گیا اور غلامان رسالت کو کچھ فائدہ نہ پہنچا اور نہ دشمنان بنی فاطمہ کا کچھ نیا وہ نقصان ہوا۔

پہلے ان لوگوں نے صلاح کی کہ کوفہ میں چلا کر عمر بن سعدؓ شمر بن ذی الجوشن اور تمام قاتلان حسینؓ علیہ السلام کو قتل کر دینا چاہیے جو کوفہ میں آرام سے بیٹھے ہیں۔ مگر پھر یہ صلاح بدل گئی اور قرار پایا کہ پہلے حکومت بنی امیہ کو سزا دینی چاہیے اصل مقصد تو اسکا ہے۔ قاتلان حسینؓ نے تو اس کے حکم سے یہ کام کیا تھا۔

چنانچہ سب نے اس پر اتفاق کیا اور دمشق کی طرف چلے آئے۔ راستے میں انہوں نے سنا کہ مردان مر گیا اور اکی جگہ اسکا بیٹا عبدالملک بن مردان تخت نشین ہوا ہے۔ اور اس نے کئی سرداروں کے ماتحت ہمارے مقابلہ کے لیے افواج روانہ کی ہیں یہ بھی آگے بڑھے اور عین الزور پہنچا کہ ٹھیس سے اور ہمال شامی فوجوں سے انکا آئنا سامنا ہو گیا۔

دشمن کو دیکھ کر سلمان بن صرد نے افسردہ کو جمع کیا اور یہ تقریر کی کہ دیکھو انتقام کا وقت سامنے آ گیا۔ بہت مردانہ سے کام کرنا۔ اگر میں مارا جاؤں تو سیب میری قاپم تھی کریں وہ بھی قتل ہو جائے تو عبداللہ بن سعیدؓ لشکر کو سنبھالیں وہ بھی کام آجائیں تو رشتہ

سپہ سالاری ہاتھ میں لیں ۔

ادھر عبید اللہ ابن زیاد نے حسین بن زبیر کو بارہ ہزار سوار کے ساتھ آگے بڑھایا اور آخر جمادی الاول ۶۱ھ میں معرکہ قتال آراستہ ہوا ۔

حسین بن زبیر نے فوج سے باہر آکر سلیمان بن صرد کو نصیحت کی اور کہا ۔ آج کل دو فریقے ہیں ۔ ایک زبیری اور ایک مردانی تم قبیلہ سے کہاں سے نکل آئے ۔ نہ تمہارا کوئی امام ہے نہ تمہارا کوئی مقصود ہے ۔ ہم مردانی اور زبیری تو ایک ٹکئی مقصود آپس کی جنگ رکھتے ہیں تمہارا تو کوئی مقصود بھی نہیں نہ تمہارا کوئی سرور ہے نہ تمہاری پشت پر کوئی مدد و قوت ہے پھر تم کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالتے ہو ۔ بہتر یہی ہے کہ آگے لے کر پھر جاؤ اور اس غور زبیری سے باز آؤ ۔

سلیمان بن صرد نے جواب دیا یہ نصیحت اپنی ذات کو کر دو کہ ہر روز ایک نیا امام مقرر کرتے ہو اور تمہارا ہر امام طہل اور ناحق کا حامی ہوتا ہے ۔ ہم بے امام نہیں ہیں ہمارا امام خاندان رسالت سے ہے اور ہم تمہارے ٹکئی مقصود سے زیادہ شاندار مقصود رکھتے ہیں اور وہ نیست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون ناحق کا انتقام ہے ہمیں تم سے کچھ سرور کار نہیں ہے ہماری خواہش صرف اتنی ہے کہ عبید اللہ ابن زیاد کو ہمارے حوالہ کر دو تاکہ ہم اسکو خون حسینؑ کے عوض قتل کریں اور اپنے عبید الملک کو معزول کر دو تاکہ ہم اسکی جگہ اتفاق و جماع عام سے اس شخص کو امام بنائیں جو نبوت کے خاندان سے ہو کیونکہ امامت کے حقدار ہی لوگ ہیں نہ کہ یہ بنی امیہ حسین بن زبیر نے اسکا جواب تلوار سے دیا اور اٹھائی شرع ہو گئی سلیمان بن زبیر کے لشکر نے بڑی جواہری اور جہمت سے مقابلہ کیا اور باوجودیکہ تعداد میں وہ ہزار کم تھے مگر حریت کے قدم پیچھے ہٹا دیے ۔ قریب تھا کہ دشمن لے جاتے ہیں یہاں تک کہ بن زیاد نے میں ہزار آدمیوں کا لشکر اور بھیج دیا ۔ اس تازہ دم فوج کے آنے سے مردانی فوج کی جرات بڑھ گئی تاہم سلیمان بن صرد کی سپاہ کی جہمت میں فرق نہ آیا اور اس نے اسی طرح مردانہ وار مقابلہ جاری

رکھا ایک طرف، ۳۴ ہزار آدمی تھے، اور ایک جانب صرف دس ہزار بڑا سخت اور خوب
معرکہ ہو رہا تھا کہ یکایک سلیمان بن عمرو کے سپینہ پر ایک تیر لگا جس نے انکا دل پاش پاش
کر دیا اور وہ مقتول ہو کر گر پڑے انکے گرتے ہی سپینہ جھنڈا سنبھالا مگر وہ ایک لمحہ میں
کام آگئے تو عبد اللہ بن سید نے فوج کو ہاتھ میں لیا۔ وہ بھی مارے گئے تو قاعدہ آگے
بڑھ کر فوج کو لڑانے لگے۔ مگر اس لشکر کثیر کے مقابلہ کی تاب نہ لائے اور باقی ماندہ
آدمیوں کو بیکر بھاگ نکلتے۔

جب رقاد فرار ہو گئے تو مردانی لشکر فتح کے شادمانے بچانا ہوا اپنی قیام گاہ پر
واپس ہوا۔ یہ تھا قصہ اس جماعت کا جس نے بے اصول جنگ کر کے اپنی جانیں مفت
میں کھو دیں۔ مگر تیر ہفت نہیں گئیں یہ قدرت کا ایک انتقام تھا وہ ان لوگوں نے اپنی
چاہتی تھی جنہوں نے امام برحق کا ساتھ چھوڑ دیا اور انکی بیکی کو آنکھوں سے دیکھتے اور
کانوں سے سنتے رہتے تھے اور باوجود وعدہ و نصرت کے مذکورینکے یہ گھر سے نہ نکلے تھے۔

اختیار بدست مختار

اور اس کے ہاتھ سے

قائدان حسین فی النار

عبیدہ بن مسعود ثقفی کے فرزند مختار نامی نے کوفہ میں بیان کیا کہ جبکہ حضرت محمد بن حنفیہؓ
براہ راست امام حسینؓ نے مامور فرمایا ہے کہ میں حضرت امام حسینؓ کے قانون سے خون کا
ہر لولہ پس جہان البیت کو میرا ساتھ دینا چاہئے کہ جبکہ ہنگامہ پسند لوگ مختار کے
گرد جمع ہوئے تھے تو عبید اللہ بن ابی طیب حاکم کو مذکور اس کی اطلاع دی گئی جو حضرت ابن ہشیرؓ

کی طرف سے کوفہ کے گورنر تھے انہوں نے مختار کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا اور جرنی نامہ میں سلیمان بن صرد کا واقعہ ہوا مختار قید میں تھے انہوں نے رقاہ کو پیام بھیجا جبکہ وہ ابن زبیا کے سامنے سے بھاگ کر کوفہ میں آئے تھے کہ گھبرانہ نہیں۔ لکھتے آتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہو کر خراج حسین کا بدلہ لو لگا رہا تھا۔ رقاہ نے یہ سن کر اس کی ہمت کو بہارا ہوا اور کوفہ کے دیگر عجمان اہل بیت سے باہم مشورہ کیا کہ مختار کو قید خانہ سے رہائی دلوانی چاہیے۔ مگر ایک فرقہ کہہ رہا تھا کہ ہمیں کیا خبر کہ مختار واقعی حضرت محمد حنفیہ کا فرستادہ ہے کہ نہ یہ شخص اسکا ذاتی بیان ہے کوئی ثبوت و شہادت اس پر نہیں ہے۔ اگرچہ وہ ہم دینہ میں چلے کر خود حضرت حنفیہ سے دریافت کریں۔ اگر واقعی مختاران کا مامور ہے تو ہم سب پر اس کی نصرت واجب ہوگی۔ چنانچہ یہ جماعت تحقیق حال کے لیے دینہ روانہ ہو گئی۔ مختار کو قید خانہ میں یہ خبر پہنچی تو وہ بہت گھبرائے۔ کیونکہ انہوں نے تو یہی جھوٹا موٹ یہ بات کہہ دی تھی اور چاہتے تھے کہ اس طرح اپنا رستہ قائم کر کے خراج حسین کا عوض لینا چاہتے۔

مگر حضرت محمد حنفیہ نے بڑی عقلمندی کا جواب دیا جس وقت ان سے مختار کی بابت سوال کیا گیا تو انہوں نے مختار کی ماموری و عدم ماموری کی نسبت تو کچھ نہ فرمایا صرف اتنا کہہ دیا کہ حسینؑ کے خون کا بدلہ لینا ہر شخص پر واجب ہے۔ یہ جواب سن کر اہل کوفہ سمجھے کہ مختار سچا ہے۔ حضرت مسیح مصلحت حکمران کے سبب صاف صاف نہیں فرماتے اس واسطے یہ فقرہ سن کر کوفہ میں آئے اور انہوں نے کہا کہ مختار کا کہنا بالکل سچ ہے حضرت محمد حنفیہ نے ہی ان کو مامور فرمایا ہے۔

اجتہاد اہل کوفہ کے خیالات میں جوش پیدا ہوا اور وہ مختار کی امداد پر کمر بستہ ہو گئے مختار نے سنا کہ حضرت محمد حنفیہ نے انکی ماموری کی تکذیب نہیں کی تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے خلوص قلب سے عہد کیا کہ اب میں صافقتا کے ساتھ اس خاندان کی مدد کروں گا۔ القصد ایک مقررہ دن اہل کوفہ نے یورش کر کے مختار کو قید خانہ سے نکال دیا۔

اور حاکم کو فہ سے غلبہ اٹائی ہوئی۔ جس میں حاکم نے شکست کھائی اور مختار کا کوہ پر قبضہ ہو گیا اور عبدالمشربین مطیع گورنر کو فہ ابن زبیر کے پاس مکہ معظمہ پہنچا کر چلے گئے۔ اب مختار نے باضابطہ امامت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں حاکمیت سے بیعت لی اور صوبہ پر اپنا مکمل تسلط جما لیا۔ نیز اطراف کے صوبجات میں اپنے امر پہنچا کر فہ رفتہ ان کو بھی تخت حکومت لے آیا اور اپنا نام خلیفۃ المہدی مقرر کیا۔

عبدالمشربین زیاد دراستہ میں ابن زبیر کے طرفدار قبیلوں کی جنگ میں لکھا ہوا تھا کہ یکایک اسکو خبر ملی کہ مختار نے ملک لے لیا اور اب اس کی واپسی آسان نہیں ہے ابن زیاد بہت ہمت لہا لیا۔ مگر ایک سال تک حامیان زبیر نے اس کو آگے بڑھنے کا راستہ نہ دیا۔ اس عرصہ میں مختار نے خوب قوت حاصل کر لی اور غوہ ابن زیاد پر حملہ کرنے کی تیاری میں مصروف ہوا۔ اور تین ہزار آدمیوں کا ایک لشکر بائزید ابن انس کی سپہ داری میں ابن زیاد پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔

بائزید بن انس سخت بیمار تھے مگر اسی حالت میں انھوں نے کھڑ کیا اور مہل پر جا کر لشکر ابن زیاد سے مقابلہ ہوا۔

ابن زیاد نے چہہ ہزار آدمی کا ایک دستہ بیعیہ کی افسری میں مقابلہ پر بھیجا مگر بائزید بن انس کے لشکر نے اپنے سے دو گنے آدمیوں کو شکست فاش دی اور شامی فوج کے آدمی بکثرت مارے گئے اور تین سو گرفتار ہوئے۔ جب شامی سپاہ بھاگ گئی تو بائزید کے سامنے قیدی پیش کیے گئے بائزید پر اسوقت سکرات کا عالم طاری تھا اور جس بیماری میں وہ گھر سے چلے تھے اس نے یہاں آکر انکا خاتمہ کر دیا تھا اور شام کو وہ زفاری نسبت کہہ چکے تھے کہ میرے مرنے کے بعد زفاری لشکر کے سردار بنائے جائیں۔

جس وقت قیدی ان کے سامنے آئے دم سینہ میں آچکا تھا مگر ہمت اور فرخندہ شناسی کا یہ حال تھا کہ اسوقت بھی کام نہ چھوڑا۔ منہ سے تو کچھ بول نہ سکے۔ ہاتھ کو گردن پر پھیر کر اشارہ

کیا کہ ان سبب قیدیوں کو قتل کر ڈالو۔ یہ اشارہ کر کے انتقال کر گئے اور زفر نے ان کے حکم کے بموجب ان تین سو شاہیوں کو اسی وقت قتل کر دیا اور یہ سب واقعات مختار کو لکھے اور تحریر کیا کہ ابن زیاد کا لشکر بہت زیادہ ہے ہمارے پاس جلدی مدد آنی چاہئے ورنہ محنت بلبہ دشوار ہوگا۔

مختار نے یہ خبر سنی تو بہت خوش ہوئے اور ایک دوسرا لشکر سات ہزار آدمیوں کا ابراہیم بن مالک بن اشتر کی افسری میں روانہ کیا مگر ابھی یہ لشکر کو فرسے ایک منزل بھی آگے نہ بڑھا ہوگا کہ کوہ کی مشہور غزالی رنگ لائی اور عادت قدیم نے عود کیا یعنی مختار کے خلاف بغاوت برپا ہو گئی۔ ان لوگوں نے یہ شہ در کیا کہ بایزید بن انس ابن زیاد کے ماتحت مائے گئے اور دوسرا لشکر انتقام کے واسطے بھیجا گیا ہے۔ اس خبر کو مشہور ہو تو تھا کہ ہنگام پندہ کھڑے ہو گئے اور مختار کے خلاف شورش چا دی اور کہا کہ ہم دو زبردست دشمنوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ ایک طرف بنی امیہ جڑے چلے آتے ہیں دوسری طرف ابن زبیر انتقام پر کمر بستہ ہیں۔ ایسی حالت میں مختار جیسے کمزور آدمی کی صحبت قلم نہیں رکھ سکتے ایک اور مضبوط آدمی کو اپنا امام بنائیں گے۔

مختار نے یہ ترکیب کی کہ ایک طرف تو ایک ساڈنی سوار ابراہیم بن مالک اشتر کے پاس دوڑایا کہ فوق لیکر جلدی واپس چلے آؤ اور دوسری طرف ان باغی کوینوں سے کہنا شروع کیا کہ ماں ابھی بات ہے تم کوئی دوسرا شخص منتخب کر دیں خوشی سے اسکی بیعت کر دوں گا۔ مجھے عام راستے سے ہرگز اختلاف نہیں ہے میں ہر حال میں تمہارے ساتھ ہوں۔ کوئی مختار کے اس نرم جواب سے ٹھنڈے ہو گئے۔ اور انہوں نے بھد لیا کہ مختار ہمارے بس میں ہے ہم مختار کے بس میں نہیں ہیں کہ یکایک ابراہیم بن مالک اشتر کی فوج پلٹ کر ان پہنچی اور انہوں نے تمہاری ایک قتل عام شروع کر دیا اور تھوڑی دیر میں سارا فتنہ دب گیا۔ اور جو قبی خور سے کوئی جب ایک ہزار سات سو کی تعداد میں قتل ہو چکے تو باقی جو بڑے تاجدار بن گئے۔

طبری نے لکھا ہے کہ اس خونریزی میں، آدمی تو وہ ماسے گئے جو کہ بلا کے دن یزید کے لشکر میں شریک تھے اور جنہوں نے حضرت امام حسینؑ سے جنگ کی تھی اور اب کو فرس آرام میں بیٹھے مڑے کرتے تھے اور یہ بغاوت ان ہی بزدلوں کی شرارت سے برپا ہوئی تھی +

قائدانِ حسینؑ کی اہل

جب بغاوت فرو ہو گئی تو ایک شخص نے مختار سے کہا کہ آپ خون حسینؑ کا انتقام لینے کے لیے ابن زیاد سے لڑنا چاہتے ہیں مگر وہ تو صرف ایک آدمی ہے اس سے آپ جب چاہیں لگے بدلہ لے لیں گے۔ ضرورت اس کی ہے کہ ان خاص قتل کرنے والوں سے بدلہ لیجئے جنہوں نے اپنے ہاتھ سے حضرت امام کو قتل کیا یا ان کے سامنے تلوار کھینچ کر کھڑے ہوئے۔ چار ہزار آدمی کہ بلا کے دن واسے اسی کو فرس موجود ہیں جن کو آپ نے اپنی پٹار میں رکھ چھوڑا ہے پہلے تو ان کا قتل واجب ہے اس کے بعد ابن زیاد کو دیکھئے گا۔ ان چار ہزار میں عمرو بن سعد بھی ہے شمر بن ذی الجوشن بھی ہے عیسیٰ بن یزید بھی ہے +

مختار نے کہا بیچہ کہتے ہو میں پہلے ان ہی برنجتوں کا علاج کرتا ہوں چنانچہ مختار نے اپنے غلام کو بھیج کر شمر کو بلایا اور جب وہ سامنے آیا تو اسی وقت عمرو بن سعد بھی مختار کے سامنے کو آیا۔ مختار نے ان دونوں کو دیکھا تو کہا کیا تم ہی دونوں شمر و عمرو بن سعد ہو۔ کیا تمہارے ہی حکم سے آل رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے پیاسے گلوں پر خنجر چلائے گئے تھے کیوں عمرو بن سعد بتا کہ تو نے اس وقت ایمان اور عاقبت کا کچھ خیال نہ کیا اور بتا کہ تجھ کو اس کے عرض کتنی دنیا ملی اور کیوں شمر تو نے ہی نبوت رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے فرزند کو سامنے کھڑے ہو کر فوج کر لیا تھا تجھ کو شمر نہ آئی کہ جب تک تو کلمہ پڑھتا ہے یہ ان کے نواسہ ہیں +

شمر و عمرو بن سعد کا پیٹنے لگے اور منہ سے کچھ نہ کہہ سکے۔ اس وقت مختار نے حکم دیا پانچہ لیان لحدوں کو اور یزید سے اس پھر سے طرح کے اندر خنجر سے حلال کر ڈالو +

جلاؤں نے ایسا ہی کیا شمر و عمرو بن سعد ہا جزی کرنے لگے کہ ہم ہر قصہ میں ابن زیاد نے حکم اس کا حکم دیا تھا۔ مختار نے کہا اچھا گھبراؤ نہیں ابن زیاد کو بھی تمہارے پاس جلد بھیجتا ہوں وہاں اس سے شکایت کر لینا کہ ہم نے تیرے سبب جان گنوائی۔ یہ کہہ کر جلاؤں کو اشارہ کیا اور اس نے دونوں کو ذبح کر دیا۔

خلقت کیلئے کے عالم میں خاموش کھڑی تماشا دیکھتی تھی اور کوفہ کے یہ دونوں نامی سردار خاک و خون میں ایڑیاں رگڑا کر جان ڈالے ہوئے تھے کسی کی مجال نہ تھی جہان کی سفارش میں ایک لفظ منہ سے نکالتا۔

ان کے قتل کے بعد مختار نے حکم دیا اور جو لوگ قتل حسین میں شریک تھے ان کو گرفتار کر کے لاؤ جس نے ان کو شہید کیا جس نے ان کا کڑھ اٹا اور جس نے ان پر گھوڑا دوڑایا جس نے حضرت علی اکبر کو شہید کیا جس نے حضرت علی اصغر کو شہید کیا۔ اور جو لوگ خیمہ کی لوٹ و فارقت میں شریک ہوئے ان سب کے نام لکھو اور میرے سامنے پیش کرو اور پھر ایک ایک کو گرفتار کر کے میرے سامنے لاؤ۔

اس حکم پر فورا عمل کیا گیا اور یہ جھاکار لوگ بندہ بندھ کر آنے لگے جو آتا تھا تیغ جلاؤں کے حوالہ ہوتا تھا۔

اتنے میں کوئی شخص خلی بن یزید کو پکار لایا۔ یہ وہ شخص تھا جو حضرت امام کا سر مبارک نیزہ پر اٹھا کر ابن زیاد کے پاس لے گیا تھا۔

مختار نے اسکو دیکھا تو آگ بگولہ ہو کر بولے ایجاؤ اس ملعون کے چاروں ہاتھ پاؤں کاٹا ڈالو اور میری سرائے کے سامنے ڈال دو تاکہ خلقت دیکھے کہ ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کو تشہیر کرنے والے کی یہ تشہیر و سوائی ہے۔ چنانچہ ایسا کیا گیا اور غلی ہاتھ پاؤں کٹنے کے بعد تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

غرض اس طرح صدائے یزیدی کو فی النار ہوئے اور کچھ لوگوں نے یہ خبر سنی تو

بھاگ کر بصرہ چلے گئے اور مختار کے ہاتھ نہ آئے مگر زیادہ جھٹہ شریروں کا تیغ مختار کا شکار ہو گیا +

آج انھوں نے اپنی بے کسی کے قتل میں دیکھ لیا کہ لاچاری کا مرنا کیسا ہوتا ہے آج ان کو معلوم ہو گیا کہ دنیا کی خاطر عاقبت کو بھلا دینے میں کچھ مزا نہیں آج جب ان کے گلیم پر شجر چل رہا تھا کسی شامی نے کسی کوئی نے ان کی مدد نہ کی۔ آج نہ ابن زیاد ان کی مدد کو آیا نہ مزید سنے کوئی حمایتی بھجوا یا +

آج وہ سگرات کے ٹکنبج میں کسے ہوئے دم توڑ رہے ہیں۔ آج ان کو نظر آیا کہ جس دنیا کی مقتول مخلک موم نے خبر دی تھی وہ یہی ہے +

دنیا میں کوئی بدی عوض سے خالی نہیں ہے جیسے کہ کوئی نیکی ناکام نہیں رہتی من اجل مشقال ذرہ خیر یا ایڑا ومن اجل مشقال ذرہ شہ یا ایڑا جو ایک ذرہ کی برابری کرتا ہے اسکا بدلہ پاتا ہے اور جو ایک ذرہ کی برابر برائی کرتا ہے وہ بھی اسکا عوض حاصل کرتا ہے۔ حضرت امام حسینؑ نے صبر و حق کی قربان گاہ میں نیکی کی نیست سے اپنا سر دیا۔ دنیا دین میں خدا نے یہ نیکی فرما کر رکھے دکھا دی +

اور قاتلان حسینؑ نے جو بدی کی اسکا ثمرہ بھی ان کو مل گیا کہ آج ہلاک کیے گئے دفنخ میں ڈالے گئے۔ اور قیامت تک کے واسطے بدنامی و رسوائی کا داغ چہرہ پر لگ گیا +

ابن زیاد کی باری

کوثر کا قتلہ دہ چکا قاتلان حسینؑ چن چن کرتے التار کیے جا چکے تو اب مختار کو ابن زیاد کا خیال آیا اور انھوں نے ابراہیم بن مالک اشتر سے کہا تم کو میں نے عذر کوثر کے سبب سے پس بلایا تھا اب تم جلدی موصول جاؤ۔ اور اپنے ان بہائیوں کی مدد کرو جو ابن زیاد کے مقابلہ میں ہار پڑے ہوئے ہیں اور ان کی تعداد دشمن سے بہت کم ہے اگرچہ انھوں نے حریف کو ایک

شکست دیدی ہے۔ اور ان کی ہمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنی غیبی تائید سے بلند کر دی ہیں تاہم انڈینہ ہے کہ شام کے لشکر کثیر کے سامنے یہ یقینی فوج سرکشیہ نہ ہو جائے اس واسطے تم کو ایک ایسی یلغار کرنی چاہیے کہ جلد سے جلد موصل پہنچ کر قیام و آرام کا خیال نہ کرنا۔ اور شاگرد گھوڑے دوڑاتے ہوئے جانا جس قدر دیر غدر کو نہ کے سبب یہاں ہو گئی ہے وہ تمہاری تیز رفتاری سے پوری ہوئی چاہئے۔

ابراہیم بن مالک اشتر نے فوراً کربانہی اور سپاہ بھی ہتیار اٹھا کر چلنے کو تیار ہوئی اور قتل خانہ کے ہاں شرط اللہ کو ساتھ لیا کہ خدا اس کی برکت سے تم کو مستیاب کرے گا اور اس طرح بنی اسرائیل تابوت سکندر کو لڑائی میں ساتھ رکھتے تھے اور خدا اس کی برکت سے ان کو منظر و منور کرتا تھا اسی طرح یہ شرط اللہ ہے اور اس کی غیبی برکتیں ہیں یہ وہ چیز ہے کہ اگر یہ تمہارے ساتھ ہوگی تو تمہارا ایک آدمی دشمن کے ہزار آدمیوں کو شکست دیدے گا۔ ابراہیم نے اس کو قبول کیا اور شرط اللہ نہایت دھوم دھام سے اٹھائی گئی جب قتل خانہ کے آگے لوگ اٹھا کر کھڑے ہوئے۔ ہزاروں آدمیوں نے زور زور سے بکیر بکیر پٹہ پٹہ شروع کیں اور نصر من اللہ و فتح قریب کے نعرے لگائے گئے۔ اس وقت ایسا جوش تھا جس کی نظیر کو فہ میں پہلے کبھی نہ پائی گئی تھی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ سات ہزار آدمیوں کی فوج نہیں ہے بلکہ سات لاکھ آدمی جمع ہیں اور یہ تمام دنیا کو فتح کریں گے۔ اہل شہر اور اہل فوج جوق جوق آگے بڑھتے تھے اور شرط اللہ کو بوسے دیتے تھے اور پھر نصر اللہ و فتح و فتح قریب کے نعرے اترتے تھے۔

شرط اللہ کیا چیز تھی

حضرت علیؑ کے ایک صاحبزادے طفیل کے پاس حضرت عائشہؓ کی ایک کرسی تھی جو چتر چتر اجلاس فرما کر عدالت کیا کرتے تھے۔ شہادت کے بعد یہ کرسی طفیل کے حصہ میں آئی اور مختار نے اپنے عروج کے زمانہ میں طفیل کو پیش بہنا نذرانہ دیکر یہ کرسی ان سے لے لی

اور اس کو ایک شاندار صندوق میں رکھ کر چاندی کا قفل اسپر لگایا اور پھر یہ صندوق جامع مسجد میں رکھ دیا گیا۔ جس دن صندوق مسجد میں رکھا گیا۔ مختار نے کھڑے ہو کر ایک تقریر کی اور کہا:-

جس طرح کل مسئلہ انوں کا مقام ابراہیم اور بنی اسرائیل کا تابوت سکینہ ہے۔ اس طرح شیعوں کے واسطے یہ کرسی شرط الشہ ہے۔ اس شیعوں کا تمام دنیا میں بول بالا رہے گا۔ اب کسی کی جرأت نہ ہو سکے گی جو وہ ہم غلامان آل پیغمبر کو نظر عدالت سے دیکھے کیونکہ فتح و نصرت کے ذریعے اس کرسی کے ساتھ ہیں جس فکر کے ساتھ یہ ہوگی وہ اپنے سے ہزار گنے زیادہ فکر پر غالب آئے گا یہ اسد اللہ الغالب کا نشان ہے جو ساری دنیا کے دشمنوں کو مغلوب کر کے گا۔ یہ شرط الشہ ہے آؤ اس کی برکات سے ہمہ اندوز ہوں +

یہ کہہ کر مختار آگے بڑھے اور انہوں نے کرسی کے تابوت پر اٹھ پھیر کر چہرہ پر سے اور پھر نہایت ادب و خشوع سے تابوت کو بوسہ دیا۔ اس کے بعد تمام امرا علما اور دانشور گان شہر و دروڑ اس تابوت کو چومنے لگے پھر قریہ قاعدہ ہو گیا کہ جب نماز ہو چکی تھنقلت اس تابوت کو چومتی اور اس کے کوسیلہ سے اپنی مڑا دیں اور حاجتیں خدا سے مانگتی۔ مجھ کے دن تابوت پر زیادہ بجوم ہوتا تھا +

القصة ابراہیم بن مالک اشتر شرط اللہ کو ساتھ لیکر کوفہ سے اڑے اور ایک ہی بیغار میں حدود دو مہل کے اندر داخل ہو گئے ابن زیاد کا سپہ سالار عمر بن ابی ابراہیم بن مالک کا پڑانا دوست تھا رات کو پوشیدہ ابراہیم کے پاس آیا اور عہد کیا کہ کل اڑائی کے وقت فوج بیکر تھا سے ساتھ آؤ ملوں گا۔ ابراہیم کی اس وعدہ سے ہمت بلند ہو گئی مگر بنی امیہ کے کسی امیر نے وعدہ اور عہد پورا کیا تھا جو عمر بن ابی پورا کرتا۔ صبح کو اڑائی شروع ہوئی تو ابراہیم راہ دیکھتے ہی عمر و ابی آتا ہے۔ ابی آتا ہے۔ آخر یابوس ہو گئے کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ عمر و کا لشکر پیسے سر فروشی سے تھک کر رہا ہے تو ابراہیم نے بھی شرط اللہ کو لے لیا

اور ایک ایسا پُر زور حملہ کیا کہ شامیوں کے ہوش بگاڑ دیے اور ان کے قدم میدان سے اکھڑ گئے۔ ابن زیاد صفوں کی پشت پر اپنے خیمہ میں تھا اُس نے سنا تو اسیان سے کھینچ کر میدان میں آیا اور جھگڑوں کو بکھارنے لگا۔

میں ہوں عبداللہ ابن زیاد تم کہاں جا تے ہو دشمن کی تعداد بہت تھوڑی ہے تم بہت نہ مارو میرے ساتھ آؤ۔ اور بڑھو کہ ابھی ان کو فیوں کو شہ تیغ کیے دیتا ہوں۔

ابن زیاد کی تقریر سے شامی پھر جمع ہونے لگے اور انہوں نے یکبارگی ایک جوش و خروش کا حملہ کو فیوں پر کیا۔

کوئی بھی سمٹ کر آگے بڑھے شرط اللہ کہ آگے بڑھایا اور غزوہ لگا کر تلوار چلائی شروع کی۔ اس وقت بڑی گھسان کی لڑائی تھی۔ ہر فوج دوسری فوج کو کچل ڈالنا چاہتی تھی۔ کوئی تعداد میں تھوڑے تھے مگر شرط اللہ کہ دیکھ کر غرض میں آتے تھے اور دیوانوں کی طرح دشمن پر اپنے پڑنے لگے۔

وقت آچکا تھا ابن زیاد کی زندگی کا پیالہ لبریز ہو گیا تھا اس نے تیرہ اور کوشتن میں تو کسہ نہ کی مگر مشیت و تقدیر کے نور نشہ سے لاچار تھا کہ بلا کا خون سر پر بول رہا تھا۔ اس نے ابن زیاد کی تیرہوں کو پلٹ دیا اور کوئی حربی چال کام نہ آ سکی۔ حالانکہ ابراہیم بن مالک شتر کی فوج کا میمنہ شامی دستوں نے چیر ڈالا تھا۔ اور اس رُش کے کوئی بے تحاشا بھاگ نکلتے تھے مگر یکایک قدرت نے پاسہ بدلا اور ایک کوئی سوار ابن زیاد کے سامنے پڑ گیا یہ سوار ابن زیاد سے غریب تھا کیونکہ حکومت کو فہ کے زمانہ میں اس کو بارادیکھا تھا جو اس ہی آئنا سامنا ہوا کوئی نے ایک برچھا ابن زیاد کے سینہ پر مارا جس سے وہ گھوڑے کی پشت پر اٹا جھک گیا شامی دوڑے اور انھوں نے چاہا کہ ابن زیاد کو نہالیں اور قاتل سے بدلہ لیں مگر کسی کو کوئی سوار نے فرصت نہ دی اور ایک دوسرا بھر پور ہاتھ تلوار کا بھی ابن زیاد کے کندھے پر مارا جو سینہ اور کمر کو کاٹا ہوا دوسری طرف نکل آیا اور ابن زیاد آہ کہتا ہوا گنگار گپڑا

ابن زیاد کو مرتے ہوئے دیکھ کر شامی فوج کے اوسان جاستے رہے اور اس نے اس بہت
ہو کر بھاگنا شروع کیا۔ اس وقت ابراہیم بن مالک نے حکم دیا کہ جو سامنے آئے مار ڈالو اور کسی
شامی پر رحم نہ کرو۔ اس کے بعد ابن زیاد کا سر کاٹ کر کوفہ میں مختار کے پاس بھیجا گیا اور
ابراہیم بھی منظر و منظر ہو کر آہستہ آہستہ کوفہ کی طرف واپس ہوا۔

یہاں کوفہ میں تین دن پہلے مختار سے کہہ دیا تھا کہ ہمارے لشکر نے فتح پائی ابن زیاد
مارا گیا اور اس کا سر عنقریب کوفہ میں لایا جائے گا۔ اس پر کوفہ کے باشندوں نے مختار کو برا
بھلا کہنا شروع کیا اور بڑے رسول خدا صلعم کے بعد آج تک کسی نے علم غیب کا دعویٰ نہ
کیا تھا تجھے کیونکر معلوم ہو گیا کہ ابن زیاد مارا گیا اور اس کا سر لایا جا رہا ہے لیکن جب واقعی
کوفہ میں سر لایا گیا تو خلعت مختار کی پیشین گوئی کی تکمیل دیکھ کر حیران رہ گئی۔

مختار اسی مقام پر بیٹھے تھے جہاں ابن زیاد اپنی حکومت کے زمانہ میں بیٹھا کرتا تھا
اور انہوں نے ابن زیاد کے سر کو بھی اسی مقام پر رکھوایا جہاں حضرت امام حسینؑ کا سر
ابن زیاد کے آگے رکھا گیا تھا۔ اور اس کے بعد انہوں نے کہا۔

اے لوگو! خدا کی گرفت سے ڈرو اور ظالموں کا یہ انجام دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔
یہ ابن زیاد کا سر ہے جو یزید بن معاویہ کا بھائی تھا اور جس کو اپنی عقل۔ اپنی تدابیر اور اپنی
قوت پر بہت گھمنڈ تھا جو خدا کی نصرت کا خیال دل میں نہ لاتا تھا اور بنی امیہ کی عظیم الشان
سلطنت کے مادی ساز و سامان پر اس کو تکبر و بھروسہ تھا۔ وہ سمجھتا تھا ہمارے پاس بڑا
مناک ہے ہمارے پاس لا انتہادولت ہے۔ ہمارے پیشارد و گارہیں جن کے سامنے کوئی تلوار اٹھانے
کی ہمت نہیں رکھتا اس واسطے ہم ہمیشہ قائم رہیں گے اور ہماری حکمرانی کو کبھی زوال نہوگا۔
دیکھو بنی امیہ کے اور دربار یزید کے سب سے بڑے نامور امیر اور سب سے زیادہ باتیر جنگبار
سپہ سالار کا یہ سر ہے۔ جس کو ہم بے پناہ اور ناجائز زندگان خدا نے محض اس ظالم و نافرور و گار
کی مدد سے کاٹ ڈالا تم سب گواہ رہو ہم خدا کے فضل کا اقرار کرتے ہیں۔ اس نے ہم کو

یہ فتح دی ہے۔ ورنہ ہماری بباطلتے بڑے کام کر نیکی نہ تھی کیونکہ نہ ہمارے پاس بڑا ملک ہے نہ ہمارے پاس اپنی اُمیتہ کے سے خزانے ہیں۔ نہ وہ کثیر العدد لشکر میں جنگی دبا کے بنی اُمیتہ کا غلغلہ روکنے زمین پر چار کھا ہے مگر ہمارے پاس حق جو صداقت جو۔ اور مظلوم خون کی حمایت ہے۔ دیکھو خدا نے ہم کو سرخ رو فرمایا۔ ہم نے ان سب دشمنوں سے بدلے لیا۔ جو اس کو فکے کے باہر کر بلا کے میدان میں سینہ مظلوم امام حسین سے لڑے تھے اور انکی بیگناہ شہید کیا تھا۔ کچھ دن پہلے ہم نے شمر و عمر و سعد کو قتل کیا اور تمام قاتلان حسین کو قتل کیا تھا۔ مگر یہ سب بڑا موزی جو کر بلا کے ہر قتل و غارت کا ذمہ دار تھا باقی بچ گیا تھا۔ اور ہمارے دل اس سے انتقام لینے کے لیے بے چین ہو رہے تھے۔ لیکن اسکی قوت و عظمت کو دیکھ کر ہمیں اندیشہ ہوتا تھا کہ ہم ضعیف و ناتوان لوگ شاید ہی اس پر قابو حاصل کر سکیں۔ مگر آج خدا نے دکھا دیا کہ جس کام کا ارادہ خلوص نیت اور سچائی سے کیا جائے خدا اس میں مدد کرتا ہے۔ چنانچہ اس نے ہم پر نوازش فرمائی اور ابن زیاد کو ہمارے کمزور ہاتھوں سے قتل کرا دیا۔

ابن زیاد کے سر سے مخاطب ہو کر کہا:

اے عقل و خرد کے خزانے آج تو کہاں ہے۔ کاش تجھ میں خدا جس پیدا کر دے اور تو دیکھے کہ جہاں تو نے ابن رسول اللہ صلعم کا سر اپنے سانسے رکھوایا تھا وہیں فام اس کی جگہ تو دیا ہی خون میں بھرا ہوا رکھا ہے۔ تیری مست پر وہ ناچیز زندہ آبی بیٹھا ہے کہ اگر تو زندہ ہوتا تو کبھی اس مقام تک اسکو نہ آنے دیتا۔ خدا جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ذلت دیتا ہے۔ جس سے چاہتا ہے ملک چھین لیتا ہے اور جس پر (نظر کرم ہوتی ہے) وہ ملک اس کو دیدیتا ہے۔ وہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔

مختار کی اس تقریر سے عبرت و خوف کی ایک تصویر کھینچی گئی اور ہر شخص کے دل پر بشارتی دنیا کا نقشہ جم گیا۔

اس کے بعد مختار نے ابراہیم بن مالک اشتر کو موصول اور اس کے اطراف کا تمام علاقہ

دیدیا اور خود عراق کے انتظام میں مصروف رہا +

مکہ میں ایک علوی کی اسیری

غمار کے عروج اور فتح یا ہموں کی خبریں پہنچیں تو حضرت ابن زبیرؓ کو اس سے کھٹکا ہوا اور انہوں نے اسکا تذکرہ کرنا چاہا اس کے علاوہ جب سے غمار نے ان کے حاکم کو قودہ جبراً مار کر نکال دیا تھا وہ برابر تہمیریں کر رہے تھے کہ کسی طرح غمار کا قلع فتح کرنا چاہیے مگر ان کو ایک طرف تو ایران میں اثر پھیلانے اور حکومت جنانیکا بڑا کام دیر پیش تھا جس میں انکی حضرت نے بہت بڑا نتیجہ حاصل کیا تھا اور انکا اقتدار ایک حد تک تمام ایران پر قائم ہو گیا تھا دوسرے وہ بنی امیہ کے دفاعی فکریں رات دن لگے رہتے تھے اس واسطے غمار پر انکی پوری توجہ نہ ہو سکتی تھی + لیکن ایک تہمیران کے ذہن میں ایسی آئی جس سے گھر بیٹے غمار کا فتنہ فرو ہو سکتا تھا + اگر وہ چل جاتی + اور وہ یہ بھی کہ انہوں نے حضرت محمدؐ حنیفہؓ کو قید کر لینے کا ارادہ کیا + کیونکہ وہ جانتے تھے کہ خود غمار کی ہمتی انکے اشارہ سے قائم ہوئی ہے جب میں انکو قتل یا قید کر دوں گا تو غمار کا جھٹھا خود ٹوٹ جائیگا اور اگر محمدؐ حنیفہؓ نے میری بیعت کر لی تب تو اس مجھ غمار پر میرا تسلط ہو جائیگا چنانچہ جب سب حج کا موسم آیا اور حضرت محمدؐ حنیفہؓ مدینہ سے مکہ حج کرنے کو تشریف لائے تو ابن زبیرؓ ان سے کہا کہ با تو میری بیعت کیجئے تاکہ اس کے عوض میں آپ کو کسی صوبہ کی حکومت دیدوں ورنہ یہ تلوار ہے اور آپ ہیں + حضرت محمدؐ حنیفہؓ نے بیعت سے انکار کیا اس پر ابن زبیرؓ نے ان کو اور سب بال بچوں کو قید خانہ میں ڈال دیا اور پہرے لگادیے + دوسرے دن پھر بلایا اور کہا یا تو بیعت کرو ورنہ میں قتل کا حکم دیتا ہوں + حضرت محمدؐ حنیفہؓ نے جواب دیا ایک سال کی مہلت دو تا کہ میں اس مسئلہ پر غور کروں + ابن زبیرؓ بولے ایک ساعت کی بھی مہلت نہ دوں گا + اس پر محمدؐ حنیفہؓ نے کہا +

سبحان اللہ کیا خدا کی شان ہے + جب کہ منہج ہوا تو آنحضرتؐ صلعم نے صفوان کو

ایک سال کی مہلت دیدی حالانکہ اس وقت وہ کافر اور عنور کا دشمن تھا اور میں مسلمان ہوا
 علی مرتضیٰ کا فرزند ہوں بلکہ مہلت دینے میں تمکو اس قدر بخل ہے۔ یہ لشکر ابن زبیر کے ساتھیوں
 نے کہا۔ اچھی بات ہے آپ انکو درواہ کی مہلت دیدیجئے۔ ابن زبیر نے جواب دیا اچھا تم کو
 مہلت ہے۔ مگر تم میری قید میں اس وقت تک رہو گے جب تک کہ مہلت کا زمانہ ختم ہو۔
 چنانچہ محمد حنیفہ ایک برس دست پیر میں نظر بند کرنے گئے۔ وہ بھی اور ان کے بال بچے بھی۔
 محمد حنیفہ نے چپکے چپکے ایک خط مختار کو لکھا اور وہ ایک ہزار آدمیوں کو بیکر چپ چپ
 کوفہ سے دوڑا اور مکہ میں ایسا ناگہانی آیا کہ کسی فرد و بشر کو اس کی آمد کا حال معلوم نہ ہوا
 یہاں تک کہ جب مختار نے قید خانہ کے پاس تلواریں کھینچیں اور پہرہ داروں کو قتل کرنا
 شروع کیا اس وقت خبر ہوئی۔ مگر جب تک کہ ابن زبیر مختار سے مقابلہ کر نیکساں کریں
 اس وقت تک مختار نے اپنا کام کر لیا قیدیوں کو آزاد کر کے ساتھ لیا اور بھاگ بھاگ
 مکہ سے نکل گیا۔ ابن زبیر کے سواروں نے ہر چند چپا کیا مگر مختار کی دوڑ کو وہ لوگ نہ
 پہنچ سکے اور مختار حضرت محمد حنیفہ کو مدینہ پہنچا کر پھر کوفہ چلا گیا۔

اب تو ابن زبیر کو مختار کی طرف سے بڑا خطرہ ہو گیا اور انہوں نے پہلے اس
 کانٹے کو رستہ سے صاف کرنا چاہا۔ چنانچہ ایران کے حاکموں کے نام پر روانہ جاری
 ہوئے کہ جلدی کوفہ پہنچ کر مختار کا تدارک کرو اور اوہ اپنے ہائی مصعب بن زبیر کو حکم بھیجا
 جو دریاں کے گورنر تھے کہ تم بھی مختار پر حملہ کرو۔

پھر اہل کوفہ کی ناہنجاری

اور مختار کی شہادت بے اختیار می

ایران سے مہلب فوجیں لیکر طوفان کی طرح اٹھا اور بصیرہ سے مصعب بن زبیر
 افواج کے بادل میںے ہوئے کڑکتے پکتے کوفہ پر آئے۔ مختار نے یہ دوہری ضرب بھی

مگر تیوری پر ذرا بھی بل نہ لائے۔ کو فیوں کو سمیٹ کر گرجتے بادل کی طرح بیس ہزار
فوج کے ساتھ حریف کے افق پر چھا گئے۔

مختار نے لشکر کی تقسیم ایسی عمدگی سے کی تھی کہ مصعب نے مہلب پر دو رخی شرب
پڑی تھی مگر کوئی غداروں کے سامنے یہ اکیلا چٹا کیا بھاڑ پھوڑ سکتا۔

مہلب عراقیوں اور کو فیوں کا مزاج آشنا تھا۔ اس نے لڑائی شروع ہونے سے
پہلے ایک سیاسی چال چلی اور سیدان میں نکل کر کو فیوں کو ٹپکارا اور کہا۔

تم کس بستے پر جان کھونے آئے ہو تمہارا کوئی امام نہیں ہے جس کے حکم سے تم پر
لڑائی واجب ہو۔ ابن زبیرؓ امام وقت ہیں اور مختار با عی ہے اسکا ساتھ چھوڑ دو
آؤ امام وقت تم کو معاف کر دے گا اور اسکا انعام تمکو دے گا۔

دو غبار اور ازنی بیو فاول نے مہلب کا ایک فقرہ سنتے ہی صفوں سے بھاگ
شروع کیا۔ مختار نے ہر چند روکا سمجھایا اور سیاسی تقریروں کے انہوں پھونکنے لگے
یہ ایسے پڑھے ہوئے جن تھے کہ قابو میں نہ آئے۔

ادھر مہلب مصعب کی افواج نے مختار پر حملہ کیا اور بڑی شدت سے بازار
قتال گرم ہو گیا بیس ہزار میں سے چودہ ہزار کوئی بھاگ گئے۔ چھ ہزار نے مختار کا ساتھ دیا
اور خوب لڑے مگر میدان کارنگ بگڑا ہوا دیکھ کر مختار کو لیے ہوئے پسپا ہوئے اور کوفہ
میں داخل ہو کر کوشک مختار میں محصور ہو گئے اور دماں سے محاصرہ کی لڑائی لڑنے لگے۔
مصعب نے پیغام دیا اب لڑنا فضول ہے آؤ باہر آجاؤ تم سب کو جان کی امان دی جائیگی
مختار نے انکار کیا مگر ان چھ ہزار کی نیت بگڑ گئی اور ساتھوں نے کہا امان قبول کر لینی چاہئے
مختار نے ان سب کو بہتیری لعنت ملامت کی مگر یہ نہ مانے اور لڑنے سے انکار کر دیا۔
آخر مختار نے عقل کیا کہ پڑے بدے۔ خوشبو لگائی اور تلوار یکے حصار سے باہر نکلے۔
اس وقت ان کے ہمراہ صرف نوشتے آدمی تھے چلتے وقت انہوں نے ان نوشتے کم چھ ہزار

کہا تھے جان کے لالچ میں میرا ساتھ چھوڑا تو ہے۔ اور دشمن کی امان پر بھروسہ کیا تو ہے مگر میں پیشین گوئی کرتا ہوں کہ تم میں سے ایک کو بھی امان نہ ملے گی +

تم سب قتل کیے جاؤ گے میرے ساتھ لڑ کر مر گے تو بہادر کہلاؤ گے آخرت میں اجر ملے گا۔ اور یوں قیدیوں کی طرح مارے گئے تو دونوں جہان کی ذلت ہوگی مگر ان کو فیوض پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اور انہوں نے کہہ دیا جاتیے آپ جان دیجئے مہم تو ہمیں بیٹھے ہیں جب ہم جنگ کر سکیں تو خواہ مخواہ ہکو قتل نہ کیا جائیگا اور مصعب خود اپنے وعدہ امان کو پورا کر نیگے مختار نے کہا میری پیشین گوئی کبھی غلط نہیں ہوئی اور خدا میرے آج کے کہنے کو بھی پورا کر کے دکھائے گا۔ یہ کہا اور نوے آدمیوں کو لیکر حریف پر حملہ کر دیا۔ مگر کہاں وہ لشکر چار اور کہاں یہ نوے تین اور اکیلا مختار تھوڑی دیر تلوار چلی اور آخر بنی فاطمہ کا یہ دغا دار قوت بازو شہید ہو کر گر پڑا۔ اور سر کٹ کر مصعب کے سامنے اسی جگہ رکھا گیا جہاں حضرت امام حسینؑ اور ابن زیاد کے سر رکھے گئے تھے +

اب مصعب نے ان محصور کو فیوض کو سابقہ امان پر باہر آنے کا حکم دیا وہ سب باہر نکلے تھان کے ہتیارے لیے گئے اور یہ حکم دیا کہ مشکلیں باندھ کر قتل کر ڈالو +

ان میں سے ایک جرب زبان کوئی نے کہا۔ ہم مسلمان ہیں اہل قبلہ میں اور ہتھاری امان کے وعدہ پر آئے ہیں ہم پر یہ سحری نہ کر۔ یہ مصعب نے چاہا کہ ان کو معاف کر دیا جائے۔ مگر تمام افسران فوج اور عمائد شہر نے ایک زبان ہو کر کہا کہ یہ بڑے معتمد ہیں ان کو زندہ رکھا تو پھر فنا کریں گے اس واسطے مصعب نے عام رائے سے مجبور ہو کر سب کو قتل کر دیا اور اس طرح خدا نے اپنے بندے مختار کی پیشین گوئی پوری کی +

اس کے بعد ابراہیم بن مالک اشتر کو موصل میں پیام گیا کہ مختار تو ختم ہوئے اب اپنی خیر چاہتے ہو تو ابن زبیرؓ کی بیعت قبول کرو۔ تم کو موجودہ عہدہ پر بحال رکھا جائے گا ورنہ لشکر آئے گا اور تم کو بھی مختار کا سامرا چکھائے گا +

ابراہیم بن مالک نے اس پیام کو تسلیم کر کے ابن زبیر کی بیعت قبول کر لی اور اس نے
اس کے موصل نمک ابن زبیر کی حکومت جم گئی اسکے بعد مہلب یا ران گئے اور مصعب کو فہ کا انتظام کرنے کے
رج کا زمانہ آیا تو مصعب حج کرنے کو کو فہ سے مکہ چلے۔ راستہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر سے
ملاقات ہوئی جو دنیا کو ترک کیے ہوئے ایک مقام پر چپ چاپ عبادت الہی کرتے تھے مصعب
انکی خدمت میں سلام کرنے کو حاضر ہوئے اور جا کر سلام کیا۔ حضرت ابن عمر نے سلام کا جواب
نہ دیا تو مصعب بولے میں نے کیا خطا کی ہے جو آپ نے میرے سلام کا جواب نہ دیا تو
حضرت ابن عمر نے فرمایا کیا اس مقصود سے اور کوئی مقصد بھی بڑا ہو سکتا ہے کہ تو نے چہ ہزار
مسلمانوں کو امان دینے کے بعد مار ڈالا مصعب نے جواب دیا وہ کافر تھے مسلمان نہ تھے۔
ابن عمر نے فرمایا۔ گودہ بکریاں تھیں اور تیری میراث میں آئی تھیں تب بھی حسدا
قیامت کے دن سوال کرے گا کہ بے وجہ ان کو کیوں ذبح کر دیا۔ اے فاضل وہ تو
مسلمان قوم کے اشرف اور سردار تھے۔ اگر چہ خطا دار تھے مگر امان یافتہ دشمن کے ساتھ
یہ بد سلوکی اسلام نے جایز نہیں رکھی +
مصعب اس گفتگو سے ہلہ دل ہو کر خاموش ہو کر چلے آئے اور مکہ کو روانہ ہو گئے۔

مصعب بن زبیر کا وقت آخر

مخار کا دغدر غدر مسٹا چکا اور مصعب بن زبیر کی حکومت ٹھک اور بے خطرہ ہو گئی تو کوفیوں
کے انقلاب پرست فلول میں پھر ابال آیا اور انہوں نے عبدالملک بن مردان تاجدار بنی امیہ کو
دشمن میں خطوط لکھے کہ یہ ملک آپ کا حق ہے تشریف لائیے کہ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں +
مصعب کو یہ خبر ملی تو انہوں نے کوفیوں کے ان اعیان و اکابر کو گرفتار کر لیا جن کی
نیست میں فتور آیا تھا اور جنہوں نے عبدالملک کو دعوت نامے بھیجے تھے اور پھر ان سب کو
قتل کر دیا مگر عراق اور حوض صفا کو فدیہ میں ایک بڑی جماعت ایسی موجود تھی کہ جب بنی امیہ اور

مردانوں کا دم بھرتی تھی چند آدمیوں کے قتل ہونے سے ان کی ہمتیں بہت نہوئیں اور انہوں نے پھر عبدالملک کو چپکے چپکے شہ دی کر آجائے میدان خالی ہے۔
عبدالملک نے خالد بن عبداللہ کو بصرہ بھیجا کہ تو پوشیدہ طور سے دہاں جا کر لوگوں سے بیعت لے اور چپکے چپکے اپنے طرفداروں کو جمع کریں کو فہ پر حملہ کرنے آنا ہوں مصعب میری لڑائی میں مصروف ہو تو بصرہ میں خروج کر دیکھو۔ اس طرح مصعب گھبرا جائیگا اور ہم کو اس کو شکست دیدیں گے۔

چنانچہ خالد بن عبداللہ بصرہ میں آیا اور چپکے چپکے عبدالملک کی بیعت یعنی شروع کی گراس کی خبر جاسوسوں نے نائب مصعب کو پہنچا دی۔ جو بصرہ پر حاکم تھا۔ نائب نے فوج بھیجی اور خالد پر حملہ کیا۔ عراقیوں نے خالد کا ساتھ بھی چھوڑ دیا اور توبہ توبہ کر کے بیعت عبدالملک سے منکر ہو گئے۔ بچارہ خالد زخمی ہوا اور ایک آنکھ ضائع کر کے دشمن بھاگ گیا۔ مصعب نے کو فہ میں یہ خبر سننی تو وہ بصرہ آئے اور مردان پسند لوگوں کی تحقیقات کی اور پھر سب کو بکڑ کر ہلاک کر دیا۔

ادھر عبدالملک نے سرداران کو فہ کے نام خطوط لکھے اور انکو طرح طرح کے لالچ دیکر ترغیب دلائی کہ مصعب کا ساتھ چھوڑ دو۔ یہ خبر مصعب کو ملی تو وہ فوراً کو فہ میں آئے اور خطوط کی بابت تحقیقات شروع کی مگر کسی شخص نے اقرار نہ کیا کہ ہمارے پاس خط آیا ہے البتہ ابراہیم بن مالک اشتر نے خط سنانے رکھ دیا اور کہا یہ سب جھوٹے ہیں ایسے ہی خط انکے پاس بھی آئے ہیں انکو حکم دیجئے کہ یا تو خط لاکر حاضر کریں ورنہ سب کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ مصعب نے تنکیہ میں ابراہیم سے کہا کہ ایسی سفار کی مناسب نہیں اس وقت ہم بہت شگوار میں مبتلا ہیں۔ ہلبہ ہوا نہ راہ را میں ہے اس کو بتاتے ہیں تو خابری لوگ اس نمک پر قبضہ کریں گے اور ان کو فہ لوگوں کو قتل کریں گے تو ان کے رفقا اور قرابت دار جنگ کے وقت ہمارا ساتھ چھوڑ دیں گے کیونکہ عبدالملک عنقریب عراق پر حملہ کرنے والا ہے۔ لہذا

مناسب یہ ہے کہ ان سے اطاعت کا عہد لے لیا جائے۔ بجائے اس کے ہم قتل کریں یہ بہتر ہوگا کہ ان کو عبد الملک کی لڑائی میں قتل کرایا جائے۔

آخر عبد الملک بڑے ساز و سامان سے کوہ پر حملہ آور ہوا اور پہلے یہ ترکیب کی کہ جن سے یوقانی کا ڈر تھا انکو لشکر کی پشت پر رکھا اور چنپر بھر دیا ہتھکنڈی صاف بندی لگے گی لڑائی شروع ہوئی تو عبد الملک نے اپنے افسران فرج سے کہ مصعب کی سپاہ میں ابراہیم بن مالک اکثر سے زیادہ کوئی شخص بہادر اور حرب شناس نہیں ہے پہلے اس پر پورنشا کرنا اور جس طرح ممکن ہو اس کے قتل میں سعی ہونا چاہیئے۔ اسکو مارا یا تو سب کو مار لیا۔ شامی لشکر نے ایسا ہی کیا اور سب کے سب ایکدم ابراہیم پر چھک پڑے اور ان کو قتل کر ڈالا۔ ابراہیم کو قتل ہونا تھا کہ تمام کوئی فرج ایکدم بہاگ کھڑی ہوئی اور مصعب بجائے اپنے خاندان والوں اور خاص خاص تابعداروں میں اکیلے کھڑے رہ گئے۔ عبد الملک نے یہ رنگ دیکھا تو اپنے بہائی محمد کو مصعب کے پاس بھیجا اور کہا میری مہتاری قیدی دوستی ہے میں نہیں چاہتا کہ تم جان سے اسے جاؤ لہذا مناسب ہے کہ ہتھیا رکھو اور میری پناہ میں آجاؤ۔ میں خدمت و مداراستہ میں فزہ برابر کمر نہ کرونگا۔ سولے شرکت خلافت کے ہر نعمت مہتا سے واسطے حاضر ہوگی۔

مگر مصعب نے اس سے انکار کیا اور کہا کہ اب تو میدان جنگ ہی فیصلہ کرے گا اس کے بعد اپنے بیٹے عیسیٰ کو بلا کر کہا تم کتہ چلے جاؤ اور اپنے چچا عبداللہ بن زبیر کو ان تمام حالات کی خبر دو۔ عیسیٰ نے کہا لوگ مجھ کو طعنہ دیں گے کہ باپ کو موت کے منہ میں اکیلا چھوڑ کر بیٹا بھاگ گیا۔ میں ہرگز نہ جاؤنگا۔ تب مصعب نے کہا اچھا تہیں رہنا ہے۔ تو جاؤ میدان جنگ میں جا کر فرزندوں کا حق ادا کرو۔ چنانچہ عیسیٰ گئے اور لڑ کر شہید ہوئے۔ اس کے بعد مصعب نے بھی حملہ کیا اور خوب جی توڑ کر لڑے مگر زخموں نے چور چور کر دیا آخر غمار کے چچا پر یہ نے فزہ لگایا میں نے حق و انصاف کو کاہل لے لیا۔ اس کے

گھوڑے سے اتر کر مصعب کا سر کاٹ لیا اور ایک روایت ہے کہ مصعب کا سر ہی
وہیں رکھا گیا جہاں مختار کا سر رکھا گیا تھا عبدالملک نے بریدہ کو ایک ہزار شرفی انعام
دیئے کا حکم دیا مگر بریدہ نے اس کے لینے سے انکار کیا اور کہا میں نے تمہارے انعام
کے لیے مصعب کو قتل نہیں کیا مجھے تو مختار کا بدلہ لینا تھا لے لیا اور یہی سب سے بڑا
انعام ہے کہ خدا نے میرے دل کو ٹھنڈک دی +

یہ خبر حضرت عبداللہ بن زبیر کو پہنچی تو وہ بہائی کے لیے زار و نظار روئے اور
بہت دن ان کے ماتم میں مشغوم رہے +

عبدالملک نے عراق پر قبضہ کر کے ایران میں مہلب کو خط لکھا کہ میں نے تجھ کو
وہ ملک بخشا تجھے لازم ہے کہ میری اطاعت قبول کر اور ابن زبیر کی تابعداری چھوڑ دو
ورنہ یا درگھ بیکر جوار لیکر آتا ہوں +

اس خط کے پہنچنے سے ایک دن پہلے قطری خارجی نے جو فارسیوں کا پیشوا تھے
اعظم تھا۔ مہلب سے کہا مصعب کی نسبت تمہاری کیا رائے ہے۔ مہلب نے کہا وہ
امیر المؤمنین عبداللہ بن زبیر کے بہائی اور نائب ہیں اس واسطے میں ان کو نائب المہدی سمجھتا
ہوں۔ قطری نے کہا۔ اور عبدالملک کی نسبت کیا رائے ہے مہلب نے جواب دیا وہ ملعون ہے
اور نام گمراہ ہے۔ قطری بولا دیکھو اس پر قائم رہنا اس رائے سے پھر نہ جانا +

دوسرے دن جب عبدالملک کا خط مہلب کے نام آیا اور اس نے دیکھا کہ اب
عبدالملک کی اطاعت میں فائدہ ہے تو اس نے بیعت کا خط جواب میں بھیج دیا اور
عبدالملک کی اطاعت قبول کر لی +

قطری کو بھی اس کی خبر ہوئی تو اس نے مہلب سے پوچھا کہ آپ کی عبدالملک
کی نسبت کیا رائے ہے۔ مہلب نے کہا وہ مسلمانوں کے امیر اور مسلمان ہیں +
قطری بولا کل کی رائے بھول گئے تم لوگ فقط حکومت اور دوست کے تابع رہو۔

حق سے تمہیں کچھ سروکار نہیں *

الغرض عبدالملک ابن مروان کے قبضہ میں عراق و ایران آچکا تو اس کو ابن زبیر کا فکر ہوا۔ اور اب یہی ایک کانٹا تھا جو حجاز کے مقامات مقدسہ مکہ مدینہ میں بھی ایسے کی آزاد شہنشاہی کے دامن کو آٹھ مارا تھا *

دمشق کے بھرے دربار میں عبدالملک بن مروان نے کہا۔ کون شخص ابن زبیر کی ہم پر جانا چاہتا ہے۔ مگر کسی شخص نے حامی نہ بھری۔ کیونکہ ہر مسلمان خانہ خدا پر حملہ کرنے سے ڈرتا تھا اور اس کو خلافت ایمان تصور کرتا تھا۔ حجاج بن یوسف بھی مائل ٹیٹھا تھا اس نے کھڑے ہو کر کہا میں اس خدمت کے لیے آمادہ و حاضر ہوں عبدالملک نے فوراً دو ہزار سواری کا لشکر دیکر حجاج کو مکہ روانہ کر دیا *

مکہ پر بنی امیہ کی دوسری یورش

یزید تو اپنا اعمال نامہ خانہ خدا کی بے حرمتی سے کالا کر چکا تھا امیر المومنین خلیفہ برحق حضرت عبدالملک بن مروان اس نعمت عظمیٰ سے خالی رہے جاتے تھے اس لیے انہوں نے بھی ایک بڑے ہی سفاک جفاکار کو اس عمل خیر کی بجائے اوری کے لیے مقرر فرمایا اور قیامت تک کے لیے اپنی شہرت بد کو تاریخ میں لکھوا گئے *

حجاج نے رمضان المبارک میں مکہ کا محاصرہ کیا مگر حرم الہی کے عبادت گزاروں نے اسی موسم عبادت میں ایسی تلوار چلائی کہ حجاج کے دانت کھٹے ہو گئے آخر حجاج نے دمشق سے اور مد مدنگانی اور عبدالملک نے پانچ ہزار تازہ دم فوج بھیجی یہ بھی فانی ہو گیا تک مصروف حرب رہی اور مکہ فتح نہ ہو سکا *

ذی الحجہ میں تمام دنیا کے مسلمان حج کرنے آئے تھے اور یہاں خلافت اسلامی مقام حج پر تیر بسا رہی تھی۔ گرانی ایسی سخت تھی کہ بچائے حاجی لوگ بن آئی مر رہے تھے۔

شامی فرعون سے کہا حج کا موسم گزر جانے دو پھر لڑنا۔ مگر حجاج نہ مانا اور متحقیق سے خانہ خلد پر ننگا باری شروع کرائی۔ جس وقت پہلا پتھر کعبہ پر جا کر لگا آفتاب سیاہ ہو گیا اس سے شامی مسلمان ڈر گئے اور انہوں نے متحقیق چلانے سے ہاتھ روک لیا یہ دیکھ کر حجاج بن یوسف خود متحقیق پر آیا اور کہا مارو۔ مست ڈرو۔ ہم حق پر ہیں اور اہل مکہ ہل پر۔ یہ کہہ کر ہاتھ سے ایک پتھر کعبہ مارا +

فقیر حضرت رسی کی کیا بی اور محاصرہ کی طوالت سے مجبور ہو کر اہل مکہ کا بڑا حصہ پتھر کو بھاگ گیا اور کچھ لوگ حجاج سے مل گئے اور حضرت ابن زبیر پانچ آدمیوں کیساتھ اکیلے رہ گئے۔ اس وقت حجاج نے کہا اب ہجرا اپنی جان پر رحم کرو۔ اور میری پناہ میں آ جاؤ +

حضرت ابن زبیر اپنی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سارا واقعہ عرض کیا انہوں نے فرمایا بیٹا اگر تم ناحق پر لڑ رہے تھے تو تم نے بہت بڑا کیا کہ اتنے مسلمانوں کو ہلاک گرایا اور اگر حق پر تھاری لڑائی تھی تو باطل کی پناہ میں جانے کا کیا مطلب حسینؑ کی طرح میدان میں جاؤ اور حق و صداقت کی قربان گاہ میں جا کر جان فدا کر دو +

ابن زبیر نے والدہ کی یہ مردانہ تقریر سنی تو لڑائی پر آمادہ ہوئے اور والدہ نے فرمود: اپنے ہاتھ سے بیٹے کو ہتیار پہنائے اور فی امان اللہ کہہ کر رخصت کیا +

چنانچہ ابن زبیر میدان میں نکلے اور خوب لڑے آخر ان کے سر میں ایک پتھر لگا جس کے صدمہ سے وہ گر پڑے اور شامی سواروں نے آگے بڑھ کر انکا سر کاٹ لیا حجاج نے انکا سر کعبہ پر لٹکوا دیا۔ اور پھر باقی ماندہ اہل مکہ سے عبدالملک کی بیعت لیکر واپس چلا گیا۔ یہ تھی بنی امیہ کی حکمرانی۔ یہ تھی بنی امیہ کی دولت پرستی جس کی خاطر انہوں نے مکہ بند نہیں ہر قسم کی بے ادبی کو جائز رکھا اور وہ عمل کر کے دکھائے جس کے سننے سے بدن کے روگ لگنے پھڑپھڑاتے ہوئے ہیں اور کوئی مسلمان اگر اس کے دل میں واقعی اسلام و ایمان کا

اثر ہو مرتے دم تک ان گستاخوں کا تصور بھی دل میں نہیں لاسکتا جو بنی امیہ نے کر کے دکھا دیں یہی وجہ ہے کہ بنی امیہ کے حکمرانوں کے ایمان اسلام میں جائز طور سے شک کیا جاتا ہے جو چند آدمیوں کو ناگوار ہوتا ہے اور وہ باوجود ان تمام سنیہ کے جو ستانی اسلام تھے ان کی بزرگی و برتری کا کلمہ پڑھے جاسکتے ہیں۔

اب حضرت زید کی شہادت کا حال لکھ کر میں اس باب کو ختم کرتا ہوں جس میں بنی امیہ کی دنیاوی تلواروں کے قہقہے تھے جو دین کی گردن پر چلتی رہیں۔ دوسرے باب میں بنی امیہ کے حکمرانوں کی مسلسل تاریخ لکھی جاسے گی یعنی اموی بادشاہوں کی سلسلہ واریسرت و خصلت کو قلمبند کیا جائے گا۔ اس باب میں تو صرف چند لڑائیوں کے حالات تھے جن سے شائد بنی امیہ کی ذاتی حالت معلوم نہیں ہو سکتی۔

عبدالملک بن مروان سلطنت امیہ کا پانچواں بادشاہ تھا۔ اسکے بعد اسکا بیٹا ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ اور ولید کے بعد سلیمان بن عبدالملک اور اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان خلیفہ ہوئے جو تمام بنی امیہ میں بعد حضرت عثمان بن عفانؓ کے اول درجہ کے صالح اور بہرہ صفت موصوف حکمران تھے۔ ان کے بعد زید بن عبدالملک تخت پر بیٹھا اور اس کے بعد ہشام بن عبدالملک اسی ہشام کی حکومت میں حضرت زید کی شہادت ہوئی جسکا ذکر آگے آتا ہے۔ ہشام کے بعد ولید بن زید بن عبدالملک بادشاہ ہوا اور اس کے بعد زید بن ولید بن زید بن عبدالملک اس کے بعد براہیم بن ولید بن زید بن عبدالملک اور اس کے بعد مروان بن محمد تخت پر بیٹھا اور یہ آخری بادشاہ تھا جسپر بنی امیہ کی سلطنت ختم ہو گئی اور پھر بنی عباس کی حکمرانی کا زمانہ آیا۔

اس حساب کی بنا پر جب بنی امیہ کے کل چودہ بادشاہ ہوئے اور معاویہ سے مروان بن محمد تک بنی امیہ کی سلطنت ۹۲ سال قائم رہی۔

معاویہ کی روح کو بہت صدمہ ہو گا کہ ان کی اولاد نے سلطنت کا ٹھکانہ

نہ اٹھایا۔ انکے بیٹے یزید کو بھی بہت تھوڑا عمر بادشاہت کا ملا۔ اور اس کے بعد سلطنت مردان کے پاس چلی گئی مردان کے بیٹے عبد الملک کی خوش نصیبی قابل رشک و حمایہ ہے کہ اموی خلفا کا زیادہ حصہ عبد الملک کے بیٹے اور پوتے ہوئے۔ اور معاویہ کی اولاد کے کچھ بھی اٹھ نہ آیا جس کے لیے انہوں نے اپنا دین برباد کیا تھا۔

حضرت زید کی شہادت

ہشام بن عبد الملک کی سلطنت نے کوفہ اور بصرہ پر یوسف ابن عمر کو حاکم بنا کے بھیجا تو اس نے حضرت زید بن حضرت امام زین العابدینؑ کے رسوخ سے اندیشہ کیا کہ دیکھ تمام عراق والے ان کی عزت و حرمت حد سے زیادہ کرتے تھے اور کچھ بچہ کی زبان پر انکا ذکر خیر تھا یوسف بن عمر نے اس کے سوا چارہ کار نہ دیکھا کہ حضرت زیدؑ کو کوفہ سے جلا وطن کر دے۔ وہ دیکھتا تھا کہ گورنری حکومت محض نام چار کی ہے ورنہ ہر شخص کی گردن حضرت زیدؑ کے آگے جھکی ہوئی ہے یوسف نے حضرت زیدؑ سے درخواست کی کہ آپ عراق چھوڑ کر کسی اور مقام پر تشریف لیجائیے حضرت زیدؑ ان دنوں کچھ علیل تھے فرمایا ذرا صحت ہو جائے تو میں چلا جاؤنگا یوسف خاموش ہو گیا۔ جب حضرت کو صحت ہوئی تو یوسف نے پھر عاجزی و منت سے پیام بھیجا کہ اب پکا نقل مقام کر لینا بہت ہی مناسب ہوگا حضرت زیدؑ نے یوسف کی عاجزانہ درخواست سے متاثر ہو کر سفرِ مدینہ کا سامان شروع کر دیا اور روانگی پر آمادہ ہو گئے کوفہ کے شیعوں نے نہ تو وہ دوڑے ہوئے آپکے پاس آئے اور کہا۔ آپ کہاں جاتے ہیں۔ یہ ایک لاکھ شیعہ آپ کے فدائی یہاں موجود ہیں انکے ہوتے ہوئے کس کی مجال ہے جو آپ کو آکھہ اٹھا کر دیکھ سکے اور جلا وطنی کا نام لے۔ آپ ہرگز مدینہ نہ جائیے ہم غلامان اہل بیت آپ کو کہی نہ جانے دیں گے۔

حضرت زیدؑ نے فرمایا منت نہ فساد سے کچھ حاصل نہیں اگر حاکم کو میری ذات سے

کچھ اندیشہ ہے تو بجا رہا ہے کہ یہ مقام چھوڑ دوں مسلمانوں کے امن امان میں خلل ڈالوں
یوسف کا برتاؤ میرے ساتھ عاجزانہ ہے۔ اس نے حکومت کا عجب جکوا نہیں دکھایا۔ بلکہ
نیاز مندانہ خواہش پیش کی جو میں اسکو رد نہ کروں گا۔ کیونکہ مجھکو حکومت اور سلطنت کی آرزو
نہیں جو میں یہاں بے تعلق گزشتہ میں بیٹھا ہوا حاکم کی یاد کرتا تھا مگر حکومت کو میری ذات سے
کچھ خطرہ ہے تو بہتر یہی ہے کہ میں مدینہ چلا جاؤں کہ وہ ہم لوگوں کی اصلی جگہ ہے۔ بیٹا اگر باپ کے
گھر جاتا ہے تو جلا وطن نہیں ہوتا تم اس کو میری توہین نہ سمجھو میں اپنی غشی سے جاتا ہوں +
انہوں نے جواب دیا نہیں ہرگز نہیں اس میں ہماری ناک کٹ جائیگی اور لوگ کہیں گے کہ
شیعوں کے پیشوائے دین کو ایک دنیاوی حاکم نے شہر سے نکال دیا اور ایک لاکھ تیغ زن
شیعوں سے کچھ مدد نہ ہو سکی۔ آپ یہاں رہیں ہم آپکی بیعت کرتے ہیں کہ اگر یوسف
بن عمر دسے کچھ زیادتی کرنی چاہی تو تمہارا سے اسکو جواب دیں گے اور آپ کو اس کے
شہر سے بچا دینگے۔ یہ کہہ کر پندرہ ہزار آدمیوں نے بیعت کے لیے ہاتھ پھیلائے اور حضرت زید
اسعد رجبہ دیکر کہنا چار انہوں نے انکی بیعت قبول کر لی۔ تاہم یہ فرمایا کہ خواہ مخواہ عداوت
پیدا کرنے سے کچھ حاصل نہیں میں تمہاری بیعت تو قبول کرتا ہوں مگر مسلمانوں میں فساد
ڈالنا نہیں چاہتا۔ اسواسطے مدینہ نہیں تو کم از کم کسی اور مقام پر میرا جانا ضروری ہے۔ جو
کوفہ سے باہر ہو۔ تاکہ یوسف بن عمر کا دم بھی دور ہو جائے اور تمہاری خواہش بھی پوری ہو۔
شیعوں نے اس تجویز کو پسند کیا اور حضرت زید کو کوفہ سے نکال کر دشت سالم میں تشریف لے گئے
اور معاویہ بن زید بن حارثہ کی سرلے میں اقامت اختیار کر لی جہاں ایک سال مقیم ہے +
سال بھر کے بعد یوسف بن عمر کے سامنے ایک قاصد پیش کیا گیا جسکی لکڑی کے خول
میں حضرت زید کا ایک خط اہل موصل کے نام تھا جس میں انکو اپنی نصرت اور اعانت حق کا
ہلا دیا گیا تھا۔ جاسوسوں نے قاصد کو گرفتار کر کے یوسف کے سامنے پیش کیا
یوسف نے پہلے تو قاصد کو ہلاک کر دیا اسکے بعد حضرت زید پر فوج کشی کا سامان کرنے لگا

حضرت زید نے سنا تو شیعوں کو بلوا دیا بھیجا کہ تمہارے اہل رستہ اور مجبور کرنے سے یہ واقعہ پیش آیا ہے اسب تک میری مدد کے لیے آنا چاہیے۔ شیعوں نے فوراً تعمیل کی اور اٹھارہ ہزار آدمی لڑنے مرنے کو حضرت زید کے پاس حاضر ہو گئے۔ لیکن جب دوسرے دن حضرت زید مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے تو صرف دو ہزار آدمی نظر آئے سولہ ہزار کہیں گئے۔ حضرت زید نے یہ تربت دیکھی تو لاعلم پڑ ہی اور فرمایا وہ پندرہ ہزار کہاں ہیں چہرہ مرنے اور جان فدا کرنا کی تم کہانی تھی اور حقیقت کی تھی۔ جواب دیا انکو یوسف نے مسجد میں بند کر دیا جو آخر حضرت زید اس مختصر لشکر کو بیکار آگے بڑھے اور یوسف کی فوج سے لڑائی شروع ہوئی حضرت زید نے وہ تلوار چلائی کہ حریف کے پاؤں اکھڑ گئے اسوقت یوسف نے حکم دیا کہ جو شخص زید کے ساتھیوں کا سر لائیٹا یا کسی کو قید کر کے پیش کرے گا اسکو ایک ہزار درہم انعام دیے جائیں گے۔ یہ اعلان سنتے ہی حضرت زید کے ہمراہیوں میں بڑے بڑے سرداروں کے سر کاٹ گئے اور کو فیوں نے اس کے عوض حاکم سے انعام حاصل کیے۔ آخر حضرت زید نے ایک پرجوش حملہ کیا اور اس میں انکی پیشانی پر ایک تیرا یا اکر لگا جس کے صدرمہ سے وہ گر پڑے اور جب تیر کو نکالا گیا تو آہ بہکا انہوں نے جان دیدی۔ حضرت زید کے شہید ہوتے ہی یوسف بن عمرو نے زید کے تمام حامی کار شیعوں کے قتل عام کا حکم دیدیا۔ اور وہ تمام لوگ چن چن کر مار ڈالے گئے۔ جنہوں نے حضرت زید کا ساتھ دیا تھا۔ شیعوں نے حضرت زید کی قبر کو مخفی کر دیا تھا مگر یوسف نے اسکو تلاش کر اکر لاش قبر سے نکلائی اور سرقہ سے جدا کر کے لاش کو سولی پر لٹکوا دیا۔ ایسے ہی ان کے ہمراہی انہوں کی لاشوں کے ساتھ سلوک کیا گیا۔

اس کے بعد یوسف نے ہشام کو لکھا کہ ان شریک کو فیوں کا علاج یہ ہے کہ تمام کو زندہ کر دے اور انکے ایک ایک بچہ کو بھی زندہ نہ چھوڑ دے کہ ہمیشہ فتنہ برپا کرتے سبقت میں ہشام نے جواب دیا یہ ہرگز مناسب نہیں تو یہ خیال کر کہ کو فیوں نے زید کو کھڑا کر دیا

مگر اسکا ساتھ بھی دیا، پسے اس سے ملحد کی ختمیہ کر لی۔ پس ایسے لوگوں کا علاج پیہتہ
کہ انعام اکرام سے انکو تابعدار بنا کہ یہ لوگ دنیا کے بھوکے ہیں +
یوسف نے ایسا ہی کیا اور تمام کوئی اس کی اطاعت کا دم بھرتے گئے +

حضرت یحییٰ بن زید کی شہادت

حضرت زید کی شہادت کے بعد حضرت یحییٰ بن زید بھاگ کر خراسان پہلے گئے تھے مگر
ان کو کہیں امن نہ ملتا تھا۔ جہاں جاتے تھے بے قیامت ان کا نام شکر بجاگتی تھی اور کہتی تھی اہل
باعث اہل کوئی بلانہ آجائے اور بچا رہے یحییٰ کو ایک دن بھی آرام میر نہ آتا تھا جنگلوں
میں مارے مارے پھرتے تھے +

استے میں یوسف کا خط نصر بن سیار حاکم خراسان کے نام پہنچا کہ یحییٰ تیرے علاقہ
میں ہے اسکو گرفتار کرنے کی کوشش کر۔ چنانچہ نصر نے ان کی تلاش کرنی شروع کی اور اسکو
خبر کی کہ یحییٰ اب حوض کی سرے میں قیوم ہیں۔ نصر بن سیار نے عصیمہ نامی ایک شخص کو
تلاش کے لیے بھیجا۔ عصیمہ نے سرے کے دروازے بند کر دیے اور حکم دیا کہ ایک ایک آدمی
باہر نکلے۔ چنانچہ ایک ایک آدمی نکلتا تھا اور عصیمہ انکے چہرے دیکھ دیکھ کر آگے روانہ کرتا جاتا
تھا۔ آخر میں ایک زور رنگت کا نوجوان باہر آیا جسکا چہرہ غم و حزن کے سبب بہت سی
آداس تھا وہ آدمی لباس پہنتے ہوئے تھا اور سر پر ایک اسی قسم کی ٹوپی تھی اور کندھ پر
گھوڑے کا چار جامہ رکھے ہوئے تھا۔ عصیمہ نے پہچان لیا کہ یہی یحییٰ بن زید ہے اسی گھوڑے
میں آسوا گئے اور حسب المیث نے اسکو پہچان کر دیا اور اس نے کہا فرزند ان رسول اللہ
صلعم کیسے بے پناہ ہو گئے ہیں یہ کہہ کر وہ بولا اد چار جامہ واسے جلدی بھاگ جا کہ یہ مقام
تیرے خون کا پیا سا ہے۔ حضرت یحییٰ جلدی سے باہر نکلے اور گھوڑے پر سوار ہو کر گرگان
کو چلے گئے۔ عصیمہ نے نصر بن سیار سے آکر کہہ دیا کہ وہاں تو مجھ کو واجب القتل یحییٰ کا کہیں پتہ نہ ملا

یہی اگر گات پہنچے تو دیاں بھی اٹھائیں آپکی تھیں اور صیاد اس ٹیل کی تلاش کہہ رہے
تھے۔ یہی اگر گات سے بھاگ کر بچ نہیں آئے اور حاکم بن عقیل نانی کے ہاتھوں گرفتار ہو کر
بید خانہ میں ڈالے گئے۔ عقیل نے اس کی اطلاع عراق میں یوسف بن عمر کو کر دی اور یوسف
نے ہشام کو خبر بھیجی مگر جو وقت خبر پہنچی ہشام دم دے رہا تھا۔ چنانچہ وہ یہ خوشخبری سن کر گریا
اور ولید بن یزید عبد الملک تخت نشین ہو گیا اس نے نصر بن سیار کو خط لکھا کہ بچی کو جاننا نہ
دے۔ مگر بہت عانت کے ساتھ عراق میں بھیج دے نصر بن سیار نے عقیل حکم کی اور حضرت
بچی کو دس ہزار درہم دیاں سے روانہ کر دیا۔ حضرت روانہ ہوئے مگر نیشاپور پہنچنے سے
پہلے ایک اور نیا سنگوفہ کھلا۔ دیاں کے حاکم عمرو بن زرارہ نے حضرت بچی کے
آسنے کی خبر سنی تو بھاگ کر چلے آئے ہیں اسراستے ان سے
مقابلہ کرنا چاہیئے۔ ایسا نہ ہو آگے جا کر یہ کچھ اور فتنہ برپا کریں چنانچہ وہ دس ہزار
آدمی بیکر حضرت بچی پر تلے آور ہوئے۔ حضرت نے ہر چند پیام بھیجے زبانی کہا کہ مجھ کو خلیفہ
کے حکم سے رہا کیا گیا ہے تو نصر بن سیار کو خط لکھ کر دریافت کرے۔ اس وقت تک
میں یہاں بیٹھ رہا ہوں مگر ابن زرارہ ملنا اور تیر رہا نہ ملے۔ تا چار مجبور ہو کر حضرت
بچی اور ان کے ہمراہیوں نے مٹی ہتھیار بٹھا لے اور لڑائی شروع کر دی۔ ابن زرارہ
آگے گھبرا ہوا فوج کو تلہ کا حکم دیا تھا کہ حضرت بچی کے ہائی ابو الفضل کی نگاہ اس پر
پڑ گئی اور انہوں نے بڑھ کر ایک ہاتھ تلوار کا ایسا مارا کہ ابن زرارہ دو ٹکڑے ہو کر
گر پڑا۔ ابن زرارہ کے مرسم ہی اس کی فوج بھاگ نکلی اور حضرت بچی نے بڑھ کر
شہر پر قبضہ کر لیا۔

نصر بن سیار کو اس کی خبر برعکس پہنچائی گئی کہ بچی نے نیشاپور پر حملہ کیا۔ اپنی ران
کو مارا اور شہر پر قبضہ کر لیا۔

نصر بن ولید بڑا بیوقوف ہے ایسے خطرناک آدمیوں کو آزادی دینا ہرگز مناسب

نہ تھا مگر میں کیا کرتا حکم سا کم کی تعمیل کرنی پڑی دیکھتے اب بھی کا فتنہ کتنا بڑھتا ہے۔
 یہ کہہ کر وہ لشکر جو اسیلے ہرے نے نیشاپور پر آیا۔ حضرت سید بھی نے اس کو بھی تمام دعات
 کی اطلاع دی کہ حقیقت قسمتی یہ ہے مگر اس نے بھی یقین نہ کیا اور لڑائی شروع کر دی
 جس میں حضرت سید بھی اور ان کے ہمائی ابو الفضل نے بڑی جرات فدا کی مگر آخر دروں
 شہید ہو کر گر پڑے اور ان کی لاشیں گورگان کے منظر عام میں دار پر اس زمانہ تک ملتی
 رہیں جبکہ ابو مسلم خراسانی نے خود جرح کر کے ان ہمالک پر قبضہ کیا اور پھر اس نے ان کو
 دار سے اتارا اور کفن دیکر دفن کیا۔

یہ واقعہ حضرت زید اور ان کے صاحبزادوں کی شہادت کا ناظرین سمجھ سکتے ہیں
 کہ حضرت زید محض بے خطائے کوئیوں نے ان کو شہید کرایا۔ موصول دوسے خط کی نسبت
 بھی خیال ہے کہ وہ حضرت زید نے نہ پہنچا تھا بلکہ ان کے کسی دشمن نے فرضی طور سے
 یہ جھوٹا خط ان کی طرف سے بنایا اور خودی حاکم کو خبر دیدی۔

بہر حال یہ پکارے سید زاوے عالم بگی میں بجا لت مسافرت اس طرح بے گناہ
 مارے گئے اور یہ خبریں سن کر حضرت امام جعفر بن محمد صادق رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی۔
 رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَبِلَ خُبْرَهُمْ وَ
 مِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ۔ وَمَا بَدَلُوا كَيْدًا۔ (ترجمہ) لوگوں نے تصدیق کی
 اس عہد کی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا تھا۔ بعضوں نے اس عہد کا حق ادا کر دیا اور
 بعض منتظر ہیں مگر کوئی تبدیلی ایسی نہیں کی جس کو تبدیلی کہہ سکیں۔

خبریں

دوسرا باب

شاہان بنی امیہ اور ان کی سستیں

پہلے بادشاہ

امیر معاویہ

سلطنت اموی کے بانی یزید کے والد ماجد ابوسفیان کے فرزند ہندو کے تحت جگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے معاویہ ابن ابوسفیان بن حرب بن امیہ عبد شمس بن عبد مناف رنگ گورا تھا۔ قد لمبا تھا۔ خط و خال چہرہ کے دلفریب تھے۔ جب مکہ فتح ہوا اور مسلمانوں کا غلبہ بھی ظہور ہو گیا تو اپنے والد ابوسفیان کے ساتھ مسلمان ہوئے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں حاضری بہت کم نہ تھی کیونکہ اسلام کے بعد بھی گھر میں رہے مدینہ کی طرف ہجرت نہ کی تاہم کبھی کبھی شرف حضوری حاصل کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی کتابت کا کام لیا ہے۔ یعنی خطوط نویسی وغیرہ خدمات میں شرکت عطا فرمائی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں اپنے بہائی یزید بن ابی سفیان کیساتھ ملک شام گئے تھے۔ فتح شام کے بعد وہاں کی گورنری پہلے انکے بہائی نے کی اس کے بعد یہ مقرر ہوئے اور ایسے جیسے کہ جیل برس تک قایم رہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اس عہدہ پر ان کو قایم رکھا اور حضرت عثمانؓ نے بھی حضرت علیؓ کے زمانہ میں ترائیوں نے دمشق کی صوبہ داری سے بھی آگے قدم بڑھائے۔ خلافت کا دعویٰ کیا اور حضرت علیؓ سے لڑائیاں کیں۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد جب حضرت امام حسنؓ نے حکومت سے

ما تھ اٹھایا تو یہ بلا شرکت غیر سلطنت اسلامیہ کے ٹھنڈا قرار پائے۔
 گویا میں برس تو شام کے گورنر ہے اور پھر میں برس تمام ملک کے مالک اور خود مختار
 بادشاہ۔ آخر جب مسئلہ ہجری میں سب جاہ و جلال مال و منال کو چھوڑ کر دنیا سے رحلت کی
 ۷۷ برس کی عمر پائی۔ جاہ و دربار با لصفیر کے وسط میں بمقام شہر دمشق دفن ہوئے دعلی الامام
 فی عقائد الاسلام مؤلفہ عطاسنی یک عصری جلد سوم) ایہ معاویہ سے احادیث کی روایت بھی
 کتاب میں موجود ہے بعض کہتے ہیں ۶۸ حدیث انہوں نے روایت کیں بعض کہ خیالیں پوری
 آنحضرت صلعم سے انکی فضیلت میں بھی کچھ حدیث پائی جاتی ہیں جن میں ایک احمد نے
 دہاضی ابن معاویہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔
 اللهم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقہ العذاب الہی معاویہ کو کتاب حساب کا
 علم سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔

اور ابن شیبہ نے منصف میں اور بطرانی نے کبیر میں عبد الملک بن عوف سے روایت
 کی ہے کہ معاویہ کہتے تھے کہ جس دن سے آنحضرت صلعم نے مجھ سے یہ فرمایا تھا کہ یا معاویہ
 اذ اعلکت فاحسن اے معاویہ جب تو مالک ملک بنے تو مجھ سے حکومت کیجیو میں اسی
 دن سے خلافت کی طبع کرنے لگا تھا اور مجھ کو یقین تھا کہ آنحضرت صلعم کا فرمودہ ایک دن
 ضرور پورا ہوگا اور مجھ کو بادشاہت ملے گی۔

حضرت عمر بن خطاب معاویہ کو دیکھتے تو فرماتے ہذا اکسر اے العرب یہ عرب کا کسر
 ہے مقبری نے کہا ہے کہ تم لوگ ہر قل بادشاہ روم کی مدبری پر تعجب کیا کرتے ہو اور
 اپنے معاویہ کی مدبری کا خیال نہیں کرتے معاویہ کی بڑباری ضرب اشل ہو گئی تھی وہ اس قدر
 جلیں طبیعت کے تھے کہ لوگ انکی مثال دیا کرتے تھے کہ یہ نر ایسا بڑا ہے جیسے معاویہ۔ ابن عساکر
 کہتے ہیں کہ ایک دن کسی آدمی نے معاویہ سے کہا خدا کی قسم میں تمکو ذرا سی دیر میں سیدھا
 کر دینگے معاویہ نے بہت نرمی سے پوچھا کس چیز سے سیدھا کر دے گے اس شخص نے تیر ہوا کر دیا

لکڑی سے مار مار کر معاویہ بولے تو بیشک تم تجھ کو سیدھا کر دوں گے (علی الاہام)
 ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے جبکہ ابن جہم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں
 ایک دن معاویہ کے پاس گیا انکی خلافت کے زمانہ میں تو کیا دیکھتا ہوں کہ انکے گلے میں
 رستی بندھی ہوئی ہے اور ایک بچہ اسکو کھینچ رہا ہے میں نے کہا اے امیر المؤمنین آپ اسکو
 برداشت کر رہے ہیں۔ وہ بولے خاموش۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شناسے فرماتے تھے
 جس کو خدا بچہ ہے تو اسکو چاہیے کہ اس کی دبوچی کیا کرے۔ شیخی سے روایت ہے کہ ایک
 دن کوئی قریشی نوجوان معاویہ کے پاس گیا اور گستاخانہ بات چیت کرنے لگا معاویہ
 بولے دیکھ یہاں میں شجاع بادشاہ کے سامنے ایسی گفتگو کرنے سے منع کرتا ہوں کیونکہ
 بادشاہوں کا غصہ بچوں کا ساموتا ہے اور گرفت شیر کی سی (علی الاہام عطاہنی یک جلد سوم)
 اہل عرب کا مقولہ تھا کہ ہمارے ملک میں چار آدمی سب سے زیادہ عاقل ہیں۔ میں اور چار
 سب سے زیادہ عادل و منصف عقل و تدبیر میں معاویہ، عمر بن العاص، مغیرہ ابن شعبہ۔ اور
 زیاد بن ابی سفیان اور قسطنطین و نصفی میں حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور ابن سنانؓ یا ابن ابی بکرؓ (علی الاہام)
 سلسلہ ہجری میں معاویہ کو مطلق العنان حکومت حاصل ہوئی اور ان کے زمانہ میں
 ایران و سوادان و غیرہ ممالک کے کچھ علاقے فتح ہوئے۔

جب معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو خلافت کا وسیعہ کرنا چاہا تو یمن کے حاکم مردان
 کو لکھا کہ وہ اہل یمن کو یزید کی خلافت پر آمادہ کر کے ان سے بیعت لے۔ مردان نے
 ایک عام جلسہ کیا اور کہا امیر المؤمنین چاہتے ہیں کہ اپنے نژاد کے خلیفہ کریں حسب سادت
 ابوبکر و عمرؓ یہ سنکر حضرت عبدالرحمن ابن ابی بکر کھڑے ہوئے اور فرمایا جھوٹ کہاؤں کہو کہ سنت
 کسریٰ اور قیس کے مطابق کہ یزید ابوبکرؓ و عمرؓ نے اپنی اولاد کو جانشین کیا نہ کسی گھروں کا یا کنیز کے
 جب یہ جلسہ ناکام رہا تو معاویہ خود حج کے بہانہ سے مدینہ آئے اور انہوں نے جہاں
 اور دیگر عمارتوں کا برسہ یزید کی خلافت کے لئے میں گفتگو کی وہاں حضرت ابن عمرؓ

سے بھی کہا کہ دیکھو مسلمانوں کے اجماع میں رخنہ نہ ڈالو اور پزیرد سے بیعت کرو۔ جو حضرت
ابن عمرؓ نے فرمایا تھے پہلے اور بھی خلفاء تھے اور انکی اولاد بھی مگر انہوں نے اپنی اولاد میں
خلافت کی کوئی صلاحیت نہ پائی اور مسلمانوں سے کہا کہ انکو خستہ سیارہ جو جنگو لایا نہ پائے
خلیفہ بنائیں تنے اپنے صاحبزادے بلند اقبال میں ایسی کوئی خرابی دیکھی ہے جو ابو بکرؓ و
عمرؓ کے لڑکوں میں نہ تھی اور جس کی بناء پر تم یہ درخواست لیکر آئے ہو اور مسلمانوں کے
مقررہ اجماع میں رخنہ ڈالنے ہو۔ اگر مسلمان تمہارے بیٹے پر یہ کہ منتخب کر لیں گے تو
مجھے بھی بیعت سے انکار ہونگا مگر ابھی تو میں بیعت نہ کرونگا (رحلی الامام)

شعبی کہتے ہیں اسلام میں سب سے پہلے بیٹھ کر خطبہ پڑھنے والے معاویہ ہیں ان سے
پہلے سب لوگ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے مگر جب معاویہ سلطنت کی خوشی میں موٹے
ہو گئے اور ان کے بدن میں چربی بہت بڑھ گئی اور انکا پیٹ آگے کو نکل آیا تو وہ کھڑے
نہ ہو سکتے تھے اور بیٹھ بیٹھے خطبہ پڑھتے تھے (رحلی الامام جلد سوم)

زہری کہتے ہیں کہ اسلام میں نماز سے پہلے خطبہ پڑھنے کا قاعدہ بھی معاویہ کی ایجاد
ہے ورنہ پہلے نماز کے بعد خطبہ ہوا کرتا تھا معاویہ نے جب دیکھا کہ لوگ ان سے اس قدر
نفرت کرتے ہیں کہ نماز کے بعد کوئی انکا خطبہ سننے کو نہیں ٹھیرتا تو لاچار انہوں نے نماز
سے پہلے خطبہ شروع کر دیا تاکہ یہ لوگ مجبوراً سنیں اور نماز کی خاطر انکو ٹھیرا نہ پڑے (رحلی الامام)
سعید ابن اسیب کہتے ہیں کہ عید کی اذان بھی معاویہ کی ایجاد ہے اور بحیر میں کی
بھی پہلے انہوں نے جاری کی تھی (رحلی الامام)

وہی کہتے ہیں کہ اسلام میں خوجوں کی خضعی کرنا اور انکو محل سرا میں رکھنا بھی معاویہ
کی ایجاد ہے اور وہ پہلے شخص ہیں جنکو لوگ دربار میں آکر اسلام علیک یا ایہذا نبی رحمتہ اللہ
دبر کا تر ویر حکم اللہ کہتے تھے۔ اس سے پہلے یہ الفاظ کسی کو نہیں کہے گئے۔ ورنہ یہ ہر چہ ان
کی ایجاد ہے مگر انکا مکمل عمل ثواب اور عمل کا عوض ملتا ہے اور مسجد میں مخصوص

بھی پہلے انہوں نے بنایا تھا یعنی بادشاہ کے ناز پر پہننے کے لیے ایک مخصوص حجرہ جو پارلو
 ٹرفٹ سے محفوظ ہوتا تھا اور یہ اس لیے تھا کہ کوئی شخص بادشاہ پر حالت نمازیں حملہ کرنے
 پائے اور معاویہ ہی وہ شخص میں جنہوں نے سب سے پہلے کعبہ کا اکبر غلاف بنوایا ورنہ
 اس سے پہلے کعبہ پر تہ درتہ غلاف ہوتے تھے۔ مسلمانوں میں وہ پہلا شخص جس نے دنیاوی
 انتظامات کے لیے رعایا سے حلف لیے معاویہ تھے اور اس کا رواج عبد الملک ابن
 مروان تک رہا مگر اس نے خدا کی قسم ترک کر دی وہ لوگوں سے یوں حلف لیتا تھا کہ
 اگر ہم ایسا کریں تو ہماری بیویوں پر طلاق۔ یا ہماری لونڈی غلام آزاد۔

(صلی الاہام عطا حسنی یک جلد سوم)

حضرت عقیل بن ابی طالب ایک دفعہ معاویہ کے پاس تشریف لے گئے معاویہ نے
 انکی بہت خاطر کی اور ان کے ذمہ جسدِ قرصہ تھا اس کے ادا کرینکا حکم دیا۔ اس کے بعد
 کہا کہ عقیل میں اچھا ہوں یا تمہارے بھائی علیؑ اچھے تھے عقیل نے جواب دیا میری
 ذات کے لیے تو تم اچھے ہو کہ میرا قرصہ ادا کر دیا مگر اپنی ذات کے لیے نہیں کہ دین ترک
 کر کے دنیا اختیار کی اور اپنی ذات کے لیے علیؑ اچھے تھے کہ دنیا ترک کر کے دین اختیار کیا تھا

(عقد الفریہ جلد دوم صفحہ ۹۳)

ایک دفعہ رات بہت اندھیری تھی اور معاویہ عقیل ایک جگہ جمع تھے معاویہ نے
 کہا آج کی رات ہم تمہارے ساتھ ہیں عقیل بے ہوش کے دین ہم تمہارے ساتھ تھے۔

(عقد الفریہ جلد دوم صفحہ ۹۴)

اس زمانہ میں بڑی گہری چوٹیں تھیں معاویہ نے تو عقیل کو طعنہ دیا تھا کہ انفلان
 کی تاریکی میں تمہیں تمہارا ساتھ دیا اور عقیل نے کہا کہ دین کی روشنی کے زمانہ میں ہم تمہاری
 کفر کی تاریکی کے ساتھ ہے۔ کیونکہ جنگ بدر میں معاویہ کے بزرگ آنحضرتِ مسلم کے
 مقابلہ میں آئے تو کچھ بنی ہاشم بھی مجبوراً ان کفار کے ساتھ آئے تھے اس واسطے عقیل

ہنایت بلاغت سے لیل کے مقابلہ میں ہر کا لفظ لاگزشتہ تاریخ کا اشارہ کیا۔
حضرت عقیل کی بصارت جاتی رہی تھی ایک دن معاویہ کے پاس گئے تو انہوں نے کہا
تم ہاشمیوں کی بصارتیں اکثر جاتی رہتی ہیں عقیل نے جواب دیا۔ ہاں جس طرح بنی امیہ
کی بصیرتیں اکثر چلی جایا کرتی ہیں۔ (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۹۳)

ایک دن عقیل معاویہ کے دربار میں گئے تو معاویہ نے حاضرین سے خطاب کر کے کہا
لو دیکھو ابولہب انہی کا چچا تھا عقیل نے فوراً بے ساختہ جواب دیا ہاں لوگوں دیکھو ابولہب
کی بیوی جبکہ قرآن نے حائلہ اخطب کا خطاب دیا ہے ان ہی معاویہ کی چچی تھی یہ کہہ کر
سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ لے معاویہ جب تم دوزخ میں جاؤ تو میرے چچا ابولہب
کے ساتھ بے انصافی نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ اپنی چچی کے سامنے میرے چچا کو بھول جاؤ اور
فقط چچی ہی کی رعایت کرو (عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۹۳)

حضرت عقیل کی بیوی معاویہ کی قریبی رشتہ دار اور بنی امیہ کی متعصب عورتوں
میں تھیں ایک دن اپنے خاوند سے کہنے لگیں میں تم ہاشمیوں کو بہت ہی ناپسند کرتی ہوں
میرا دل تم سے کبھی محبت نہ کرے گا کیونکہ تمہاری تلواروں نے میرے باپ میرے بہائی
اور میرے چچا کی نفرتی گردنوں کو بدر کے دن کاٹ ڈالا جب مجھے اس کا خیال آتا ہے
تو کلچہ پر سانپ سالوٹا ہے اور مائے میں ان کو کہاں پاؤں گی۔

حضرت عقیل نے بہت سادگی سے سنجیدہ چہرہ بنا کر آہستہ سے کہا گھبراؤ نہیں وہ
بلیا میں گئے دوزخ میں جاؤ تو اپنے بائیں طرف جانا وہیں یہ سب موجود ہوں گے۔
(عقد الفرید جلد ۲ صفحہ ۹۳)

معاویہ کے سامنے یزید کی ولی عہدی کا معاملہ درپیش تھا اور غوث شامی بالاتفاق اسکی تائید
کر رہے تھے۔ مگر اخف چٹپ بیٹھے تھے معاویہ نے کہا تم کچھ نہیں بولتے اخف نے جواب دیا
یہ کہوں تو آپ کا ڈبہ جھوٹ کہوں تو خدا کا خوف ہے (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۹۹)

ایکے ان معاویہ نے کہا خدا نے ہمارا ذکر قرآن میں کیا ہے وانذار عشیرتک الا
قرہین اور کلا یلافت قریش ہماری ہی شان میں ہے کہ ہم رسول کے کنبہ واسکے اور قریش
ہیں۔ ایک انصاری بوسے بہت سی آیات میں آپکا ذکر آیا ہے۔ آپ نے تو دین ہی پڑیں
یہ کہہ کر انہوں نے یہ آیت تلاوت کیس و کذب بہ قوما ان قوی دشمن دا
ہلن القرآن مہجور اظہر کہا یہ بھی سب آپکی شان میں ہے اسی طرح جگہ جگہ آپکا ذکر موط
ہے۔ معاویہ جو اسب شکر مہوت ہو گئے اور گردن جھکالی رعد انفرید جلد دوم صفحہ ۱۱۰
انصاری نے جو آیات پڑیں اسکے معنی یہ ہیں اور تیری قوم نے اسکو جھٹلایا اور اہل
میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا یہ آیات پڑ کر انصاری نے معاویہ کی سابقہ اور موجودہ
حالت کا نقشہ کھینچا پہلی آیت سے تو وہ زمانہ یاد دلایا جب معاویہ اور ان کے باپ
قرآن و آنحضرت کی تکذیب کرتے تھے اور دوسری آیت میں اسکو ظاہر کیا اور تم نے
قرآن کو چھوڑ دیا ہے اور حرص دنیا میں مبتلا ہو گئے ہو۔

جاریہ نامی ایک لڑکی سے معاویہ نے کہا تیرے ماں باپ کو اور کوئی نام نہ سوجھا جو
تیرا نام جاریہ رکھا جس کے معنی لونڈی کے ہیں۔ جاریہ نے بگڑ کر جواب دیا آپ کے
دالہ بن کو بھی تو اس معاملہ میں احق رہے عقل کہہ سکتے ہیں جنہوں نے آپکا نام مونث
رکھا حالانکہ آپ کو دعویٰ مرد ہونے کا ہے معاویہ کے معنی ایک کتیا کے ہیں اور آپ کے
جد امجد اُمیہ تھے۔ اُمیہ جمع ہے امت کی جس کے معنی لونڈی کے ہیں پہلے اپنی حالت
پر توجہ کی ہوتی اس کے بعد میرے نام پر اعتراض کرتے معاویہ شرار چپ ہو گئے رہنما
حاتم بنی عادی سے معاویہ نے پوچھا۔ تمہارے لڑکے کہاں ہیں انہوں نے جواب دیا
سب مارے گئے معاویہ بولے۔ علی بھی کیا منصف مزاج تھے کہ تیرے لڑکوں کو قتل
کر دیا اور اپنے لڑکوں کو بچا لیا ان میں سے ایک بھی قتل نہ ہوا۔ حاتم نے جواب دیا اگر
اسی کا نام ہے انصافی ہے تو میں سب سے بڑا بے انصاف ہوں کہ میرا آقا علی قتل ہو گیا

اور میں اسکا غلام زندہ موجود ہوں۔ (عقد الفریہ جلد دوم صفحہ ۱۰۰)
 معاویہ نے ایک دفعہ احفت کو مجبور کیا کہ منبر پر جا کر حضرت علیؓ پر لعنت کر دے جنہٹ
 نے بہت انکار و عذر کیا مگر معاویہ ضد کرتے رہے آخر وہ منبر پر گئے اور انہوں نے
 کہا اے لوگو مجھ کو امیر المؤمنین معاویہ نے حکم دیا ہے کہ علیؓ پر لعنت کروں مگر میرا خیال
 ہے کہ علیؓ اور معاویہ میں باہم اختلاف ہوا اور لڑائی ہوئی اور ہم ایک نے دوسرے کو
 باغی گردانا میں نہیں جانتا کہ ان میں باغی کون ہے۔ اس واسطے میں خدا تعالیٰ سے درخواست
 کرتا ہوں کہ وہ اپنی اور اپنے سب فرشتوں اور مقبول بندوں کی لعنت اس شخص پر
 نازل کرے جو اس کے نزدیک باغی ہو۔ کیونکہ وہ مجھ سے بہتر جانتا ہے کہ حقیقت میں اس
 لعنت کا مستحق کون ہے (ایضاً صفحہ ۱۰۱)

ابو الطفیل سے معاویہ نے کہا کیا تو حضرت عثمان کے قتل میں شریک تھا۔ ابو الطفیل نے
 جواب دیا کہ نہیں میں قتل میں تو شریک نہ تھا مگر قتل کے وقت موجود ضرور تھا۔ معاویہ
 نے کہا تو نے ان کی مدد کیوں نہ کی۔ ابو الطفیل نے جواب دیا اس لیے کہ کسی مہاجر و
 انصار نے مدد میں حصہ نہ لیا تھا یہاں تک آپ نے بھی ان کی مدد نہ کی حالانکہ وہ برابر
 آپ سے مدد مانگتے رہے۔ معاویہ نے کہا میں نے تو انکی مدد سے دریغ نہیں کیا یہ جو میں انکی
 قتل کا انتقام لینا چاہتا ہوں کیا یہ انکی مدد نہیں ہو۔ ابو الطفیل نے یہ سنا کہ ایک شعر پڑھا جسکا مطلب تھا
 میرے مرنے پر اس نے خوب داویلا چا کر ماتم کیا اور بڑی بیقراری سے
 اپنے غم کو ظاہر کرنے لگا۔ لیکن مرتے وقت جب میں نے کھانیکا ایک ٹولہ
 اس سے مانگا تو اس نے روٹیکا ایک سو کھا کھڑا بھی نہ دیا جو مرنے
 سے بجا و بچا لیتا۔ (عقد الفریہ جلد دوم صفحہ ۱۰۱)

معاویہ ایک دن حضرت علیؓ سے بیزار رہنے کی بیعت لوگوں سے لے رہے تھے بنی تمیم
 کے ایک شخص نے بیعت کی تردید الفاظ کہے۔ لے امیر المؤمنین ہم عہد کرتے ہیں اس بات کا

کہ تمہارے زندوں کی اطاعت کریں گے اور تمہارے مریدوں سے بیزار نہیں گے معاویہ نے یہ فقرہ سنا تو زیادہ سے کہا۔ اس شخص کی عقل سے نصیحت حاصل کرنی چاہئے (عقد الفریہ جلد دوم صفحہ ۱۱۱) حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد کا یہ واقعہ ہے یحییٰ نے دو مریدوں سے بیزار نہیں گئے۔

کے فقرہ میں ان ہی کی طرف اشارہ کیا تھا مگر ایسے طریقیہ سے کہ معاویہ کو گرفت کا موقع نہ مل سکا کیونکہ اس نے کہی کسی کا نام نہ لیا تھا اور تمہارے مریدوں کا جملہ بلا تھا حضرت علیؓ بھی بسبب قرابت بنی کے اس مضموم میں آ سکتے تھے اور معاویہ کے گھر والے بھی اس لیے معاویہ کو بھی یحییٰ کی عقل کا قائل ہونا پڑا۔ معاویہ نے یمن کے ایک شخص سے کہا تمہاری قوم ہم کی سی بیوقوف ہے کہ ایک عورت کو اپنا حاکم بنا رکھا ہے۔ یعنی نے جواب دیا میری قوم سے زیادہ تمہاری قوم احمق ہے کہ جب اس میں رسول خدا ظاہر ہوئے تو اس نے کہا کہ اگر شخص اپنے دعوے میں سچا ہو تو آسمان سے ہم پر پتھر برسا دے اور یہ نہ کہا کہ اگر یہ معنی حق پر ہو تو ہم کو بھی ہدایت کی توفیق دے کہ ہم اس کو قبول کریں (عقد الفریہ جلد دوم صفحہ ۱۱۰) ایک دن معاویہ نے عبداللہ ابن زبیرؓ سے کہا تم جو دعویٰ خلافت دل میں رکھتے ہو کیا تم مجھ سے زیادہ اس کے حقدار ہو۔ ابن زبیر نے جواب دیا۔ میرے زیادہ حقدار ہونے میں کسی کو کلام ہو سکتا ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میرے باپ زبیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں جلدی جھٹہ لیا اور یمن ہو کر ان کی اطاعت میں شریک ہو گئے اور تمہارے باپ ابوسفیان ایمان کے دشمن بنے اور رسول خدا کی دشمنی میں کفار کے پیشوا قرار پائے تو بتاؤ نیابت و خلافت رسول کا حق دار میں ہوں یا تم ہو +

معاویہ نے کہا تم نے غلط سمجھا حقیقت یہ ہے کہ میرے چچا زاد بھائی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور تمہارے باپ کو اپنی اطاعت کے لیے بلایا۔ پس انھوں نے اس کو قبول کیا لہذا تم اور تمہارے باپ میرے بھی تابعدار قرار پائے، خواہ بکالت ایمان خواہ بکالت کفر کیونکہ تم میرے ابن عم کے بیٹے تھے (عقد الفریہ جلد دوم صفحہ ۹۹)

ایک نفعہ معاویہ نے مروان سے پوچھا حسین بن علیؑ کے بارے میں تیری کیا رائے ہے مروان نے کہا میرے خیال میں ان کو مدینہ سے بلا کر شام میں رکھنا چاہیے تاکہ وہ اہل عراق سے دور ہو جائیں اور اہل عراق ان سے دور ہو جائیں پھر کسی سازش و فتنہ کا اندیشہ نہ ہوگا معاویہ نے کہا میں سمجھا تو اپنی راحت چاہتا ہے چونکہ مدینہ پر حاکم ہے اور تجھ کو حسینؑ کی نگرانی میں درد سہی اٹھانی پڑتی ہے اس واسطے چاہتا ہے کہ اس کو بلا کر دمشق میں میرے سر پر ڈال دے اور میری راست کی نمیند اور دن کا کھانا حرام کر دے ۱۰

اس کے بعد معاویہ نے مسیحا بن العاص کو بلا کر رستہ لی۱۱ انہوں نے کہا آپ کو تو حسینؑ سے اندیشہ اپنے بعد کا ہے کیسے جانشین کے لیے خطرہ نہ ہو اس سے اطمینان لیکن آپ کا جانشین حسینؑ کے لیے بہت ہے اگر حسینؑ ٹھیک ٹھیک ہے تو وہ بھی ٹھیک ٹھیک رہے گا ورنہ وہ آپ کے زیادہ غمگینی سے اس کا کام تمام کر دینا اندامیری دانست میں حسینؑ کو اپنے حال پر چھوڑ دیجئے وہ پر لگا کر آسمان میں نہیں گھس جائیگا جس کی ہمیں تشویش ہو۔ اس پر معاویہ نے کہا دیکھو یہ ہے میری قوم کی رائے (عقد الفرید صفحہ ۹۹)

ایک دفعہ معاویہ کے دربار میں حضرت امام حسینؑ تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ انکا آزاد کردہ غلام نکوان بھی تھا۔ دیہار میں ابن زبیرؓ بھی بیٹھے تھے معاویہ جانتے تھے کہ ان دونوں کے دل میں خلافت کی آگ ہے اس واسطے نہایت حکمت علی سے اپنی گفتگو شروع کی جس سے حضرت امام حسینؑ اور ابن زبیرؓ میں بخش پیدا ہو جائے چنانچہ انہوں نے حضرت امام کی اول تو خوب خاطر کی اور اپنے تخت پر جگہ دی اسکے بعد ان سے خطاب کر کے کہا دیکھو یہ ابن زبیرؓ بیٹھے ہیں جنکو ہمارے اور تمہارے خاندان بنی عبد مناف سے بڑا احسان ہے مگر ابن زبیرؓ معاویہ سے زیادہ ہوشیار تھے انہوں نے اس انشوں کا عقلی منتر جو اب میں یہ پڑھا کہ نہیں یہ بات نہیں جو ہم حسینؑ کی فضیلت اور قربت رسول کو اچھی طرح جانتے ہیں اور جانتے ہیں البتہ اگر آپ چاہیں تو اپنے باپؓ بزرگ کی فضیلت آپ کے باپ ابوسفیانؑ پر ثابت کر دیں۔

معاویہ اس گرفت سے سٹا پٹائے اور حضرت امام حسینؑ خاموش بیٹھے کیونکہ وہ معاویہ کی حکمت عملی کو سمجھ گئے تھے مگر امام کے غلام زکوان کو جو بن آگیا اور انہوں نے حضرت امام کے مناقب میں ایسے اشعار پڑھنے شروع کیے جن میں ابن زبیرؓ پر طعن تھے معاویہ اس ضربِ خوش ہو کر بوسے راہ، واہ زکوان نے خوب کہا۔ ابن زبیرؓ نے کہا حسینؑ خاموش ہیں۔ اگر وہ بولتے تو میرا جواب دینا مودوں تھا مگر ان کے ارشاد کے آگے میں ادا زبان نہ کھولتا۔ غلام کے منہ کی لکڑی زکوان اس لفظ سے بگڑے اور انہوں نے کہا خاندان رسالت کا غلام بھی قسے بہتر ہے رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے مولیٰ القوم ضلعہم قوم کا غلام ان ہی میں شامل ہوتا ہے۔ پس خاندان رسالت کا میں غلام ہوں تو ان ہی میں شریک ہوں۔

ابن زبیرؓ نے کہا میں اسکا کچھ جواب دینا نہیں چاہتا۔ امیر معاویہ نے پھر آگ بھڑکائی چاہی اور کہا لو خدا کی شان ابن زبیرؓ تم کو مجھ امیر المومنین اور حسین ابن رسول اللہ صلعم کے سامنے فخر کرنے اور بڑا بننے کی جرات ہوئی۔ ارے ہم اور حسینؑ اس خاندان سے ہیں جو دریا ہے۔ اگر تم اس دریا میں گھٹنا چاہو گے تو اس کی موجیں تم کو پاش پاش کر دیں گی۔

ابن زبیرؓ گردن جھکائے معاویہ کی باتیں سنتے رہے اور ایک دفعہ ہی انہوں نے سر اٹھایا اور ایسے پیرایہ سے گفتگو شروع کی جس سے حضرت امام حسینؑ کا دم گفتگو سے الگ ہو گیا اور براہ راست اس کی زد معاویہ پر پڑی۔ کیونکہ ابن زبیرؓ معاویہ کی حکمت عملی کو سمجھ رہے تھے کہ وہ حسینؑ کا دل اور تمام دربار کا دل مجھ سے مکدر کرنا چاہتے ہیں چونکہ حسینؑ کی عظمت ہر شخص کے دل میں ہے اس لیے معاویہ اپنی قرابت کا اظہار کر کے شامیوں کو دکھانا چاہتے ہیں کہ ہم اور حسینؑ تو ایک ہیں۔ ابن زبیرؓ کوئی چیز نہیں۔ ابن زبیرؓ نے حضرت امام حسینؑ کے سکوت سے اس کو بھی سمجھ لیا تھا کہ وہ بھی معاویہ کی چال کو پا گئے ہیں انہوں نے کہا:-

حاضرین! تم کو خدا کا واسطہ، ذرا انصاف سے کہنا کہ کیا میرے باپ کو بخدا صلعم کے دوست تھے اور کیا میری والدہ اسما بنت ابی بکر صدیقؓ نہ تھیں اور معاویہ کی والدہ ہند نہ تھیں

جنہوں نے رسول اللہ کے چچا کا گلچہ کھالیا تھا کیا میرے نانا ابو بکر صدیق نہ تھے جو رسول اللہ کے یار غار تھے اور کیا معاویہ کے جد بجالت کفر بد میں رسول اللہ سے لڑنے نہ آئے تھے اور کیا میری چچی اور خالہ ام المومنین حفصہ الکبریٰؓ اور عائشہؓ نہ تھیں اور معاویہ کی چچی ام جہیلؓ ابوبکر کی بیوی نہ تھیں جنکو قرآن نے حالۃ الخطب کا خطاب دیا ہے اور کیا میری چچی اور خالہ کے خاوند محمدؐ رسول اللہ صلعم اور معاویہ کی چچی کے خاوند ابوبکرؓ نہ تھے میرے چچی کے شہر تمام اولاد آدم میں بہتر تھے اور معاویہ کی چچی کے خاوند تمام بنی آدم میں سب سے زیادہ شفیق و بد بخت تھے جن کی شان میں بہت نازل ہوئی بسنو بسنو میرا نام عبداللہ ہے اور اس کا نام معاویہ ہے اس پر غور کرو اس سے زیادہ میں اور کیا کہوں *

دربار میں اس برجستہ و دل تفر سے سناٹا چھا گیا معاویہ کے چہرہ پر ہوا بیاں اڑنے لگیں مگر انھوں نے اوسان درست کر کے جواب یہ تقریر شروع کی جو یہ تھی :-
اے ابن زبیر! تیرے پاس نہ اب کچھ اقتدار ہے نہ پہلے تیرے بزرگوں کی کچھ وقعت تھی تجھے یاد بھی ہے بخار کے دن میرے دادا حب بن امیہ سردار لشکر تھے اور تیرے باپ اور کنبہ دار ایک ہوں لی لشکر تھے میرے دادا کے حکم کے سامنے انکی گردنیں ٹھکی ہوئی تھیں اور ان کو کسی بات میں اطاعت کے خلاف جنبش کر نیکی تاب نہ تھی یہ فرختم نہوا تھا کہ ہم ہی لوگوں میں خدا نے ایسا اور فخر پیدا کیا اور محمدؐ رسول اللہ صلعم ہمارے ہاں پیدا ہوئے اور تیرے باپ خاندان نے حسب عادت ان کی غلامی کا طوق بھی اپنی گردن میں ڈال لیا میرے باپ کا طعن کیا دیتا ہے وہ مگر اہل میں بھی قوم کا سردار رہا اور ایمان لانے کے بعد اسکی سرداری قائم رہی فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلعم نے کس کے گھر کو امان کا گھر قرار دیا تھا یا ذکر وہ سیر ہی باپ ابوسفیان کا گھر تھا تیرے باپ کا نہیں سیری ماں مہندہ جاہلیت میں بھی ایسا دل رکھتی تھیں جس میں مردوں کی طرح انتقام کا جوش تھا اور مسلمان ہو کر وہ صفات خیر کا منہر بنی اپنے نانا صدیق اکبر کا فخر نہ کر انکی صدیق بنی نے میرے ابن عم کے طفیل عزت پائی ہو عبداللہ بنی کے

صدقہ میں نہیں۔ اور میرے دادا کی شرکت بدر کا جو حوالہ تو نے دیا تو یہ بھی تو سوچا ہوتا کہ ہم اپنے بھائیوں کے سامنے گئے تھے انھوں نے ہم کو قتل کیا ہے انکو قتل کیا۔ ہم تیرے خاندان کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوئے اور جو تو نے خدیجہ اور عائشہ کا ذکر کیا تو یاد رکھ کر یہ دونوں ام المؤمنین میرے ہی ابن عم کے طفیل بنی تھیں۔ آج تو تو ام المؤمنین عائشہ کے خالہ ہوئے پر فخر کرتا ہے کل کا اقتہ بھول گیا کہ تو اور تیرا باپ انکو ہکا کر علیؑ کے مقابلہ کے لیے جل کی لڑائی میں لے گئے تھے کہ یہ خیال نہ آیا کہ تمہاری عورتیں تو پردہ میں بیٹھی رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس گھر سے نکلا کر میدان قتال میں جائے اور پھر تیرے باپ کی بزدلی بھی دیکھی کہ جب میرا بھائی علیؑ تلوار سوخت کر سلاست کھڑا ہوا تو وہ منہ چھپا کر ہلکا ہلکا ابو بکرؓ نے اس کو نہ چھوڑا اور کاٹ کر رکھ دیا۔ تو اپنے اور میرے نام کا حوالہ ناحق دیتا ہے خلقت جانتی ہے کہ کون ہم دونوں میں بہت بابر نام اور باعتبار کام افضل ہے (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۹۷)

اس باہمی مباحثہ کے درج کرنے سے میرا مطلب یہ ہے کہ ناظرین کو ان جوابات کا علم ہو جائے جو بنی اُمیہ اپنے معترفوں کو دیا کرتے تھے، اب تک لوگ صرف ان اعتراضات ہی کو جانتے ہیں جو ابن زبیرؓ نے معاویہؓ پر کیے اور شجب کرتے ہیں کہ باوجود ان تمام حالتوں کے اہل شام اور پھر تمام اسلامی دنیا نے بنی اُمیہ کی خلافت کو کیونکر منظور کر لیا تھا معاویہؓ کا یہ جواب انکی شکلیں کو دیکھا اور وہ جان لیں گے کہ ان حکمت عملیوں سے خلقت کے دل اپنی طرف متوجہ کیے گئے تھے۔ عام لوگوں میں زیادہ غور کرنے اور تہ کی بات تک پہنچنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ اس واسطے وہ بنی اُمیہ کی ظاہری اسالی اور زبان درازی سے متاثر ہو جاتے تھے ورنہ اس سوال و جواب کو غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ ابن زبیرؓ کی باتیں بہت صاف اور زبردست تھیں اور معاویہؓ کے جوابات میں سوائے لٹافی کے کچھ نہ تھا البتہ اس بات کی تحریر کئی پرے گئی کہ معاویہؓ بنی اُمیہ میں اعتراض ہی سے جواب نکال لینے کی ہمت خوب ملتی ابن زبیرؓ کے اکثر سوالات کو معاویہؓ نے پلٹ دیا اور لازمی جواب کی شان انکو اس طرح

ویری کہ مسموٰی سمجھ والا مخالف میں پڑ جائے اور نہ ہونے لگے کہ بیشک معاویہ نے بیچ تو کہا۔
ابن زبیر پوچھتے ہیں کہ کیا میرے نانا ابو بکر صدیق نہ تھے؟ معاویہ کہتے ہیں انکو یہ
عزت میرے ابن عم کے سبب حاصل ہوئی تھی مگر کوئی ان سے پوچھتا کہ جس وقت ابن زبیر کے
نانا نے تمہارے ابن عم کی تصدیق کی تھی اور ہزاروں مصیبتوں اور تکلیفوں کا مقابلہ وہ کر رہے
تھے اس وقت آپسے اور آپ کے باوا جان اور سارے کہنے سے اس غریب ابن عم کے ساتھ
کیا سلوک کیا تھا اس وقت بھی آپ ابن عم پر غر کر تے تھے اس دن تو آپ اپنے بے کس و تنہا
ابن عم کے دشمن خون ہوسے تھے اس دن تو آپ اس ابن عم کو اپنے خاندان میں شمار کرتے
ہوسے بھی شرماتے تھے اور اسکو عار سمجھتے تھے اس دن تو آپ کے والد ماجد آپ کے ابن عم
کو حقارت سے ابن ابی کہشہ کہتے تھے، اور ابن عم کے برابر ذکر سے میں رات و گلی میں ڈارم
آپ نے اور آپ کے خاندان نے اپنے اور پر حرام کر لیا تھا۔ بکاری فاختہ سید اقرقی ہی اور سیدہ
کھانی کے وقت کوئے صاحب آگے اور رشتے جتانے لگے۔ بدر کی بھوک پیاس میں خندق
کی یاس ہر اس میں احد کی نکالینا بے قیاس میں ابن زبیر کے نانا نے ساتھ دیا تھا آپ نے
اور آپ کے والد و خاندان نے ان دنوں تو آپ چھری تیزی کے پھرتے تھے کہ مومل کوئی گلیے
اور آپ اس کے اوپر اسکو چلائیں۔ آج تخت شاہی نظر آیا تو ابن عم ابن عم کا نعرہ لگایا۔
ساری بحث میں ایک جواب بھی ایسا نہیں جو کسی ایماندار دل کو مطمئن کر سکے ابن زبیر
کی جتنوں میں دین کا رنگ چمکتا ہے اور معاویہ کے جوابوں میں وہی قوی فخر کا جلوہ نظر آتا
ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کل مومن اخوة کا رنگ جلنے کو تشریف لائے تھے۔
معاویہ نے ساری زندگی اس احساس اسلامی کے فنا کر دینے میں صرف کر دی جو اسلام
نے اخوت کا شملہ ان میں پیدا کیا تھا معاویہ کے جس قول کو دیکھو گے جس فعل پر نظر کرو گے
صاف معلوم ہو جائیگا کہ وہی جاہلیت کی فخریہ باتیں ابھار رہے ہیں یہی نسبتی امتیازات کے برکات
جذبہ بھڑکا رہے ہیں کہی ان کے اقوال الطوار سے یہ نہ پایا گیا کہ انھوں نے کلمہ و حقا پر طبلہ کو

براہِ گنجینہ کیا ہو۔ انہوں نے جب کہا یہی کہا ہم قریش ہیں۔ ہم عرب ہیں۔ ہم ان کے ہیں ہم ڈٹکے ہیں۔ شروع میں پڑھا ہو گا آنحضرت صلی علیہ وسلم کی ایک حدیث میں نقل کی ہے جس میں حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ اتنی معاویہ کو کتاب ہے حساب کا علم دے اور عذاب سے انکو بچا۔ یہ دُعا ایک طرح کی پیشین گوئی تھی جس میں مسلمانوں کو امیر معاویہ کے کیر کڑ سے آگاہی دی گئی تھی۔ آپ نے اس میں فرمادیا کہ معاویہ کو نہ کتاب الہی کا علم ہے نہ حساب حضرت کا ڈر نہ عذاب و دوزخ کا خوف۔ جب ہی تو آپ نے دُعا میں یہ فرمایا کہ الہی اس کو کتاب ہے حساب کا علم دے اور عذاب بچا یقین ہے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق خدا تعالیٰ انکو عذاب سے نجات دینگا اور ان کی نجات اعمال کے سبب نہیں محض اس دُعا کے طفیل ہوگی۔

امیر معاویہ نے

سلطنت کے درخت میں کتنے بے گناہ مومنین کا خون دیا

دُنیا کے بادشاہوں میں تزیہ بات کچھ عجیب کی نہیں ہے کہ سلطنت اور تاج کی خاطر باپ ماں بھائی بیٹے کو ان لوگوں نے قتل کیا ہے اور قصر حکومت کے استحکام کے لیے بیشمار بے گناہوں کا خون پانی کی طرح بہا یا ہے مگر دین کے ضابطہ میں اس گناہِ عظیم کا نام نشان بھی کہیں نہیں پایا جاتا۔ اسلام کے قانون نے تو قتلِ عمد کی یہ دفعہ بتائی ہے کہ من قتل مومنا متعمداً فجزاؤه جہنم فقیر جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا اسکی سزا جہنم ہے۔ مگر جناب معاویہ نے اموی سلطنت کے درخت کو مومن مسلمانوں کا خون پلا پلا کر پرورش کیا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ صوفی کی لڑائی ہوئی اس میں بیشمار مسلمان طرفین کے مارے گئے انکا گناہ بھی امیر معاویہ کے ذمہ ہے کیونکہ انہوں نے محض اپنی سلطنت کی خاطر غرورِ عثمان کا ایک فرضی بہانہ نکالا فقارِ نہ موافق و مخالف ہر شخص جانتا ہے اور کہتا ہے کہ معاویہ

کا یہ مطالبہ حضرت علیؓ سے بالکل ناواقف تھا اور معاویہ نے اس نے اپنی سلطنت قائم کر نیکایہ ایک شرعی جیلڈ بجا دیا تھا تاہم میں اس جمہوری جنگ کے خون کو معاویہ کے ہاتھ اعمال میں اپنے قلم سے درج نہیں کرتا اسکا فیصلہ خدا کرے گا مگر ان متعدد عمری قتلوں کو اس معاویہ کیونکر پاک کیا جاسکتا ہے جو روز روشن میں ہر تاریخ کے ورق پر اپنی سرخی دکھائے ہیں

پہلا خون

سیدنا حضرت امام حسنؓ کا ہے جو تاریخ کی روایت و روایت سے قطعاً امیر معاویہؓ کے اوپر ثابت ہے اور کوئی جدید و قدیم محاکمہ تاریخی و قانونی انکی بریت اس قتل کی شرکت نہیں کر سکتا محرم نامہ میں طبری کے حوالے سے میں نے یہ واقعہ لکھا ہے اور تاریخوں میں بھی اس کے حوالے پائے جاتے ہیں۔ اگر سب بیانات تاریخی کو جھٹلادو ہر تان بھی مان لیا جائے تب بھی اس میں تو کوئی شخص شبہ نہیں کر سکتا کہ حضرت امام حسنؓ کا زہر کے اثر سے انتقال نو ضرور ہوا تھا اور اس وقت امیر معاویہؓ کی حکومت بھی قائم تھی اور ان کے اہلکار و افواج اس وقت کی تفتیش و تحقیق بھی کرتے تھے شرعی حدود و جاری کیجاتی تھیں۔ مجرموں کو سزا میں ملتی تھیں پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت امام حسنؓ کے لئے بڑے واقعہ کی نہ معاویہؓ نے تحقیقات کی نہ انکی کسی اہلکار نے، اگر وہ خود اس کے مجرم نہ تھے تو انکو بحیثیت ایک حاکم کے اس مقدمہ کی جج کرنی چاہئے تھی اور اصل مجرم کا پتہ نکالنا واجب تھا مگر انہوں نے کچھ بھی نہ کیا اور اس پر اسرار و قیام کی ذرا بھی تحقیقات نہ ہوئی اس سے صاف ظاہر ہے کہ معاویہؓ کا ہاتھ اس میں شریک تھا اور تاریخوں کا بیان بالکل درست ہے کہ انہوں نے زہر دلو اور حضرت حسنؓ کو شہید کر لیا۔

تو کیا یہ قتل عمدہ تھا اور کیا اس کی سزا میں جناب معاویہؓ دفعہ قرآنی کے حدیں نہیں آتے امام حسنؓ نے بغاوت نہیں کی تھی جو اس کی سزا و پاداش میں زہر دلوایا گیا۔ انہوں نے تو خود ہی معاویہؓ کو سلطنت دیدی تھی پھر انکا قتل کس خطا کے عوض تھا اور کیا یہ ایک گناہ مومن کا غنہ نہیں ہے جو سلطنت کے درخت میں ڈالا گیا تاکہ وہ سر سبز رہے۔

ان واقعات سے صاف ظاہر ہے جن کو میں نقل کرتا ہوں کہ امیر معاویہ ہی نے حضرت امام حسنؑ کو زہر دلوایا تھا +

(۱) خود امیر ابن الحکم کہتے ہیں کہ موت حسنؑ سے چند روز پہلے معاویہ کا ایک حکم مرد ابن الحکم حکم مہرینہ کے نام بے حیثیتہ ضروری آیا تھا کہ حسنؑ کے حال سے فوراً مطلع کرو اس حکم کو نہ دیکھو نہ چند روز بھی نہ گزرے تب تک کہ حسنؑ نے انتقال کیا اور مردان نے اس کی خبر معاویہ کو لکھ بھیجی (طبقات الاطباء جلد اول صفحہ ۱۱۸)

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس غیر معمولی جلدی کی دریافت کا کیا سبب تھا جس کے نتیجے میں ضروری احکام نام نہایت نام جاری کیے گئے۔ اس سال اور ان ایام کی نسبت تاریخیوں میں ایسی کوئی بات درج نہیں ہے جس سے یہ شبہ ہو کہ امام بغاوت کا سامان کر رہے تھے یا اور کیا کوئی واقعہ پیش آیا تھا جسکی بنا پر معاویہ کو تفتیش حالات امام حسنؑ کی ضرورت پیش آئی۔

(۲) وکان ابن عباس اذا دخل علی معاویۃ اجلسہ معہ علی سریرہ فاذن معاویۃ للناس فاحزنوا بما لہم من جاء ابن عباس فلم یملہ معاویۃ ان یشیر حتی قال یا ابن عباس هل انک موت الحسن بن علی قال لا قال معاویۃ قد اقامتہ فاستوجہ ابن عباس قال ان موتہ یا معاویۃ لا یرید فی عمرک ولا یدخل عمرک معک فی قبرک فقال لمعاویۃ اقصہ یا ابن عباس فقال ہذا بیوم موتی (طبقات الاطباء جلد اول صفحہ ۱۱۹) ترجمہ

حضرت ابن عباسؓ جب معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ انکو اپنے برابر تخت پر جاگہ دیا کرتے تھے ایک دن جب انکو نکو جاہتری کا اذن ہوا اور سیپاچی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو ابن عباس بھی اٹھ کھڑے ہوئے انکو سلام بھی نہ کرتے دیا اور دایک دفعہ ہی گھبرا کر سوال کیا کیا تمکو حسنؑ ابن علیؑ کے مرنے کی خبر ملی۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا نہیں تو معاویہ نے انکو انکے انتقال کی خبر ملی تو اس پر ابن عباسؓ نے اتنا بلند ہرٹی اور فرمایا معاویہؓ کے مرثیے بتاری عمر میں کچھ اسناد نہیں ہو جائیگا اور انکے اعمال بہت سے ساقہ قبر میں پائے گئے اس پر معاویہؓ نے کہا تم بیٹھو تم ہی ابن عباسؓ کے بے یقین بیٹھنے کا نہیں۔

اس کے بعد طبقات الاطباء میں معاویہ کی شہادت کا حال ہے جو انہوں نے حضرت امام حسنؑ پر کی اور وہ اشعار میں جو قسم بن عباس نے اس شہادت پر معاویہ کے خلاف کہے تھے۔ دیکھ لیجئے جو رکی ڈارحی میں تنکا اسکو کہتے ہیں کیسی گھبراہٹ تھی کہ ابن عباسؑ کی صاحب سلامت بھی نہ ہونے پائی اور خون سر پر بہنے لگا۔

ابن عباس نے بھرے دریا میں صاف صاف معاویہ پر خون حسنؑ کا الزام لگایا جو ان کی گفتگو سے ثابت ہے مگر معاویہ نے اسکی بریت نہ کی اگر وہ بے گناہ ہوتے تو کہتے کہ ابن عباسؑ مجھ پر اسکا الزام کیوں لگاتے ہو۔ میری عمر اور قبر کا ذکر اسوقت کیوں کیا اسکا حسنؑ کی موت سے کیا تعلق۔ لیکن وہ تو ایک مجرم کی طرح بولے تو یہ بولے کہ مجھ تو وہی جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب تم بھڑو۔ تم نے بھلا کیا کیا۔ مر گئے تو مر جانے دو۔

دوسرا خون

حضرت عبدالرحمن ابن خالد ابن الولیدؓ بھی جناب معاویہ کی تیغ حکومت کا شکار ہوئے۔ عن ابی سہیل ان معاویۃ لما اراد ان یظہر العقد لیزید قال لاهل الشام ان امیر المؤمنین قد کبروت سنہ ورف جلدۃ ودف عظمہ وافترب اجلہ ویرید۔ ان یستخلف علیکم من ترون؟

فقوالوا عبد الرحمن ابن خالد الولیدیؓ۔ فنکت واضعہا دس ابن اثال النصرانی الطلیب الیہ فسقاہ معاصیات (ترجمہ)

ابنی سہیل سے روایت ہے کہ جب معاویہ نے یزید کی ولیعهدی کا ارادہ کیا تو اہل شام سے کہا کہ اب تمہارا بادشاہ بڑھا ہو گیا اسکی کھال ڈھیلی پڑ گئی اس کی ہڈیاں بوسیدہ ہو گئیں اور اس کی اجل قریب آگئی وہ چاہتا ہے کہ تمہارے واسطے اپنا کوئی جانشین مقرر کرے بتاؤ تم کس کو اسکا اہل پستے ہو تو ان سب نے کہا عبدالرحمن بن خالد بن الولیدؓ اس منصب کے لائق ہیں معاویہ یہ جواب سنکر چپ ہو گئے اور انہوں نے اسکو اپنے دل میں رکھا

اور پریشیدہ طور سے ابن آثال عیسائی طبیب کو بلا کر عبدالرحمن پر مامور کیا اور اس نے ان کو زہر پہلا دیا۔ جس سے وہ انتقال کر گئے (طبقات الاطباء جلد اول صفحہ ۱۱۷)۔
اس کتاب میں اس موقع پر یہ بھی ہے کہ جب عبدالرحمن بن خالد بن الولید کی وفات کا حال انکے بھتیجے خالد بن المہاجر کو مکہ میں معلوم ہوا تو وہ اپنے غلام نافع کو لیکر دمشق گئے تاکہ ابن آثال کو قتل کر کے اپنے چچا کا بدلہ لیں ابن آثال معاویہ کا بڑا مقرب تھا جو وقت وہ دربار سے نکل کر گھر کو چلنا نافع کی مدد سے خالد بن المہاجر نے تلوار مار کر ابن آثال کو قتل کر دیا اور بھاگ کر ایک تنگ محلہ میں چھپ گئے۔

معاویہ کو خبر ہوئی تو انہوں نے کہا ہو نہ ہو یہ کام خالد بن المہاجر نہ کھائے اسکو تلاش کرو۔ چنانچہ وہ تلاش کرنے سے پکڑے گئے اور معاویہ کے سامنے لائے گئے معاویہ نے کہا تجھ پر خدا کی لعنت تو نے میرے طبیب کو کیوں قتل کر دیا۔ خالد نے جواب دیا قتلت المأمور وبقی الامن میں نے مامور کو قتل کر دیا اب حکم لینے والا باقی ہے اس پر معاویہ نے نافع کے تروسو کوڑے لگوائے اور خالد کے قبیلہ پر دس ہزار درہم جرمانہ کیا بند خون بہا ابن آثال کے طبقات الاطباء جلد اول صفحہ ۱۱۶ میں ابن آثال طبیب کے حالات میں یہ عبارت ہے:

كان طبيباً متقى ما من الاطباء المتميزين في دمشق نصراني المذهب لما ملك معاوية ابن ابي سفيان دمشق اصطفا لنفسه واحسن اليه وكان كثير الاعتقاد والاعتقاد فيه والحادثه معه ليلا ونهاراً. وكان ابن اثال خبيراً بادوية المفردة والمركبة وفراها وما منها سموم قوا تل وكان معاوية يقربه لذلك كثير اوقات في ايام معاوية جماعته كثيره من اكابر الناس الامراء من المسلمين بالسمرة (تقریر جمعہ) ابن آثال عیسائی مذہب کا ایک پُرانا اور ممتاز طبیب دمشق میں تھا جب معاویہ دمشق کے مالک ہوئے تو اس طبیب کو اپنے واسطے منتخب کر لیا اور اس پر بہت کچھ احسانات کیے معاویہ کو اس کے ساتھ بہت کچھ عقیدت تھی رات دن اس سے بات چیت

رہتی تھی اور ابن اثال مفرد و مرکب و اوّل اور ان کے خاص سے خوب ماہر تھا خصوصاً قاتل زہروں سے اسکو بڑی آگاہی تھی اسواسطے معاویہ نے اس کو اپنا مقرب بنالیا ہوتا اور اکثر پاس رکھتے تھے اور معاویہ کے زمانہ میں اہل اسلام کی ایک جماعت کثیر بڑے بڑے آدمیوں اور امیروں کی زہر کھلانے سے مرگئی۔

یہ ایک ایسی شہادت ہے جسکا تعلق کسی فریق سے نہیں ہے۔ تذکرہ اطباء میں ابن اثال کا ذکر آیا تو اس کے متعلق یہ حالات بھی مصنف نے لکھ دیے جس سے اس کی زندگی اور موت کا حال بتانا مقصود تھا اور نہ معاویہ کی ذات سے طبقات اطباء لکھنے والے کو بحث نہ تھی اور اس نے خاص معاویہ کو لازم بنانے کے لیے یہ واقعہ نہیں لکھا۔ صفحہ ۱۱۱ پر مصنف طبقات اطباء نے ایک ایسی فہرست ان معتبر راویوں کی بھی دی ہے جو جن کی سند سے اس نے یہ واقعہ درج کتاب کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خلیفہ صاحب نے دُنیا کی چند روزہ بہار کی خاطر ایک کثیر جماعت مسلمانوں کی زہر دوا دوا کر تمام کر دی اور یہ بچائے معمولی لوگ نہ تھے بلکہ اکابر اور امرائے جن کا خون شجر حکومت کی جڑ میں دیا گیا۔

ابو عبیدہ القاسم بن سلام نے اپنی کتاب امثال میں بھی اس واقعہ کی تصدیق کی ہے۔ اس کتاب میں عرب کی مثل و نکا بیان ہے وہ کہتے ہیں کہ جب معاویہ کو عبدالرحمن بن خالد بن الولید سے یہ ڈر ہوا کہ خلعت میرے بعد انکو منتخب کرنا چاہتی ہے تو انہوں نے ان کو طبیعت سے زہر ملا دیا اسوقت جبکہ عبدالرحمن نے رحلت کی تو معاویہ نے یہ فقرہ کہا تھا جو ضرب الثل ہو گیا لا جند الا ما اقص عنك من تكبر۔

اور اس کتاب امثال میں معاویہ کا ایک اور فقرہ بھی منقول ہے جو ضرب الثل ہو گیا ہوتا کہ ان اللہ جنودا۔ منہا العسل اور یہ اسوقت کہا تھا کہ جب ان کے حکم کی بموجب ایک دہقان نے مصر کے راستہ میں مالک بن اشتر کو زہر دیکر مار ڈالا تھا۔

تیسرا خون

ان ہی مالک بن اشتر کا ہے جسکا ذکر ابھی اوپر آیا اُن کو حضرت علیؑ نے مصر کا حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ راستہ کے ایک میندار کو معاویہؓ نے کہلا بھیجا کہ اگر تو مالک کو زہر دیکر مار ڈالے تو مجھ کو مین بڑس کا خرچ معاف کر دیا جائیگا اور اس کے پاس ابن آثال کا بنایا ہوا نہر بھی دیا جسکو میندار نے شہد کے شربت میں ملا کر پلا دیا اور مالک مر گئے اس واسطے معاویہؓ نے کہا کہ خدا تعالیٰ کے کچھ لشکر ہیں اور ان ہی میں شہد ہے

اور پھر یہ جملہ ضرب اسل ٹنگیا۔ بیفک خدا تعالیٰ نے اپنی شانیں ظاہر فرمائی ہیں ان میں خیر بھی ہے اور شر بھی ہے شر کے ٹھکانے کے لیے آدم زاد اپنی شیطانی حرکات کا ارتکاب کیا کرتے ہیں اور پھر اسکو خدا سے منسوب کرتے ہیں مگر خدا نے بھی تو ایک ضرب اسل فرمائی ہے کہ وہ من اجل منقال خردۃ شری ایڑا جودرہ کی برابر بھی بڑی کریگا بدلہ پائے گا۔

اسی طرح اور بہت سے غن ہیں جسکا ذکر نامہ نچوں میں مذکور ہے مثلاً حجر بن عدی وغیرہ مگر یہاں منور کے طور پر صرف تین غنوں کا جرم حضرت امیر المومنینؑ پر ثابت کرنا کافی ہے قرآن نے تو ایک ہی غن کو بڑا سمجھا ہے اور اس کی شدید سزا مقرر فرمائی ہے اور یہاں ایک چھوٹے تین تین ثابت ہو گئے اور ان تین میں ایک تو خاص پیغمبر زادے کا ہی جمعہ معاویہ کے محسن تھے خلافت گزین عابد تھے اور ایسے بڑے مومن تھے جنکی نظیر مومنین میں مشکل سے ملے گی۔ حضرت امام حسنؑ ابن رسولؐ اشتر تھے جسکو معاویہؓ نے زہر دیکر شہید کیا حضرت امام حسنؑ نے معاویہؓ پر ایک سلطنت بخشنے کا احسان کیا تھا جس کا عوض غن کشی سے دیا گیا۔ حضرت امام حسنؑ حجۃ خلوت میں عبادت کر رہے تھے اور معاویہؓ نے ایک بے ضرر عابد کا غن بہا دیا۔ حضرت امام ایسے مومن تھے جن کی ایما فی شان کے آگے ہر مومن سر جھکا تا ہے اور اس مومن کو خدا معاویہؓ نے قتل کیا اور درخت حکومت میں اس خون ایمان کو ڈالا۔

امیر معاویہ کے اوصاف

معاویہ نے قرین کو مخاطب کر کے کہا کیا میں تم کو اپنے اور تمہارے باہمی تعلقات کی وابستگی کا سبب بتاؤں۔ وہ بولے ہاں بتائیے تو معاویہ نے کہا سنجیب تم تیز ہو کر اُڑنا چاہتے ہیں تو میں دھیما ہو کر رک جاتا ہوں اور جب تم کو دھیما اور پردار میں نہ کاہوا دیکھتا ہوں تو میری تیزی پر داز بڑھ جاتی ہوں۔ اگر میں یہ وزن قائم نہ رکھتا تو ہم دونوں تباہ و بیکار ہو جاتے (بر وایت صحتی در عقد الفرید)

معاویہ نے ایک ن کہا اگر میرے اور خلقت کے درمیان ایک بال بھی باقی رہے گا تب بھی میں اپنے اور اس کے تعلق کو ٹوٹنے سے بچا لوں گا۔ پوچھا گیا ایسی نازک حالت میں آپ کیونکر تعلقات کو قائم رکھ سکیں گے جواب دیا اس کہ جب خلقت بال کو کھینچے گی تاکہ تعلق ٹوٹ جائے تو میں بال میں ڈھیل دیدوں گا اور جب خلقت بال میں ڈھیل دیگی اور میرے رشتہ سے دور ہونا چاہے گی تو میں بال کو کھینچ کر ان کے قریب ہوجاؤں گا (بر وایت صحتی در عقد الفرید صفحہ ۲۱۲)

زیاد ابن ابی سفیان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنے کسی ماتحت پر خراج کے معاملہ میں سختی کی اس نے معاویہ تک شکایت پہنچائی میں نے معاویہ کو لکھا کہ آپ اس معاملہ میں دخل نہ دیجئے گا ورنہ میرے انتظام میں خلل پڑے گا اور اسکا اثر آپ کی سلطنت پر بھی ہو گا کیونکہ میں آپ ہی کا اہل کار ہوں۔

معاویہ نے جواب دیا۔ سیاست کا کام بول ہی چلا کرتا ہے کہ ایک شخص سختی کرتا ہے اور دوسرا نرمی اس طرح وزن برابر ہو جاتا ہے۔ اگر برا سختی ہو یا برابر نرمی ہو تو حکومت میں فرق پڑ جاتا ہے (بر وایت صحتی در عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۲۱۲)

عمر بن العاص کہتے ہیں کہ معاویہ غصہ کو مہنی میں ڈال دیا کرتے تھے اور بے ضرورت کسی نہ سوتے تھے۔ (۱۶)

حضرت ابن عباسؓ سے معاویہ کے اوصاف پوچھے گئے تو انہوں نے فرمایا انکا
حلم غصہ کے لیے وبال جان تھا۔ ان کی سخاوت زبانوں کا قفل تھی۔ ان کو دلوں کا جوڑنا
خوب آتا تھا۔ اور یہی وجہ ان کی حکومت کے استحکام کی تھی (۱۰)

جب حضرت امام حسنؓ نے معاویہ کو خلافت دیدی اور جھگڑے طے ہو گئے تو معاویہ
نے خون حضرت عثمان کے انتقام کا ذکر چھوڑ دیا اس کے بعد وہ مدینہ میں آئے اور
حضرت عثمان کی بیٹی عائشہؓ سے ملنے ان کے گھر میں گئے تو وہ بے اختیار رونے لگیں
اور انہوں نے کہا اب تم نے میرے باپ کے بدلے لینے کا خیال چھوڑ دیا اور حکومت
حاصل ہوتے ہی اپنی زبان بند کر لی تو معاویہ نے جواب دیا لوگوں نے مجھ کو اطاعت
دی جس نے انکو امن دیا میں نے انکے سامنے اپنا علم ظاہر کیا جس کی تیریں غصہ پوشیدہ ہے اور
انہوں نے میرے سامنے اپنی عاجزی ظاہر کی جسکی تیریں حسد مخفی ہے۔ ہر آدمی کے پاس اسکی
تکوار موجود ہے اور وہ موقع کا انتظار کر رہا ہے پس اگر میں ان سے عہد شکنی کروں تو وہ میرے
ساتھ عہد شکنی کریں گے۔ اس کے بعد کس کو خبر ہے کہ وہ مجھ پر غلبہ حاصل کر لیں گے یا میں ہی انہیں
غالب ہوں گا لہذا آج کے دن کو غنیمت جان کہ تو امیر المومنین عثمان کی بیٹی نہیں تو امیر المومنین
معاویہ کی بھتیجی تو کہلاتی ہے۔ اگر تیری خاطر میں نقص عہد کروں اور معاملہ دو گروں ہو کر یہ
حکومت میرے ہاتھ سے نکل جائے تو پھر اسوقت تو ایک معمولی عورت رہ جاؤ گی (عقد الفریضہ صفحہ ۲۱۲)

مدینہ میں اگر معاویہ نے ایک لکچر دیا اور تمام حاضرین سے مخاطب ہو کر بولے :-
اے لوگو۔ ابو بکر صدیقؓ نے دنیا کو چھوڑا اور دنیا نے ان کو چھوڑ دیا۔ عمر فاروقؓ نے دنیا
فریفتہ ہوئی مگر انہوں نے اسکو منہ نہ لگایا۔ عثمان غنیؓ دنیا سے بیزار ہوئے اور دنیا
ان سے بیزار ہوئی۔ اور میں دنیا کی طرف مائل ہوا۔ اور وہ میری طرف جھک پڑی،
اب میں اسکا بیٹا ہوں اور وہ میری ماں ہے اگر تم مجھ کو اچھا نہیں سمجھتے تو نہ سمجھو۔
میں تو اپنے وجود کو ہتھارے لیے اچھا سمجھتا ہوں (عقد الفریضہ صفحہ ۲۱۲)

بشر بن ارطاة حضرت علیؑ سے خفا ہو کر معاویہ کے پاس چلے گئے اور ان کے سامنے حضرت علیؑ کو برا بھلا کہنا شروع کیا اسوقت زید بن عمر بن الخطاب بھی تشریف لے گئے تھے انہوں نے بشر بن ارطاة کی بیہودہ گوئی سے ناراض ہو کر ایک طمانچہ لٹکے کلمہ پر مارا تو اس پر معاویہ نے حضرت زید سے فرمایا تم نے ایک بزرگ قوم اور سردار قریش کے ساتھ زیادتی کی اور پھر بشر ارطاة سے مخاطب ہو کر بولے یہائی تو نے یہ خیال نہ کیا کہ علیؑ کی بیٹی ام کلثومؑ زید کی ماں ہے۔ وہ اپنے نانا کی بدگوئی کب گوارہ کرے گا کیونکہ اس میں فاروقؓ کا عیور غل ہے (عقد الفرید صفحہ ۲۱۲) *

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے معاویہ کو مکہ کا حاکم مقرر فرمایا اور جب مکہ میں آئے تو ان کی والدہ ہندہ نے ان سے کہا: بیٹا اگرچہ تجھ جیسا آزاد آج تک کسی ماں نے نہیں جنا مگر تجھ کو لازم ہے کہ جس شخص نے یہ حکومت تجھ کو دی ہے اس کی مرضی کے موافق کام کیجیو چاہے تیرے دل کو اس کا حکم اچھا معلوم ہو یا بُرا لگے کسی حال میں انحراف نہ کیجیو۔ اس کے بعد وہ اپنے باپ ابوسفیان سے ملے تو انہوں نے کہا بیٹا یہ ہمارے جین ہم آگے بڑھ گئے کیونکہ انہوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت لی۔ اور ہم پیچھے رہ گئے کہ ہم نے قبولیت دین میں دیر لگائی نتیجہ یہ ہوا کہ ہم ان کے تابع رہ گئے اور وہ ہمارے سردار بن گئے۔ اب انہوں نے تجھ کو ایک کام دیا ہے تو تجھ کو لازم ہے کہ ان کی رائے کے خلاف کوئی کام نہ کیجیو۔ کہ ایک دن اس طاعت کے سبب تو وہاں پہنچ جائے گا جہاں وہ خود آجکل ہیں (عقد الفرید صفحہ ۲۱۲)

حضرت عمر فاروقؓ جب شام کے ملک میں تشریف لے گئے اور انہوں نے معاویہ کی شان و شوکت دیکھی تو انہوں نے معاویہ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ معاویہ خاموش ہو کر پیچھے پیچھے پیدل چلنے لگے تو عبدالرحمن بن عوفؓ حضرت فاروقؓ کا عظیم سے عرض کیا اس پیدل کی طرف بھی توجہ فرمائیے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے معاویہ تیرے

دروازہ پر دربان اور پہرہ دار کیوں ہیں اور تو نے یہ شانہ بٹھا ٹھیکوں بنا سکے ہیں
 فریادی لوگ تیرے پاس کیونکر آسکیں گے معاویہ نے کہا اس ملک میں دشمنوں کے
 جاسوس ہر وقت موجود رہتے ہیں اگر یہ انتظامات منوہ اور دکھاؤ کے نہیں تو اسلامی
 رعب ان کے دلوں سے اٹھ جائے گا مگر مجھے آنجناب کا حکم اسکے خلاف ملے گا تو فوراً
 اطاعت کی جائے گی اور ان لوازمات کو دور کر دیا جائے گا حضرت عمرؓ نے فرمایا
 اگر تیرا بیان درست ہے تب تو بڑا عاقل حاکم ہے! اور اگر غلط ہے تو تو بڑا فریادی ہے
 ہاں میں تجکو نہ اس سے منع کر سکتا ہوں نہ اسکا حکم لے سکتا ہوں (عقد الفرید صفحہ ۲۱۲)
 حضرت امام حسنؓ کی شہادت کے بعد معاویہ حج کرنے آئے تو مدینہ میں منبر پر چڑھ کر
 حضرت علیؓ پر لعنت کر نیکا ارادہ کیا لوگوں نے کہا حضرت سعد بن وقاصؓ کی اجازت لے
 بغیر یہ حرکت ہوئی تو اندیشہ فساد کا ہے معاویہ نے حضرت سعدؓ سے دریافت کر لیا تو
 انہوں نے فرمایا کہ اگر ایسا ہوا تو میں مسجد سے چلا آؤنگا اور پھر کبھی اس مسجد میں نہ جاؤنگا کہا
 علیؓ کو گالیاں دی جائیں معاویہ نے سنا تو لعن سے باز رہے اور جب سعدؓ کا انتقال ہوا
 تب اپنا سابقہ ارادہ پورا کیا (عقد الفرید صفحہ ۲۱۲)

بیان کر نیکا مقصد یہ ہے کہ معاویہ تحمل و انتظار کی پالیسی میں بے حد بر اور موقع شناس تھے
 ایک دفعہ صعصعہ بن عمروؓ معاویہ کے پاس گئے اسنے چہرہ پر راستہ کی گرد تھی
 ہوئی تھی معاویہ نے عمروؓ بن العاصؓ بطور اعتراض و ہجو کے اس خاک کا ذکر کیا
 صعصعہ بگڑ کے بولے ہیں اس مٹی سے پیدا ہوا ہوں اور اسی میں بچنا ہے آپ جہاں
 طعن کرتے ہیں تو شاید آپ اُس آگ سے پیدا ہوئے ہیں جس سے شیطان پیدا ہوا تھا
 اور شاید آپ کی آخرت بھی اسی آگ میں ہوگی (عقد الفرید صفحہ ۲۱۳)

ایک دن معاویہ نے عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ علیؓ کے مقابلہ میں میری کامیابی کی
 چار وجوہات ہیں۔ اول تو یہ کہ میں اپنے راز کو مخفی رکھتا تھا اور علیؓ سب باتیں لوگوں پر

ظاہر کر دیتے تھے۔ دوسرے یہ کہ میرے پاس فوج تھی اور علی کے پاس نافرمان پیر
یہ کہ جنگ جمل میں میں نے حصہ نہ لیا۔ اور سمجھ لیا کہ علی بیعت تومیر افادہ ہے کہ انکے
ساتھ میرے حریف ہیں۔ اور حریف جیست گئے تو میرا قطع ہے کہ علی کی قوت ٹوٹ جائیگی
اور چھتے یہ کہ میں قریش میں مقبل تھا اور علی سے لوگ ناراض تھے (عقد الفرع صفحہ ۱۲۱۳)
ابن ابی شیبہ نے مسعود بن جہان سے یہ روایت کتاب مصنف میں نقل کی ہے کہ ان سے
کہا گیا کہ بنی امیہ کہتے ہیں کہ ہم پیغمبر خدا صلعم کے جانشین و خلیفہ ہیں۔ انہوں نے فرمایا
جھوٹے ہیں۔ وہ نائب رسول اور خلیفہ نہیں ہیں بلکہ بادشاہ ہیں اور بادشاہ بھی بڑے
تندر لڑج (رحلی الایام فی خلافا الاسلام جلد ۳ صفحہ ۱۳۱۱)۔

بہت سی اور این عساکر نے ابہ ایم بن مویہ لاری سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے حضرت
امام احمد بن حنبل سے پوچھا خلافا کون کون ہر امام نے فرمایا ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ اور علیؓ انہوں نے پوچھا
اور معاویہؓ علیؓ کے سامنے کوئی شخص خلافت کا حق دار نہ تھا رحلی الایام صفحہ ۱۳۱۱
سلفی نے طبرہرات میں عبداللہ ابن احمد بن حنبل سے روایت کی ہے کہ انہوں نے علیؓ
اور معاویہؓ کی بابت اپنے والد سے سوال کیا تو انہوں نے فرمایا علیؓ کے بہت سے دشمن تھے
اور وہ چاہتے تھے کہ علیؓ کا کوئی عیب معلوم کریں۔ مگر علیؓ ایسے بے عیب تھے کہ دشمنوں
کوئی عیب علیؓ میں نہ ملا تو وہ معاویہؓ کے گرد جمع ہو گئے۔ اور معاویہؓ نے انکی مدد سے
علیؓ کے ساتھ جدال و قتال شروع کر دیا رحلی الایام صفحہ ۱۳۱۲

حضرت امام احمد بن حنبل کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے خلاف معاویہؓ کو کھڑے ہونے کی جرات
ان دشمنوں کے بجانے کے سبب ہوئی ورنہ علیؓ کے سامنے انکی کچھ حقیقت ہی نہ تھی۔

امیر معاویہ مفتی اسلام کی نظر میں

نقل کے حالات بطور نمونہ کے پڑھ لیے تو اب امیر معاویہؓ پر عقلی نظر سے بحث
کافی چاہیے۔ اس کے تین حصے کرنے پڑیں گے ایک مذہبی دوسرا سیاسی تیسرا تمدنی۔

مذہبی نگاہ سے دیکھ کر معاویہ کی بنیست، گفتگو کرنا مفتی شرع کا کام ہے جو یہ شخص یہ منصب رکھتا ہو اسکو فتویٰ دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ایک شخص عید کا چاند اپنی آنکھ سے دیکھے مگر مفتی اسکی شہادت کو قبول نہ کرے تو اس کو سب مسلمانوں کے ساتھ روزہ رکھنا لازمی ہو گا۔ اسی طرح ایک آدمی تاریخوں اور آثار صحابہ کی معتبر کتابوں میں جب دیکھے کہ معاویہ اسلامی احکام کی بموجب پورے مسلمان ثابت نہیں ہوتے تو اسکو بطور خود کفر کا فتویٰ دینے کا اختیار ہو گا تا وقتیکہ حاکم مجاز نص اجماع سے اس فتوے کی تصدیق نہ کرے میں مفتی نہیں ہوں اور مجھ کو یا مجھ جیسے ہر آدمی کو جایز نہیں ہے کہ اختیار فتویٰ دی کے حاصل کیے بغیر اس نازک مسئلہ میں جلدی سے کچھ کہہ دے اور جو قلم کی زبان پر آئے لکھ دے۔ لیکن جب قدر ایک عامی مسلمان کو مذہبی معلومات میں عجز کرنے اور متعاقبات باتوں سے نتیجہ نکالنے کا حق حاصل ہے اور جس حد تک وہ اپنی ذاتی رائے کو مفتی اسلام کے سامنے بطور شہادت کی پیش کر سکتا ہے میں عدالت دین کے رد و رد و ہر قسم کی جرح کو پیش نظر رکھ کر رستی و دیبا کی سے گرا ہی گئے سکون کا کہ امیر معاویہ میں اسلام کا روحانی اثر باطل نہیں پایا جاتا انکے عقلمند مدبر اور ایک بڑی سلطنت کے بانی ہونے میں شک نہیں مگر انکے افعال و احوال سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان میں اسلام کی اصلی رنگت بھی کچھ تھی۔ لارڈ سائبری اور مشرنگلیڈ سٹون بھی بڑے عاقل مدبر تھے اور ہندوستان کے سات کڑے حکوم مسلمانوں کا حوالہ دیکر وہ اپنی سلطنت کو اسلامی سلطنت کہا کرتے تھے مگر کیا مسلمانوں نے بھی ان مدبروں کو سیاسی تعلق سے آگے رکھ کر مذہبی پیشوا تسلیم کیا تھا یا کم از کم ان کے مسلمان ہونے کا گمان انکو ہوا تھا۔

امیر معاویہ کی حکومت پرستی نے خود ان کے ذاتی مذہب کو کس قدر نقصان پہنچایا یہ میں لکھ چکا ہوں کہ اسکا بتا امیرے منصب کے خلاف ہے البتہ یہ بتانے اور شہادت میں ظاہر کر نیکاً مجھے حق حاصل ہے کہ انکے طرز عمل نے بعض دیگر مسلمانوں میں جبب جاہ

پیدا کر دی۔ وہ ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کی مذہبی زندگی کو بھول گئے۔ اور دنیا پرستی اور حکمرانی کا شوق انکے ذوق عبادت پر غالب آگیا۔ جس محویت اور رغبت الہی اللہ کی تعلیم اسلام نے دی تھی اور جن اصول خدا پرستی و خدا جہتی و خدا دانی پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی تھی وہ سب کچھ سب دنیا پرستی و دنیا جہتی و دنیا دانی کے دستِ ہتم سے منزل لال ہو گئے اور اس کے بانی بلا مشرکت غیر معاویہ ہی تھے۔ اور الدال علی الشوکفا عجلہ بر آئی اور گناہ پر رغبت پیدا کر لیا ابھی مثل اس گنہ گار کے ہے جس نے یہ بدی کی۔ پس اس حساب سے سیکڑوں ہزاروں دنیا پرستوں کے اعمال سیدہ بھی امیر معاویہ کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں ہیں عزت آب حضرت مفتی شرع کو یا دولاؤنگا کہ اسلام کے ارکان پانچ ہیں۔ کلمہ وحدت۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ اور ایک مسلمان کے کمالات کی تکمیل ان ہی ارکانِ خمسہ کی تکمیل سے ہوتی ہے مگر امیر معاویہ کی زندگی میں کمال کلمہ کمال صلوٰۃ کمال صیام۔ کمال حج۔ کمال زکوٰۃ کے حالات تو بالکل ناپید ہیں اور اس کے عوض کمال سیاست کمال حربے ضرب کمال کرو فریب کے افسانے ان کی حیات کے کارنامے نظر آتے ہیں تو کیا سرکار شریعت پناہ مقدمہ کے اس ضروری اور اہم پہلو پر توجہ فرمائے گی؟

میں حرمت دار حاکم شرع پروردگار کی یادداشت میں مسلمانوں کے اوصافِ نبی لکھوانے چاہوں گا تو قرآن شریف کے احاطہ میں پارہ کی ابتدائی آیات پڑھ کر عرض کرونگا کہ انکو مقدمہ کی مثل میں ضرور درج کرنا چاہیے تاکہ آپکو معاویہ کی نسبت فتویٰ دینے سے خیال ہو کہ وہ خدا کی ان علامات میں سے کوئی علامت بھی اپنے اندر رکھتے تھے۔ وہ فرماتا ہے:-

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ اللَّغْوِ مَعْزُومُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرْجِهِمْ حَافِظُونَ۔

اَلَا عَلَىٰ اِذَا جَهِزْتُمْ اِيْمَانُكُمْ فَاَنْتُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ مِّنْ اَنْ تَبْغِي ذُرًا ذَا لِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُونَ وَالَّذِينَ هُمْ اٰمَنَّا بِهُمْ وَعٰهَدُوهُمْ

راعون طوالذین هم علی صلوٰتھم یحفظون طاولثک هم والوارثون
الذین یرثون العز و دوس هم فیہا خالون طوترجمہ فلا حیثت ان ہی موزنا
کو ہے جو اپنی نمازوں میں رزوق و شوق اور عاجزی رکھتے ہیں۔ اور جو انکی باتوں
سے بیرخ رہتے ہیں اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کتے
ہیں مگر اپنی بیویوں اور اپنے ہاتھ کے مال (یعنی لونڈیوں) سے کہ ان میں ان پر کچھ الزام
نہیں ہے لیکن جو اسکے سوا چاہتے ہیں تو وہی لوگ (حد شرع) سے باہر نکلے ہوئے ہیں
(فلا حیثت ہے ان کے لیے) اور (انکے لیے) جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس ملحوظ رکھتے
ہیں اور وہ جو اپنی نمازوں کے پابند ہیں یہی لوگ اعلیٰ وارث ہیں جو بہشت بریں کی
میراث پائیں گے اور (پھر جن میں) وہ ہمیشہ رہیں گے +

ان آیات کو پڑھتے کہ ان میں مومنین کے کیا کیا اوصاف بیان کیے گئے ہیں اور پھر
امیر معاویہ کی زندگی سے ایک ایک وصف کو مقابلہ کر کے دیکھتے جائیے ان کی
باخشم نمازوں کا ذکر نہ ملے گا۔ بغویاتوں سے بیرخی کیا دنیا کی انوسیت میں ازبستر تپا
غرق پایا جائیگا۔ زکوٰۃ دینے کے تذکرے کم ہوں گے اور زکوٰۃ لینے کے زیادہ حقیقت
شرمگاہ البتہ ایک ایسا وصف ہے جس میں خود معاویہ کی ذات پر کوئی الزام دستیاب
نہیں ہوتا۔ انکے جانشینوں کے تو پیشکار کا رتا ہے ہیں مگر امیر معاویہ اس مسئلہ میں پاکیزہ
نظر آتے ہیں۔ امانت اور عہد کی پاسداری و پابندی کو تو امیر معاویہ سے اتنی ہی
دوری ہے جتنی بنی فاطمہ و بنی ہاشم کو خیانت اور عہد شکنی سے بعد ہے یا آسمان کو
زمین سے علیحدگی ہے انکا کوئی کام بھی موافق عہد اور حسب شرائط امانت شکاری
نہیں پایا جاتا +

نماز کی حفاظت اکثر اوقات ان سے ثابت ہے کیونکہ مسجد میں جماعت تھوڑی
جمہ کی جماعت بادشاہ وقت کی حضوری میں ہونی لازمی تھی۔ اور یہ وہ چیز تھی

جس پر سیاست حکومت کا قطعی دار و مدار تھا لہذا نماز کی حفاظت بھی سیاسی غرض کے ماتحت تھی۔ اگر خدا کے فرض کا احساس انکے دل میں ہوتا تو ان کی نمازوں میں خشوع و خضوع بھی پایا جاتا۔ مگر اس کی اتنی ہی کمی تھی کہ حضرت ابی ہریرہ کا قصہ بچہ بچہ کی زبان پر مشہور ہو گیا ہے کہ وہ کھانا تو امیر معاویہ کے ساتھ کھاتے تھے اور نماز حضرت علیؓ کے ساتھ پڑھتے تھے کسی نے کہا یہ دو دشمنی بالیسی کسی؟ جواب دیا کھانا کم از معاویہ کے و ستر خان پر ہے کہ ہمہ نعمت موجود دہوتی ہے اور نماز کا لطف علیؓ کے ساتھ ہے کہ معراج المؤمنین کا کیفیت سامنے نظر آ جاتا ہے۔

پس قرآن کے ان ستہ ضروریہ اوصاف میں صرف ایک صفت ان میں پایا جاتا ہے اور باقی غائب ہیں لاکھ حکم اکمل جس کی زیادتی ہر فیصلہ اسی کے حق میں ہوتا ہے اور زیادتی اوصاف حسنہ کی محدودیت کی ہے۔

مذہبیت کا فلسفہ ارتقا

قدرت نے ہر چیز کا ایک فلسفہ یعنی عقلی وجہ مقرر کی ہے وہ جو کہتے ہیں خشنود و خشنود کو دیکھ کر رنگ پڑتا ہے۔ مذہبیت میں بھی اثر ارتقائی ہے۔ جب ایک بڑے شخص کو ماتحت اثرات کے اشخاص کسی اچھے کام میں مصروف دیکھتے ہیں تو وہ بھی اچھے کام کرنے لگتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کی ذاتی اعمال حسنہ نے تمام ہنشینوں کو نیک کردار بنادیا تھا۔ کہنے اور نصیحت کرنے کا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا کہ کے دکھانے کی تاثیر دوسروں کو متاثر کرتی ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمرؓ فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ حضرت علیؓ رضی اللہ عنہم کی عبادت اور متقیانہ طرز حکومت نے تمام رعایا کو ذوق عبادت اور تقویٰ خشیتہ اللہ میں مصروف کر دیا۔ انہوں نے جب اپنے پیشواؤں اور حاکموں کو دیکھا کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے ہیں تو ان سب کے ذہن و خیالات بھی اسی سانچے میں ڈھل گئے۔

لیکن جب انہوں نے امیر معاویہ کو دنیا کے لیے کش مکش میں مصروف دیکھا اور ان کی

دُنیا طبعی زراطلبی سے اونچی نظر آنے لگی تو رعایا میں بھی ہی جذبات پیدا ہو گئے وہ بھی طلبِ دین کو چھوڑ کر طلبِ دُنیا کی خواہشات میں سبستلا ہو گئی۔

پس اس عتبار سے اسلام اور اسکے شعارِ روحانی کو سب سے پہلے گھٹن لگانے والے معاویہ میں اور مذہبی احساس کا فروغ ان ہی کی ذات سے مضحمل و سست ہوا اور یہ وہ جرمِ آسمانی جس کی انتہا بتائے تک ختم نہ ہو گئی اور معاویہ کا مذہبی اعمال نامہ روزِ محشر تک فرشتوں کے زیرِ نوشت رہیگا۔

امیر معاویہ کی زندگی کے مذہبی پہلو پر میں سمجھتا ہوں میری یہ مختصر گواہی کافی ہے اور حاکمِ شرع اس شہادت پر غور کرنے سے باتِ سنی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے جس کو ظاہر کرنے سے میں نے احتیاطاً انکار کیا ہے۔

امیر معاویہ کے سیاسی جرائم

یہ چودھویں اور بیسویں صدی سیاست کی صدی ہے اس دور میں محمدی معمولی آدمی بھی کلیاتِ سیاست پر بحث کرتے جانتے ہیں یہ وہ زمانہ ہے جس نے تمام شخصی اور خود مختار حکومتوں کا ستیاس کر دیا اور دُنیا کے ہر گوشہ میں جمہوریت کے جھنڈے نصب ہو گئے۔ آج جن اصولِ مساوات اور باہمی مشارکت پر حکومت کی مشین چلائی جا رہی ہے یا اس کے مطالبات اُس پر ہیں یہ سب اسلامی جمہوریت کے اصول سے اخذ کیے گئے ہیں۔ ان میں اکثر خبریاں اسلامی طرزِ جمہوریت کی ہیں اور دانشمند محسوس کرتے ہیں کہ جب تک قرنِ اول کے قانونِ اسلامی کی بموجب موجودہ جمہوریت کو مکمل نہ کیا جائے گا۔ حیانتِ شہریت کامل نہ ہوگی۔ موجودہ عہد میں پوری جمہوریت کی مثالیں فرانس، امریکہ میں پائی جاتی ہیں مگر ان میں بھی باوجود کمال اور عروجِ کل حاصل کر لینے کے افراد کا باہمی امتیاز باقی ہے۔ دو نمونہ اور مفلس۔ عالم و جاہل حسین و بد شکل عورت۔ درمیں معاشرت کے ہر ایک اختلافات ہیں کھانے پینے میں امیر اور غریب لوگوں کو اپنا شریک نہیں کرتے ہیں

سہنے میں ان میں بڑی تفریق ہے۔ امیروں کے محلے الگ ہیں اور غریبوں کے الگ یہاں تک کہ عبادت خانہ میں بھی انکا اجتماع نہیں ہے امیروں کے گرجا میں غریب نہیں جاسکتے اور غریبوں کے عبادت خانوں میں امیر نہیں آتے۔

یہ جمہوریت کبھی کامیاب نہ ہوگی جب تک اسلامی جمہوریت کی تقلید ان میں رواج نہ پائے اسلام نے جس جمہوریت کی بنیاد رکھی تھی اس میں موجودہ جمہوری حکومتوں کے سب اوصاف تو قہقہے مگر افراد کے یہ باہمی امتیازات اور تفرقے نہ تھے۔ ایک دینی درجہ کا مسلمان خلیفہ وقت کے برابر نماز میں کھڑا ہو سکتا تھا۔ ساتھ کھانا کھاتا تھا۔ ساتھ بیٹھتا اٹھتا تھا اور ذرا بھی فرق و امتیاز امیر غریب اور حاکم محکم میں نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی یہی جمہوریت تھی اور چاروں خلفاء کے زمانہ میں بھی۔ مگر امیر معاویہ نے اسکو توڑ ڈالا انہوں نے تلوار اور ڈپڑی کے زور سے اسلامی جمہوریت کے تمام قواعد کو پا مال کر دیا اور قیصر و کسریٰ کے شخصی اقتدار کو اپنی ہستی میں منایا ان کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گئے ان کی ذات نے امیر غریب کا امتیاز قائم کر دیا انکے دور حکومت نے ذات پات کا فخر دوبارہ بھاریا جس کو آنحضرتؐ نے زور نہ بہیت سے دبا دیا تھا۔ انہوں نے افراد کی عمومیت و مساوات کو مٹا کر شخصیات کی تفریقیں پیدا کیں وہ عام و خاص کی ملکہ ایک کابی میں طعام نوشی مفقود ہو گئی۔ وہ رائے کی آزادی اور بے باکی تلواروں نے اپنے ظلم و ستم سے نابود کر دی یہاں تک کہ معاویہ نے عبادت میں بھی عوام سے امتیاز پیدا کیا۔ اور بادشاہ کے لیے مسجد میں ایک محراب و مخصوص جگہ بنوائی جس نے شاہ و گدائی وہ مساوات کھودی جبکہ وہ پروردگار کے سامنے بازو سے باز و ملا کر کھڑے ہوتے تھے۔

اگر معاویہ نہ ہوتے تو آج تمام دنیا کا جمہوری قانون اسلامی جمہوریت کے ماتحت ہوتا معاویہ نے مسلمانوں کے سیاسی فرد کو جو اصول مساوات کی جگہوں کے ساتھ تمام

افغان کائنات پر چکنا چاہتا تھا۔ نفسانیت کے بادلوں میں دبا دیا اور چھپا دیا۔
 آج معاویہ زندہ ہوتے تو ہندوستان کے بنگالی ان پر گولی چلاتے۔ یورپ کے سوشلسٹ
 (راشرٹری) ان کو لیا میٹ کر دینے کی کوشش کرتے اور اگر وہ زندہ نہیں ہیں تو نہ ہی ان کے
 اعمال و افعال تاریخوں میں زندہ ہیں جن کو جمہوریت کے تمام فلاحی اور حریت کے کل
 شیرانی قیامت تک نفرت و حقارت سے یاد کریں گے اور مسلمانوں کا حزب الاحرار اپنی
 نئی نسلوں کو اس عار و مسادات کی دشمنی درفش میں دیا کرے گا۔

امیر معاویہ نے آنحضرتؐ اور خلفائے اربعہ کے تمام اصول جمہوری کو توڑ ڈالا اور
 کوئی ستمہ آزاد رسے کی گردن میں باقی نہ رکھا۔ اپنے بیٹے یزید کی بادشاہت بطور ورثہ کے
 انہوں نے قائم کی اور اسکو دنیاوی جرم جمہوریت کے خلاف کہا جاتا ہے مگر جناب معاویہ کی یہی
 جرائم کی فہرست بہت طویل ہے یزید کی ولیعهدی بیک ان جرائم میں سب سے بڑا اور قابل یاد کا جرم
 لیکن احرام طہارت کو ان کے دوسرے جرائم میں سیاسیہ کا ہی ذہن میں رکھنا ضروری ہے جن کے اشارے میں
 آپ یہ کہیں ہیں اور جبکی وضاحت کتاب کے طویل ہو جانے کے خوف سے اچھی طرح نہ ہو سکی۔

امیر معاویہ کی متدنی خطائیں

زندگی ایک رزم ہے۔ زندگی ایک بزم ہے۔ زندگی دکھ کی زنجیر ہے۔ زندگی عیش خانہ ہے
 زندگی ایک کھن امتحان انسان کے احساس فرائض کا ہے کہتے ہیں مرناسکھل ہے۔ تجربہ سے
 معلوم ہوتا ہے کہ مرناسکھل نہیں شواہد میں ہے کیونکہ موت جس فرائض کی دکھن کو ختم کر دیتی ہے
 اور چند منکلمات حیات، سکے ہندوستان میں بچا ہے آدمی کو ہر وقت نئی سب فرائض کے تاشے دکھایا کرتا
 روز ازل سے یوم حاضر تک ہر مائل دماغ اور ہر فلسفی ذہن زندگی اور موت کی اصلی
 راحتوں کو تلاش کر رہا ہے مگر وہ دستیاب نہیں ہوتی یورپ کے تمدن جدید نے سائنس
 طبیعیات سے بہتر کچھ سہا ہے حال یہ کہ اور اپنی دانست میں زندگی کو خوش، بشارت اور مطمئن بنایا
 مگر ذرا ان بشارت لوگوں کے دلوں سے پوچھو تو وہ صاف کہیں گے کہ ہمارے چہروں کی خوشی

جھوٹا طمع ہے۔ ہمارے بشر دیکھ اطمینان بناؤ ٹی پوٹو ہے۔ بھوکا ایک سنگند بھی راحت نہیں اور بار بار غماش ہوتی ہے کہ خود کشی کر کے اس دکھ بھری زندگی کو نابود کر دینا چاہئے۔ اسلام کے فلاسفر عظیم نے انسانوں کے قوائے حیات کا نظر فلسفہ سے مطالعہ کر کے یہ علاج بتایا تھا کہ فی الدنیا کاذب غریبیا او عابر سبیل تو دنیا میں اس طرح زندگی بسر کر گیا ایک مشافر ہے یا راستہ کا عبور کر نیندالا۔ انہوں نے ایک ابدی زندگی کا شوق دلا کہ حیات دنیا کی تکلیفات کو فلسفیانہ دواسے بے جس اور سن کر دیا۔ انہوں نے زیست دنیا کو عارضی کہہ کر جذبات کو ایک استمراری حیات کا آرزو مند بنا دیا جس سے خود بخود دنیائے فانی کے تعلقات آدمی کے دل میں بے وقعت ہو گئے اور اس نے یہاں کی تکلیفوں کو بھی عارضی اور بچ بچا اور راحتوں کو بھی۔ اور یہی وہ نکتہ تھا جسے مسلمانوں کے تمدن کو پہنچنے پر لسنے کھڑوں۔ جو کی روٹیوں۔ خاک کے پھوٹوں میں یہی مسرور و شاد کام رکھا اور شال و دو شالے اوڑھ کر زریں اور ریشی لباس پہن کر پلاؤ تو سنے کھا کر۔ طحالی جو اہر نگار مسہریوں میں سد کر بھی وہ خوشی کی اس حد میں رہے جو دلوں میں تھی نہ مفلسی اور بے سرو سامانی نے ان کو بد دل کیا۔ اور نہ دولت کی فراوانی نے انکی اصلی راحت و مسرت میں کچھ ترقی کی۔ اس کی وجہ وہی تھی جس کو میں نے اوپر بیان کیا کہ ان کے دل عاقبت کی مسیح تناؤں سے بھر بیٹھے۔ اور دنیا کی حیات کو چند روزہ نوکری خیال کرتے تھے +

امیر معاویہ نے اس تمدن اس زندگی اور اس سراپا عیش و سرور طرز بود و باش میں بھی ریشخند ڈال دیا انہوں نے اپنے طرز عمل سے ایسا دکھایا کہ جو کچھ دُنیا ہی۔ محبت کوئی چیز نہیں دُنیا کے تمدن کو اور دُنیا کے عیش کو جس کو دُغریب اور ظلم و ستم سے حاصل کیا جاسکے کرنا چاہیے کہ مار خوشی کا بس اسی دُنیا پر ہے چنانچہ ان کے ہر فعل ادم ہر عمل سے اسکا ثبوت ملتا ہے اور حرص دُنیا اور ہوس جاہ و مسرت اس انداز سے ظاہر ہوتی ہے گویا

یہی زندگی کا مقصود اصلی ہے دنیا نہونی تو عینا بیکار ہے *

انکے زیر اثر مسلمانوں نے بھی اپنے تمدنی خیالات کو بدل ڈالا یا وہ قدرتی تاثیر سے معاویہ کی صحبت کے سبب خود بخود بدل گئے اور انکو انکی خبر بھی نہ ہونے پائی قطع نظر مقصود اور سطح نظر تبدیلی کے معاویہ کے طفیل انکی تمدنی عادات و خصائل بھی بدل گئیں نہ ان میں غذا کی سادگی رہی نہ لباس کی سادگی کو قرار رہا نہ دیگر ضروریات معیشت میں پہلی سی بے احتیاطی کی شان ان میں باقی رہی دنیا پرستی ضروریات بڑھاتی ہے اور ضروریات کی زیادتی سے تکلیف اور گناہ میں ترقی ہوتی ہے جس کی ضرورتیں محدود ہوں گی خرچ کم ہوگا۔ جسکا خرچ کم ہوگا جائز و ناجائز آمدنی کی حرص جاتی رہے گی جسکو حرص نہونی وہ زندگی کی اصلی غوثی میں بسر اوقات کرے گا *

ترقی ضروریات ایک لامحدود حالت ہے۔ ضرورتوں کو جتنا بڑھائے گے بڑھتی چلی جائیگی اور طرح طرح کی نئی ضرورتیں پیدا ہونگی روٹی کے اوپر سالن رکھ کر کھالو تب بھی پیٹ بھر جائیگا مٹی کے برتنوں میں سالن ڈال کر روٹی کھالو تو ایک ضرورت کی زیادتی ہوگی اور شکم سیری پہلی سی رہیگی تا بنے کے چینی کے چاندی کے سونے کے برتنوں میں اس سالن کو بچا کر کھاؤ گے تو پیٹ تو پہلی صورت کی مانند بھر جائیگا مگر ان برتنوں کے حاصل کرنیکی ضرورت یا تنکو اسقدر افکار اور تکلیفیں پہنچائیگی کہ تنکو زندگی دو بھر معلوم ہونے لگے گی۔ اچھے برتنوں میں کھانیکا لطیف تو ایک ماشہ ہوگا مگر ان کے حاصل کرنیکی تکلیفیں دس من ہوں گی *

ضرورتوں کی زیادتی کے علاوہ تمدنی تکلیفات کا باعث اشیائے حیات سے تعلق و محبت رکھنا بھی ہے اور محبت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب آدمی اسی دنیا کو اول و آخر سمجھے اور عاقبت کی دوا ہی زندگی کا اسے یقین نہ ہو۔ ایسی حالت میں وہ دنیا کی ہر چیز سے بے محبت کرتا ہے کیونکہ اس کو بس یہی حیات خوش رہنے کا آخری مقصد معلوم ہوتی ہے مگر دنیا میں شینیت اور فطرت نے ہر شے کو بدلنے والا بنایا ہے کسی چیز کو ایک جگہ پر قرار نہیں ہے

پس جب کرنی پھیر اپنی پھیل خدائے معادلات کی بموجب ایک ہاتھ سے ٹکڑے ٹکڑے ہاتھ میں جاتی ہو تو پہلے کو از حد تکلیف ہوتی ہے اور اسی تکلیف سے اس کی تمدنی راحت کا شیرازہ کچھ جاتا ہے۔ امیر معاویہ نے تمدن کی بربادی کے دونوں حصوں سے جی لگایا انہوں نے عرب کی سادہ اور کم ضروریات کی زندگی کو مکلف اور بے انتہا ضروریات کی زندگی بنادیا اور اشیائے دنیا سے محبت کر کے خلعت کو رغبت دلائی کہ وہ بھی ان تغیر اور یکساں نہ بننے والی چیزوں سے محبت کیا اور حسب انہوں نے معاویہ کے فیض صحبت سے یہ دونوں عادتیں اختیار کر لیں تو اس کی تمدنی راحت بھی تباہ و برباد ہو گئی اور اسلام کی اصلی شکیں کر بھی وہ ہاتھ سے کھو بیٹھے۔ کہا جائیگا یہ معاویہ کی خطا نہیں زمانہ کا اقتضائے تھا کہ مفلس عربوں کے ہاتھ میں صحبت آئی تو وہ خود بخود اپنی پرانی سادگی سے دور ہو گئے اور تمدنی غریبیاں ان میں پڑ گئیں مگر میں پوچھوں گا کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام میں فتوحات نے دولت کا دروازہ نہیں کھول دیا تھا کیا حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں ملک فتح نہ ہو گئے تھے اور کیا حضرت عمرؓ کے وقت میں قیصر و کسریٰ کے ملک اسلام کے زیر نگین نہ آ گئے تھے اور کیا دولتوں اور خزانوں کے انبار انکی تخت نصرت میں قدرت نے نہ دیر یے تھے پھر انہوں نے اپنی حالت کو کیوں نہ بدلا۔ انہیں اور ان کے عہد کے مسلمانوں پر زمانہ کے اقتضائے اثر کیوں نہ ڈالا اور ان کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں مسلمانوں کی تمدنی حالتوں میں فرق و انقلاب کیوں نہ پیدا ہوا۔ اور معاویہ کے ہاتھ میں سلطنت آتے ہی زمانہ نے اتنی جلدی اپنی کایا کیوں بدل ڈالی اے اللہ لا یغیر ما بقوہ حتی یغیروا ما بانفسہم خدا کسی قوم کی حالت نہیں بنا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت نہ بدلے۔ فطرت کی زبان قرآن سے صاف صاف اس تمدنی خرابی کا فلسفہ سنائی دیتا ہے۔

یقیناً امیر معاویہ کی فزائی اور نفسانی خواہشات نے مسلمانوں کی تمدنی حالت کو برباد کر دیا اور ایسے ناظر آئستہ پر ڈالیا جو سرور و راحت کا طریق نہ تھا۔ پاکیزہ اسلام

کی تسلی و تسکین تک نہ جاتا تھا بلکہ تکلیفوں اور بے اطمینانوں کا مادی اور بانی تھا جس نے مسلمانوں کی شہریت سنان کر دی +
یہ گئی ہوئی متمدنی خطاؤں کی ایک قطبی ہے جس کو میں نے مختصر و محل عبارت میں آپ کے سامنے رکھا ہے اگر آپ کو ان کے شمار کرنے کی ضرورت ہو تو قطبی کا منہ کھول کر ہر متمدنی خطا کو بد رکھ کر اور چٹکی لگا لگا کر دیکھ لیجئے +

آخری فیصلہ

مذہبی عصیان۔ سیاسی طغیان اور متمدنی نا فرمانیوں کا حال پڑھ کر اب خود بخود غور و فکر پیدا ہوتی ہے کہ مقصد معلوم کرنا چاہیے اور آخری فیصلہ سننا لازم ہے کہ اگر معاہدہ ایسے حقے تو ہیں کیا لا تز و از تر و از تر اسخای ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں پڑتا معاہدہ نے بڑے کام کے تو ہم پر کیا اثر پڑ سکتا ہے وہ جانیں اور انکی عاقبت جانے +

مگر نہیں ہم سب کو اس نتیجہ سے بڑا تعلق ہے اور وہ ایسا تعلق ہے جس سے ہماری مذہبی سیاسی، تمدنی زندگی سرسبز ہو سکتی ہے اگر ہم ان واقعات سے عبرت و نصیحت حاصل کر لیں تو اول توحید حق کے اختلافات کی آگ سے گھر سے جدا ہو کر باہر کے کوڑے میں آجائیگی۔ کیونکہ معاہدہ کی حکمت عملیوں نے ابھی عقلندی سے آگ لگائی تھی کہ شیعہ فرقہ اصلی گناہگاروں سے زیادہ، پیگناہ ابو بکر صدیقؓ و عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ کو غصہ اور عداوت کی نظروں سے دیکھنے لگا۔ جب یہ پڑھیں گے کہ ہر فرقہ کی بنا جناب معاہدہ کے دست حکمت سے پڑی ہے تو اس کے قہر کا مرکز بدل جائیگا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ اصحاب کی شان سے اپنی بیٹنی کو ہٹا لیگا +

دوسرے مسلمان بچوں کو دور اول کی تاریخ معلوم ہوگی اور اس کے اسباب نظر آئیں گے تو وہ اپنی مذہبی سیاسی متمدنی حالتوں کو ان برباد کن افتادوں سے بچانی کی کوشش کریں گے۔ تیسرے واقعات کے بلا سے متاثر ہو کر نئے عقلمیں لوگوں کو اپنے حزن و الم کی تیسری

باتوں کا علم ہو جائیگا اور کسی چیز کا علم گرد و پیش کی تکالیف کو دور کر دیا کرتا ہے اس حالت سے ان کے غم میں بھی سکون ہوگا۔ اور وہ دوست دشمن کے ہستیاء کو بھی سمجھ لیں گے۔ فیصلہ یہ ہے کہ امیر معاویہ نے صحبت آنحضرت صلعم کی برکات کا بہت کم فائدہ اٹھایا تھا اس واسطے ان میں ہر جمہور نشینی پیدا ہوا جو اصحاب رسول صلعم کا طرہ امتیاز تھا انہوں نے ایسے ایسے گناہ کیے۔ اسی ایسی عبتیں جاری کیں جن سے نہ صرف انکی عاقبت کے خراب ہونیکا اندیشہ ہے بلکہ سلاہ بن سلاہ مسلمانوں کی مذہبی سیاسی مذنی حالتیں خراب ہوتی چلی گئیں۔ ہلکوا چاہیے کہ انکو اسلام سے خارج کرنے یا انکی بے دینی کے ثبوت دینے میں وقت ضائع نہ کریں بلکہ ان کی مثال سے عبرت حاصل کر کے انکی تقلید کو اپنے عقائد و حالات سے جدا کریں اور اسلام کے اصلی ارشاد کو اپنی شاہراہ بنائیں اور وہ شاہراہ اہل بیت نبوت ہیں حسین ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں حضرت فاروق ہیں حضرت ابو بکر صدیق ہیں حضرت عثمان غنی ہیں اور انہی کی اسی حالت رکھنے والے دوسرے اصحاب تابعین اولیاء اللہ اور علمائے شریعت ہیں۔

معاویہ کی کیفیت ذرا تفصیل سے اس لیے لکھی گئی کہ وہی ہر فساد کی بناتھے گو اس کتابکا نام یزید نامہ ہے مگر خاص یزید کے اسم ذات کی بحث معاویہ کی ذات و صفات سے بہت کم ہے اردو زبان میں "یزیدی کام" ایک خاص مفہوم رکھتا ہے اور وہی مفہوم اس کتاب کی تمام نوشت کا خلاصہ اور حاصل مطلب ہے۔

اب معاویہ کے بعد یزید اور دیگر شاہان بنی امیہ کا تہہ و تہا اور اساحال سیئہ اسکے بعد تیسرے باب خانہ اہل بیت میں شیعہ سنی کا ملاپ کر کے یہ کتاب ختم کر دی جائیگی۔

بنی امیہ کا دوسرا بادشاہ

یزید

معاویہ ابن ابی سفیان کا بیٹا ستمہ میں پیدا ہوا۔ یزید نام تھا ابو خالد کنیت تھی صورت اچھی تھی گندمی چہرے پر دراز گیسو ہمارے جیسے تھے بدن ذرا بھاری تھا موٹا ہے نہ

و جاہست کو تو بھاری بھر کم کر دیا تھا مگر دینی حسن میں یہ موٹا پا ایک لغ معلوم ہوتا تھا
جب تک ڈارسی نہ تھی بنی امید کے مدد حال لڑکوں میں شمار تھا ڈارسی نکلی تو اس میں بھی
ایک نہ بامیش در لفظی تھی۔ ڈارسی لینی نہ تھی آنکھیں سیجی اور سر می تھیں نگاہوں میں جنت
باطنی دکھائی دیتے تھے نشہ کی حالت میں آنکھوں کا خاٹا طلعہ تیا تھا لیکن وہ قدرتا تیری
چڑھا اور کھرے مزاج کا تھا عیش مخموری کے وقت بھی اپنی سنانت اور خاموشی کو ہاتھ سے
نہ دیتا تھا اور اس سے اسکی صحبت نے نوشی کے ہنشین کچھ مزہ اٹھاتے تھے۔
مزاج میں صند زیادہ تھی۔ اپنی بات براٹھ جانا تو پھر کسی کی نہ سنتا اور وہی کرتا جو ایک
دفعہ منہ سے نکل جاتا۔

باپ کا لاڈلہ تھا معاویہ اسکو بہت چاہتے تھے اسکی خود پسندی اور نخوت شعاری سے
باپ بھی ڈرتے تھے بلکہ سانسے گستاخ تو نہ تھا مگر معاویہ اسکی صدا درمٹ کا بھی لحاظ کرتے
تھے اور کوئی بات اس کے سامنے زبان سے ہی نہ نکالتے تھے جس میں اسکی برہمی کا اندیشہ ہوتا۔
وہ اکثر سیر و شکار میں مصروف ہوتا اس کے مصاحب عموماً نوجوان لڑکے تھے۔ مگر
بادجو دیکھ ہر مخفی شوق کے عزم راز تھے کسی کی مجال نہ تھی جو اس کے سامنے گستاخی اور
بیباکی کی کوئی بات کر سکے۔ اسکا برتاؤ عیش عشرت میں بھی خود داری کا ہوتا تھا۔

عبید اللہ ابن زیاد بھی ایام شباب میں یریکا مصاحب خاص تھا معاملات عشق میں
ابن زیاد سے ایک دم مرتبہ ثابت پیش آئی تو زید نے فقط تیز رویوں ہی کے بگاڑنے سے فریب کو پکڑا
سرخو ابن منصور کا لڑکا زید کا بہت مسترخو با و فرطو نظر مصاحب تھا۔ ایک دفعہ شکار میں
کئی رومی اسل لڑکی زید کو پسند آئی، مگر چونکہ سرحد کا بیٹا بھی رومی نسل سے تھا اسکو قومی
غیرت آئی اور اس نے زید کو اس لڑکی سے باز رکھنے کیلئے ذرا لہجہ بگاڑ کر کچھ کہا زید نے
ذرا اتوار سوخت لی۔ اور بولا یہ نہ سمجھو کہ میں اکیلا ہوں اگر تیرا رومی بادشاہ بھی تیرا دوست
یہاں آجائے تو میں تھا اس تموار سے اسکا مقابلہ کر دنگا ہم قریشیوں کو تیرے نہیں کیا ہے

ابن سرحدن ڈر گیا اور اسے یزید کے اتھام کا اس قدر خوف ہوا کہ اس نے یزید کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور گھٹنوں کے بل جھکا کر ایک عاجزانہ نظر سے یزید کو دیکھنے لگا اور جب یزید کی نگاہ میں ہر بانی کا اثر دیکھا تو اس کی جفا کا دامن اپنے منہ پر ڈال لیا اور رو رو کر کہا: یہ سیرت اس وقت نے یہ گھمنہ پیدا کر دیا تھا جب آپ نے ربوبی نہر کے کنارے عالم تنہائی میں سیر ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں سے دبا کر ایک گہرا سانس لیا تھا۔ مجھ پر اس سانس نے اور اس ہاتھ نے سحر کر دیا میں اپنے قابضین نے اور اس بے اختیاری نے مجھ کو اپنی شان میں اس گستاخی کی جرأت دلائی۔ غلام گزشتہ عنایت کے ذکر ہی میں آفا کی خفگی سے پناہ ڈھونڈ رہا ہوں۔ یزید نے اس غور شاہد پر بھی تیزی سیدی نہ کی اور ابن سرحدن کے ہاتھ اپنے ہاتھوں سے الگ کر دیے اور پھر کئی دن اس سے بات نہ کی۔

سفیرہ بحری میں معاویہ نے چاہا کہ یزید کے لیے لوگوں سے بیعت میں تو پہلے انہوں نے زیاد بن ابی سفیان یعنی اپنے بہائی سے صلاح لی۔

زیاد نے کہا ابھی توقف کرنا چاہیے۔ یزید نو عمر ہے ہر وقت اہل ولعوب اور شکار میں مشغول رہتا ہے اس میں اہلیت پیدا ہو لے تو اس بڑے کام کا خیال کرنا مناسب ہوگا۔

یزید کو اسکی خبر لگی تو اس نے زیاد کو شکایت لکھی کہ آپ چچا ہو کر میری مخالفت کرتے ہیں زیاد نے جواب دیا میں تم سے زیادہ کسی کو معاویہ کے بعد اسکا اہل اور حقدار نہیں سمجھتا مگر میں نے تمہاری موجودہ حالت کا خیال کر کے کچھ دن انتظار کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ مخالفت نہیں کی۔ اور تمکو نصیحت کرتا ہوں کہ اس اہل ولعوب اور سیر و شکار کو کم کر دو۔

یزید نے جواب لکھا: بہت اچھا آپ دیکھیں گے کہ میرا شکار کتنے کتنے اہلیات کا شکار کرتا ہے اگر کیا اس میں اس نے زیاد کو دیکھی دی تھی اور خود اس کو اہل و عجم بنایا تھا) مگر معاویہ زیاد کا کہنا مانا اور تیسرے تک بیعت یزید کے خیال سے باز رہے (ترجمہ طبری جلد چہارم ص ۶۱۱)

ایک دفعہ معاویہ نے یزید کو قسطنطنیہ کی اہم پر عساکروں سے لڑنے کے لیے بھیجا۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ صحابی رسولؐ لشکر کو بھی ہمراہ کر دیا +
 یمن میں معرکہ قتال میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ بیمار ہوئے یزید عبادت کو گیا اور
 پوچھا کس چیز کی خواہش ہے انہوں نے فرمایا مجھے ہمارے مال و دولت میں سے کسی چیز کی
 ضرورت نہیں۔ اس وقت تو اس حدیث کا مزالے رہا ہوں کہ حضور صلعم نے فرمایا تھا کہ
 قسطنطنیہ کے نیچے ایک مرد صالح و من ہو گا خدا کرے وہ میں ہی ہوں +

حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے رحلت فرمائی اور انکا جنازہ اٹھایا گیا قیسیاتوں
 کے بادشاہ نے دیکھ کر تعجب کیا کہ ایک طرف تو شدت سے لڑائی ہو رہی ہے اور دوسری
 طرف نہایت اطمینان سے بڑے بڑے سردار یزید سمیت ایک جنازہ کو لیے جا رہے ہیں +
 بادشاہ نے یزید سے دریافت کیا کہ یہ کونسا جنازہ تھا جس کے ساتھ اسقدر ہجوم جمع کیا
 گیا۔ یزید نے جواب دیا ہمارے پیغمبرؐ کے ایک صحابی کا تھا۔ بادشاہ نے پھر پیام بھیجا کہ تم
 لوگ ڈرتے نہیں تم نے میرے شہر کے سامنے اتنے بڑے شخص کو دفن کر دیا۔ جب تم
 چلے جاؤ گے تو میں لاش نکال کر کھیتوں کے آگے ڈال دوں گا۔

یزید نے بڑی دلیری سے جواب دیا۔ ہم ہمارے ملک سے رخصت نہیں کئے جت تک
 ہمارے کانوں میں یہ بات نہ پہنچا دیں کہ اگر تم نے اس مزار کے ساتھ فرما ہی، یحییٰ کی توہم
 اپنے علاقہ کے ہر عیسائی باشندہ کو قتل کر دینے اور ہر گرجا کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینے
 بادشاہ نے جواب بھیج کر مسیح کی قسم میں ایسا نادان نہیں ہوں جس کو اس قبر بزرگ کی
 نوہن کروں میں اس سال تک اسکی حفاظت کروں گا اور اس پر سب بد بڑاؤ نہ لگا۔ چنانچہ
 اس نے ایسا ہی کیا (مقتدا یزید جلد دوم صفحہ ۲۱۳) +

پایہ تخت میں یزید کی بیعت

چھ برس کے غور و خوض کے بعد معاویہ نے امرائے شام کو جمع کیے ان سے یزید
 کی بیعت کے بارہ میں مشورہ کیا تو سب سے اول ضحاک بن قیس کھڑا ہوا اور یہ تقریر کی۔

آپ کے بعد ایک جانشین کی اشد ضرورت ہے جس سے ہم لوگ راحت امن حاصل کریں یزید آپ کا تخت جگر ہے اس کی صورت بھی اچھی سیرت بھی مرغوب علم و حلم میں بھی بے نظیر پس میری رائے میں اسی کو ولی عہد کرنا چاہیے +

پھر عمرو بن سعید نے یہ تقریر کی :-

یزید اُمید گاہ ہے جس کو اُمیدیں تلاش کریں گی۔ اس کے ہاتھ کشادہ ہیں جب تم اس کے پاس انصاف کرا جائے جاؤ گے تو وہ کھلے دل سے عدل کریگا اور جب تم اس سے معیشت مانگو گے تو تم کو تو نگر کر دیگا اس واسطے اس کے حق میں سائے دیتا ہوں پھر یزید بن ابیہ اشجک کھڑا ہوا اور معاویہ کی طرف اشارہ کر کے بولا امیر المؤمنین یہ ہیں اور جب یہ مرجائیں تو یزید کی طرف اشارہ کر کے (پھر یہ اور اگر کوئی اس سے انکار کرے تو اپنی تلوار کی طرف اشارہ کر کے) پھر یہ +

معاویہ اس بلاغت و لطافت سے پھر مک گئے اور کہا یہ تو سید الخطباء ہے اس کے بعد احنف بن قیس کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا :-

اے امیر المؤمنین آپ یزید کو خوب جانتے ہیں انکی رات کی باتیں اور دن کی گھاتیں سب آپ کو معلوم ہیں انکی مخفی ناگفتنی عادتوں کو آپ کو اچھی طرح علم ہے۔ پس اگر آپ کے نزدیک ان کا دلیعہد کرنا خدا تعالیٰ کی رضا مندی کے خلاف اور اس امت کے ناموافق نہ ہو تو بیٹا آپ انکو دلیعہد کر دیجئے ہم لوگوں سے مشورہ لینے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر خود آپ کو یزید کے بڑے اعمال کے سبب متاثر ہو تو دنیا کا خیال چھوڑیے یہ فانی ہو آخرت کا خیال کیجئے اور اس ارادے باز آئیے۔ آپ نے نیلے سے چلے جائینگے جانشین مرے اٹھائیں گے اور گناہ آپ کے نامہ اعمال میں لکھے جائینگے۔ آخر فیصلہ کثرت رائے پر ہوا اور یزید کی صحبت بچانے لگی +

ایک آدمی نے اگر بیعت کی تو کہا اللہم رافعی اعوذ بک من شئ معاویہ اثمی من شئ یزید پناہ چاہتا ہوں معاویہ کی شرارت سے معاویہ نے کہا اعوذ من شئ نفسك فافہ اشد علیک

پناہ مانگ اپنے نفس کی شرارت سے کہ اسکی شرارت تیرے لیے سب سے زیادہ سخت ہے اس امر معیت کی اور کہا کہ میں معیت کرتا تو ہوں مگر مجھے ایمں کراہت آتی ہے تو معاویہ نے یہ آیت پڑھی فحسبى ان نكروا مثلياً و جعل الله فيه خيراً فكثرنا پس فریب ہے کہ تم ایک چیز میں کراہت پائو گے (اسکو مکروہ سمجھو گے) اور خدا تعالیٰ ایں بہت سی بہتری کے سامان پیدا کر دیا (عقد الفریذ صفحہ ۲۱۴) اس واقعہ سے چند سال پہلے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے معاویہ نے یزید کی معیت کے لیے کہا تو انہوں نے فرمایا +

میں ہچکار کہتا ہوں آمہتہ نہیں کہتا کہ میں آپ کا درست ہوں اور دوست کا فرض ہے کہ میں مشورہ دے گا گے بڑھنے سے پہلے سوچ لو اور ندامت اٹھانیکے قبل اس کا ذکر کر لو کہ سوچنا آگے بڑھنے سے اچھا ہے اور فکر ندامت سے اٹلی چیز ہے + معاویہ نے یہ جواب سنا تو کہا۔ بڑی مکار لومڑی (عقد الفریذ صفحہ ۲۱۳)

یزید کی تخت نشینی

معاویہ کا انتقال ہوا تو یزید گھر پر موجود نہ تھا شکار میں گیا ہوا تھا معاویہ مر گئے تو صخاک بن قیس الفہری کھن کے کپڑے بیکر مسجد میں آیا اور خلعت کو جمع کر کے منبر کے پاس کھٹے ہو کر تقریر کی معاویہ بادشاہ عرب مر گئے یہ دیکھو انکا کھن میرے کندھے پر ہے انہوں نے فتنوں کو دبا دیا اور سنت کو زندہ کر دیا۔ اب ہم اس کھن میں لپیٹ کر ان کو خدا کے حوالے کر دیں گے ہیں۔ اب خدا کی اور معاویہ کی خلوت کا وقت فریب سے ظہر کے وقت جنازہ کی نماز ہوگی جسکا جی چاہے اس میں شریک ہو (عقد الفریذ صفحہ ۲۱۵)

یزید شکار سے آیا تو لوگوں نے جا جا کر تعزیت کرنی شروع کی یزید اس کے بعد نیند میں تنگ گھر سے نہ نکلا۔ چوتھے دن باہر آیا۔ چہرہ آدا سن غمگین تھا لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور منبر پر تقریر کرنے کھڑا ہوا تو صخاک بن اھتیب الفہری ہمدردی جتانے کو منبر کے برابر آن کھڑا ہوا تاکہ اگر یزید سے تقریر نہ ہو سکے تو میں مدد دوں +

یزید نے اس کو دیکھا تو گڑگڑا کر کہا۔ ہٹ جا یہاں کیوں آیا ہے کیا تو بنی عبد شمس کو بڑا
سکھائیگا مجھے تیری کچھ ضرورت نہیں ہے اور پھر یہ تقریر کی +

محمد ہے اس خدا کی جس نے جو چاہا بنا دیا۔ جو چاہا دیا جو چاہا نہ دیا جسکو چاہا پست
کر دیا جسکو چاہا بلند دیا دیدی معاویہ بن سفیان خدا کی ایک رسی تھی جب تک اسکو منظور
ہوایہ رسی کھینچی رہی اور جب اس نے چاہا اس کو کاٹ ڈالا معاویہ اپنے سے پہلے
گزر بیٹوالوں کے قریب تھے اور اپنے بعد کے آیندالوں سے اچھے تھے میں انکی پاکیزگی بیان
کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا وہ اب خدا کے پاس چلے گئے اگر خدا انکو معاف کرے تو یہ اسکی
رحمت ہوگی۔ اور اگر عذاب میں مبتلا کرے تو یہ معاویہ کے گناہوں کا (دواجی) بدلہ ہوگا۔
اگلے بعد یہ حکومت میرے سر پر رکھی گئی ہے میں اپنے جہل کا عذر کرنا نہیں چاہتا کیونکہ
یہ میں نے اپنی خواہش سے نہیں لی تم لوگوں نے دی ہے اگر خدا کو اس حکومت میں کوئی
بات بڑی معلوم ہوگی تو اس کو اس کے بدلنے کا اختیار ہے اور اگر اسکا ارادہ اسکے قائم
رکھنے کا ہوگا تو وہ اس حکومت کو اچھا اور آسان بنا دیگا (عقد الفریضہ صفحہ ۲۱۶)

اس خطبہ سے یزید کے ابتدائی گیرکڑکی غربی معلوم ہو سکتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں
کہ وہ اپنے باپ سے بہت بہتر تھا اگر قتل امام حسینؑ اور خرابی مکہ منیکہ گناہ اس سے سرزد نہ ہوتے
تو اسکی بنیادی باپ سے ہرگز نہ بڑھتی بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا خدا پرست بادشاہ مانا جاتا اور اسکی
صدراقت و راستبازی کے چرچے کتابوں میں لکھے جاتے۔ جو انی میں سب بادشاہوں کی اولاد
عیاش و بدچلن ہوا کرتی ہو۔ یزید کوئی نیا شہزادہ شریانی نہ تھا۔ تخت نشین ہونیکے بعد اگر وہ
اپنی اصلاح کر لیتا تو حضرت امام حسینؑ بھی اسی طرح اسکو بادشاہیت دیدیتے جس طرح
انکے بھائی امام حسنؑ نے معاویہ کو دیدی تھی۔ اگر محمد شہاب کے بادشاہانہ کی سرسپاں وہ چھوڑ
دیتا تو اہل مدینہ بھی اس کے خلاف بدارش نہ کرتے اور ابن زبیر کو بھی اس کی مخالفت کا
حوصلہ نہ رہتا اور اس طرح مکہ مدینہ دونوں اسکی بے ادبوں سے محفوظ رہتے +

یزید نے شاید حضرت حافظ کا یہ شعر نہ سنا ہوگا اور سنتا کیونکر کی سو برس بعد انبوالی اصرح کا وعظ اسکے محمود کان تک کیونکر آتا۔ حافظ نے اسی قسم کے لوگوں کو نصیحت کی جو یہ شعر کہہ رہے
چوں پیر شدی حافظ، از سیکدہ پیرن شد
رندی و خراباتی در عہد شباب ادلے
اے حافظ جب تو بڑھا ہو گیا تو شراب خانہ سے نکلا کر یہ رندی و خراباتی تو جوانی
ہی میں اچھی معلوم ہوتی ہے۔ گو یزید عالم جوانی میں تخت پر بیٹھا تھا۔ مگر تخت ایک ایسی چیز ہے
جو بچہ کو جوان اور جوان کو بڑھا کر دیتا ہے۔ یزید جیسے عقلمند کو اسکا خیال کرنا لازم تھا کہ
اب میں بڑھاپے کے منصب پر ہوں رندی و خراباتی مناسب نہیں +

جس دل میں آزادی و خود اختیاری اور وحدت شعاری کی قدر ہوگی وہ ایک نفع
تو یزید اور شیطان دونوں کی تعریف کرنے پر مجبور ہو جائیگا اسلامی دنیا کے اندر بری فہرت
میں یزید و شیطان سے زیادہ کوئی مشہور نہیں ہے مگر حیرت ہے کہ آزادی و وحدت پسندی
میں یہ دونوں اپنے اپنے وقت کے ہیرو تھے شیطان کی آزادی دے باکی سے کوئی حریت
کا دعوے دار آگے نہیں بڑھ سکتا کہ اس نے خدا سے ہی دودہ و گفتگو کی اور اپنی بات پر
اننا اڑا کر ملوک لعنت قبول کر لیا مگر آدم کو سجدہ نہ کیا۔ کسی بندہ مخلوق کی یہ تاب نہیں ہے
خود وہ نور سے بنا ہوا تار سے خاک سے بنا ہوا پانی سے کہ وہ اپنے خالق کا حکم نہ مانے
اور جو بات منہ سے نکل جائے اس پر اضر دم تک جائے +

عمر نامہ میں ناظرین نے بطری کی یہ روایت پڑھی ہوگی کہ جب معاویہ نے یزید سے
کہا کہ میں تجھ کو ولیعهد کرتا ہوں میرے بعد تو کیونکر حکومت کرے گا۔ یزید نے کہا کتاب اللہ
و سنت رسول اللہ کی بموجب معاویہ نے کہا اے فرزند سیرت ابو بکرؓ کا ہی خیال رکھو
کہ وہ دین کی حفاظت میں مرتد لوگوں سے لڑے اور جب دنیا سے گئے تو مسلمانان سے
خوش تھے۔ یزید نے جواب دیا لابل کتاب اللہ و سنت نبیہ نہیں میں تو کتاب اللہ اور سنت
رسول اللہ ہی کی پیروی کروں گا +

معاویہ نے کہا۔ بیٹا عمر فاروق کی سیرت کا تو خیال رکھنا جنہوں نے ملک فتح کیے۔ اور مسلمانوں کی فوجی قوت شاندار بنادی۔ یزید نے پھر وہی انکار کیا اور کہا مجھے ان کی سیرت سے بھی کچھ سیکھنا نہیں چھوٹتا تو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا کافی ہے۔ پھر معاویہ نے حضرت عثمانؓ کی سیرت کا ذکر کیا اور خواہش کی کہ ان کی پیروی تو پیش نظر رکھنا مگر یزید نے اس سے بھی انکار کیا اور اسی فقرہ پر بل بکتاب اللہ و سنت رسول اللہ پڑھا اور معاویہ کو عاجز کر دیا +

محرم نامہ میں یہ واقعہ پڑھ کر میرے دوست ملک غلام حسن امرتسری نے ایک لطیفہ لکھا تھا کہ یزید شاید پہلا اور بڑا دہائی تھا +

یزید بچپن سے صندی اور خود پرست نظر آتا تھا ایسے کامل انجیل شخص کو کسی اچھی صحبت کی ضرورت تھی اگر وہ اسکو سیر آتی تو یزید اس بچہ قوت ارادی سے بہت فائدہ اٹھاتا اور اسلام کو بھی فائدہ پہنچاتا اور وہ فائدہ اتنا بڑا ہوتا کہ اسکی نیک نامی بھی موجودہ بدنامی کی طرح بلا شریک ہوتی بدنامی میں نبیؐ سلطان اسکا شریک بن گیا تاہی میں شاید کوئی مسلمان اپنی اسکا شریک نہ ملتا مگر صحبت کیونکر سیر آتی اس کے باپ دادا کو یہ توفیق نصیب ہوئی تھیں حالانکہ انہوں نے ایک ایسا حلقہ ارشاد پایا تھا جس کی تاثیر نے پتھروں کو پار بنادیا اور جس سے لوہا کندن نیکیا ابرو سفیان اور معاویہ ہی نے اس صحبت کے فیضان سے اپنے آپ کو محروم رکھا بھلا معاویہ اپنے بیٹے کو کسی اچھی صحبت میں بھانپا کیوں خیال کرتے ان کو اس سعادت آخری کی قدر بھی نہ تھی وہ تو میں تاج تخت کو دونوں جہان کی نعمت تصور کرتے تھے +

رجب سلسلہ ہجری میں یزید تخت نشین ہوا چار برس اور کچھ دن حکومت کر کے وسط سیرج الارسل سلطنت میں رہ گیا اور شہر دمشق کے باہر دفن ہوا۔ اسکا کو قوال حمید بن حریث بن بجدل تھا اور کاتب و صاحب لاءم دہوم سکرٹری دپرائیوٹ سکرٹری (سرحد بن منصور تھا وزیر العارف کا منصب ابداد میں الخولانی کے پاس تھا اور وزارت مال سلمہ بن حدید ان رومی کے پاس تھی (عقد العزیز) یزید کے پاس نجیبی تھے۔ معاویہ۔ خالد۔ ابرو سفیان ایک بیوی سے اور عبد اللہ عمر دوسری سے

اور ایک سیڑھی تھی جس کا نام حاکمہ تھا لکھا ہے کہ عبداللہ کچھ بے عقل سا تھا اور خالد بڑا عالم فاضل تھا اور اس کے زہد کی یہ حالت تھی کہ لوگ اسکو خالد اکو بی امیہ کا سب سے بڑا زاہد کہتے تھے (طبری) نے بارہ بیٹے لکھے ہیں۔ مگر نام صرف دو مل کے بتائے ہیں بعد ازاں صعفر ابو بکر حریب۔ عبدالرحمن (بزرگ و مرہ پانچ کے علاوہ تھے) ۱۰

اسیابی مروی روایت کر کے کہتے ہیں کہ حاکمہ سے بڑے کم دنیائیں کوئی عورت غرض نصیب نہ گئی جس کا باپ یزید بادشاہ جس کا دادا معاویہ بادشاہ جس کا بہائی معاویہ بن یزید بادشاہ کا خاندان عبدالملک بن مروان بادشاہ اور جس کے خاندان کے تین لڑکے ولید یلیان ہشام ہی بادشاہ تھے (عقد الفریحہ ص ۲۱۶) یزید کے نامہ اعمال میں علاوہ شہیدان کربلا کے خون ناحق کے اہل مدینہ کے بڑے بڑے اصحاب رسول اللہ صلعم کا خون بھی ہے۔ تین سو چھ تو فقط انصاری قریشی لوگ بخاریہ مدینہ یزیدی فرج کے ہاتھ سے شہید ہوئے حرم رسول کی بے ادبی مدنیۃ الرسول کی لوث غارتگری کے علاوہ ایک ہزار عورتوں کی بے عصمتی بھی لکھ کر یزید کے نامہ اعمال میں آیا اور عام عثمان تو چھ سو سے بھی زیادہ شہید ہوئے رحلی الا یام فی غلقار الاسلام عطا حسنی یک صری جلد سوم ص ۱۲۱ جو وقت شہداء کے مدینہ کے سرسلم بن عقبہ نے یزید کو پہنچا اور اس کے سامنے انکا ڈھیر لگایا گیا تو اس نے ابن الزبیری کا وہ شعر پڑھا جو اس نے جنگ احد میں کہا تھا اور اس کے الفاظ بدل کے اپنا نام شامل کر لیا ۱۰

کاش میرے بزرگ بدر کے دن خراج انصار مدینہ کی گھبراہٹ دیکھتے اور غرضی سے نعرے لگاتے اور کہتے کہ یزید نامہ دیکھتا نہیں ہے ۱۰

اس وقت ایک صحابی رسول اللہ صلعم یزید کے دربار میں بیٹھے تھے انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین آپ ایسے کھلے فرماتے ہیں کیا آپ مرتد ہو گئے ہیں۔ یزید نے کہا ہاں مگر میں خدا سے صحابی چاہتا ہوں۔ وہ صحابی دربار سے اٹھ کر چلے آئے (عقد الفریحہ جلد دوم صفحہ ۲۳۳) یزید جب مرا تو اس کی عمر ۳۶ برس کی تھی۔ چودہ ہویں رات کا چاند چمک رہا تھا جبکہ

اس کے جنازہ کی نماز اس کے بیٹے معاویہ بن یزید نے پڑھائی +

حمص کے قریب حوارین میں مرا تھا (عقد الفریذ صفحہ ۲۲۳)

حضرت مسور بن مخرمہ مدینہ میں علی الاعلان کہتے پھرتے تھے کہ یزید شراب پیٹا اور یزید کو اطلاع ہوئی تو اس نے حاکم مدینہ کو حکم بھیجا کہ حضرت مسور کے استغنیٰ ہی کو ڈھکے لگا دے کہ وہ شراب پینے کی نرا میں شرعاً مقرر ہیں +

اس پر مسور نے شعر کہا۔ خدا کی شان دیکھو ابو خالد یزید شراب پئے اور بچا کسے مسور کو

اس پینے کی سزا ملے (عقد الفریذ صفحہ ۱۰۳) +

یزید اعلیٰ درجہ کا ادیب شاعر بھی تھا اوصاف شراب میں اس کا کلام شہرہ آفاق تھا شہر ہے کہ دیوان حافظ کا پہلا مصرعہ الایا ایہا الساقی اور کا سناؤ دہا ہی یزید کے ایک شعر کا حصہ ہے جس کو حضرت حافظ نے کچھ تبدیل کئے اپنے شعر میں بانٹا ہے اور دیوان حافظ کی بعض شعر حق میں یہ واقعہ مذکور ہے +

یزید کے زمانہ میں کربلا کا بڑا واقعہ گزرا جو اس کو حرم نامہ میں جو اس کتاب کا پہلا حصہ ہے تفصیل سے بیان کر دیا گیا اور کہ مدینہ کی لڑائیوں کا حال تو اسی کتاب کے پہلے باب میں مذکور ہے یزید کی چند فراقی باتیں سننے کے قابل یہاں تحریر کر دی گئیں ابے یزید شاہان بنی امیہ کا تہوڑا تہوڑا حال سننا چاہیے۔

تیسرے بادشاہ

معاویہ بن یزید

ابو بلیکینیت تھی۔ اکیس برس کی عمر میں تخت نشین ہوئے اور بعض کہتے ہیں بیس سال کے تھے یزید کے جنازہ کی نماز آپ ہی نے پڑھائی تھی۔ ربیع الاول ۸۸ھ میں حکومت کی بیعت سب لوگوں نے انکے ہاتھ پر کی بیعت لیکر منبر پر چڑھے اور کہا۔

مسلمانوں کی حکومت بہت مشکل کام ہے اس کے واسطے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے آدمیوں کی ضرورت ہے اور مجھ میں ان کی خاک پاکی ہی یافت نہیں اس واسطے

میں سلطنت سے دست بردار ہوتا ہوں اب تم جسکو چاہو بادشاہ بنا لو یہ کہہ کر منبر سے اترے اور گھر میں چلے گئے پھر مرتے دم تک باہر نہ نکلے۔ طبری نے لکھا ہے کہ معاویہ بن یزید نے عمرو بن معصوم سے پرچھا تھا کہ سلطنت کیونکر کرنی چاہیے انہوں نے کہا اگر ابو بکرؓ و عمرؓ کی مثل حکومت کیجائے تو دین و دنیا کی سعادت ہو ورنہ دوزخ میں جانا پڑے گا اس فقرہ نے معاویہ بن یزید پر اتنا اثر کیا کہ وہ اسکو قطعاً چھوڑ بیٹھے بنی امیہ نے سنا کہ عمرو بن معصوم کے بہکانے سے یہ ہوا تو انہوں نے عمرو بن معصوم پر عرصہ آتارا اور انکو شہر سے جلا وطن کر دیا عطا حسنی بک نے علی الایام میں لکھا ہے کہ معاویہ بن یزید وایم المریض تھے اپنے باپ یزید کے بعد صرف چالیس دن زندہ رہ کر مر گئے۔ ایک روایت ہے کہ دو مہینے زندہ رہے اور ایک بیان ہے کہ تین مہینے زندہ رہے +

بنی امیہ نے ان سے خواہش کی کہ آپ سلطنت نہیں کرتے تو کسی کو جانشین مقرر کر دیجئے گا انہوں نے فرمایا جب میں نے اسکی ٹھاس چھوڑ دی تو تنہی دوسرے کو کیونکر دیا عقد الفریض میں ہے کہ جب ان سے جانشین مقرر کر لیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جب میری زندگی کی حالت اس سے نفع نہ اٹھا کی تو میرے بچے وقت میرا انتخاب کیا مفید ہوگا

چوتھا بادشاہ مروان ابن الحکم

معاویہ بن یزید پر امیر معاویہ کی تدبیر و نکاحات ہو گیا سلطنت انکی اولاد سے نکل گئی اور جس بوجہ کی خاطر انہوں نے دین کو برا دیکھا تھا وہ ڈیڑھ نسل بھی باقی نہ رہ سکا معاویہ بن یزید نے رحلت فرمائی تو خلقت میں اختلاف پیدا ہوا۔ یزید کے سب لڑکے کمن تھے خالد بن یزید کی اہمیت بعض لوگ دیکھتے تھے مگر کثرت رائے انکی کم عمری کے سبب خلاف تھی خصوصاً عبید اللہ ابن زیاد نے چاہنا تھا کہ یزید کی اولاد کو تخت ملے اور وہ سر توڑ کوشش اسکے خلاف کر رہا تھا آخر بڑے بڑے امرا کا میلان حضرت عبداللہ ابن زبیر کی طرف ہونے لگا تو بنی امیہ کو

خوف ہوا کہ کہیں ان کے خاندان سے حکومت جاتی نہ ہے اس واسطے انہوں نے جلدی کئے
 مروان ابن الحکم کو گڈا بنا کر تخت پر بٹھادیا مروان کے نام کو کون نہیں جانتا ازنی ہفت روزہ
 شہرت مزاج تھا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے واقعہ قتل میں ان حضرت کی صفات ظاہر
 ہو چکی ہیں۔ ساٹھ برس کی عمر ہوش حواس گم مگر دنیا کی حرص اس تک شباب پر تھی +
 مروان کی تخت نشینی کا حال باہر کے صوبوں میں مشہور ہوا تو دربار معاویہ و یزید کا
 رکن اعظم ضحاک بن قیس بگڑ گیا اور کہا میں مروان کی بیعت کہی نہ کرونگا ابن زبیر اس سے
 لاکھ درجہ بہتر ہیں جمح کے صوبہ دار نعمان بن بشیر (نصاری) و قسطنطین (ربیت المقدس)
 کے گورنر بھی ضحاک کے ساتھ ہوئے اور تیوں نے ملکر ابن زبیر کا جھنڈا بلند کر دیا۔
 مروان نے سنا تو وہ ابن زیاد کو لیکر تیرہ ہزار فوج کی جمعیت سے مقابلہ کو نکلا اور ہر
 ضحاک بھی ساٹھ ہزار لشکر لیکر آگے بڑھا مروان کی فوج اکثر پیدل تھی اور ضحاک کے ساتھ
 سب سوار تھے۔ یہ ساز و سامان دیکھ کر مروان کے اوسان خطا ہونے لگے مگر ابن زبیر نے
 اس سے کہا گھبراہٹ کی بات نہیں لڑائی میں مکر کرنی ضرورت ہو اس کے بغیر ان باغیوں کو جیتنا
 ممکن نہیں تم ضحاک کو پیام بھیجو کہ میرے پاس آؤ تاکہ ابن زبیر کی بیعت کے واسطے میں صلح
 و مشورہ کیا جائے اگر میری سمجھ میں آگیا تو میں بھی بیعت کرونگا جو فت ضحاک آئے تو بہادری سے
 کالیک دستہ فوراً اس پر حملہ کرے یہ ترکیب ہوگی تو ضحاک کا یہ لشکر عظیم مغلوب ہو جائیگا
 مروان نے ایسا ہی کیا اور پکارہ ضحاک باوجود اس کے کہ تجربہ کار تھا اور معاویہ
 جیسے دربار فریب کا اسکے پاس برسوں رہ چکا تھا مروان کے دھوکے میں آگیا اور ایک
 منقرع جمعیت کے ساتھ لشکر سے نکلا مروان سے گفتگو کرنے کو باہر آیا مگر جو ہی مروان
 کے قریب پہنچا مروانی سواروں نے حملہ کیا اور ایک ہی حملہ میں اسکو کاٹ کے ڈال دیا۔
 ضحاک کے مرتے ہی فوج کے قدم اکھڑ گئے اور مروان نے منقرع پانی جمح
 بن نعمان بن بشیر بھی مارے گئے +

یہ میدان صاف کر کے مردان شاد دیا نے بجاتا ہوا دمشق میں داخل ہوا اور
مصر کی اہم کی تیاریاں کرنے لگا۔

اسی اثناء میں اسکو مشورہ دیا گیا کہ یزید کی بیوی خالد کی ماں سے نکاح کر لینا چاہئے
تاکہ خالد کا کھٹکا جاتا ہے۔ مردان نے ایسا ہی کیا۔ اس بڑے ہاسپے میں یزید کی جوان بیوی
سے عقد کر لیا۔ خالد کو یہ بات سخت ناگوار گزری مگر بچا رہ گیا کہ اسکا تھوڑا دم بھڑو ہو کر چپ ہو گیا
ایک دن سفر مصر کے سامان میں مردان اور خالد کی کچھ تیز گفتگو ہو گئی خالد کو اسکا غرور
تبا کر میں یزید کو بیٹا ہوں مردان تاجدار سی کا گھمنڈ رکھتا تھا بھرے دربار میں یہ گرا کر
باہن ہو رہی تھیں مردان کو خوش نکالیاں بکنے کی عادت تھی اسکو شہر بھی نہ دتی کہ اس کے
مٹنے سے کیا نکل گیا اور اس نے بے محابا خالد کی ماں یعنی اپنی موجودہ بیوی کو گالی دی اس
گالی میں خالد کی ماں کے نفی جسم کا ایک شرمناک عیب بیان کیا گیا تھا۔ خالد یہ گالی سن کر
بے قابو ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ ٹنک شام کے تمام امرا جمع ہیں اور انکے سامنے میری ماں کو
ایسے مکروہ فحش الفاظ سے یاد کیا گیا وہ کچھ کر تو نہ سکا رہتا ہوا اپنی ماں کے پاس گیا اور سارا
حال اس سے بیان کیا وہ بولی تو رنج نہ کر اس کے بعد یہ موقع پہر بھی پیش نہ آئے گا۔
چنانچہ رات کو جب مردان خالد کی ماں کے پاس آیا اور غواب گاہ میں سو گیا تو
خالد کی والدہ نے لڑکیوں کی مرو سے اسکا گلا گھونٹ کر مار ڈالا اور اس طرح اس
تاریخی آدمی کا خاتمہ ہو گیا۔

صبح یہ خبر عام ہوئی تو بڑا تہلکہ مچا اور لوگوں نے جمع ہو کر مردان کے بیٹے عبدالملک
کو بادشاہ بنالیا۔

عبدالملک نے تخت نشین ہو کر کہا میں اپنے باپ کے انتقام میں خالد کی ماں کو ضرور
قتل کرتا۔ گردو بانوں سے شرم آتی ہے۔ ایک تو یہ کہ عورت کو مانا میرے لیے عیسیت
دوسرے یہ کہ لوگ کہیں گے کہ مردان ایک عورت کے ہاتھ سے مارا گیا۔

مروان کا نسب یہ ہے مروان بن الحکم بن العاص بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف
کہ میں پیدا ہوا شام میں مراہ رمضان کی قیسری تاریخ سترہ ہجری میں ہیر ۶۳ سال اسکی
موت ہوئی۔ نوہ ہینے دس دن بادشاہت کا مزا چکھا اسکا کو تو ال یحییٰ بن قیس شیبانی
اور پراپیوٹ سکرٹری وہی سرحد بن منصور روی تھا جبکا ذکر یزید کے حال میں
پرٹھا ہے (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۲۲۸)

یا یحیٰ ال بادشاہ عبد الملک بن مروان

یہ وہی عابد ارتارک دنیا طالب علم تھا جس نے مدینہ کے بھیدریزی ہنگو کو دیکھ
دہ مشہور غزیری اور حرم نبوی کی بے حرمتی کرانی تھی جسکا بیان پہلے باب میں ہوا +
مدینہ منورہ میں پیدا ہوا سترہ ہجری یا سترہ ہجری تھا ایک روایت ہے کہ جناب علی
ستوائے پیدا ہوئے تھے یعنی پورے نوہ ہینے ماں کے پیٹ میں رہے سات ہی ہینے
میں پیدا ہوئے کیونکہ دید دنیا کی ہوس زیادہ تھی +
۳۰ رمضان سترہ ہجری میں بمقام دمشق تخت نشین ہوا اور ۶۴ برس کی عمر میں
وسط شوال سترہ ہجری میں انتقال کیا +

ابو الولید کنیت تھی اور ابو الاماک ربادشاہوں کا دادا بھی لوگ کہتے تھے کیونکہ
اسکے چار بیٹے ایک تخت و تاج ہوئے۔ اس کے منہ میں کچھ مرض تھا اسکی وجہ سے
اسپر کھیاں بھٹکا کرتی تھیں اسواسطے اسکو ابو الذباب رکھو لگا باپ بھی کہتے تھے +
حضرت ابن عباس کے ایک صاحبزادہ کا نام حضرت علی بن ابی طالب پر علی رکھا
تھا اور کنیت بھی اپنی ہی ابو الحسن دی تھی حافظ ابو نعیم حلیہ الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ ایک
دن یہ ابو الحسن عبد الملک بن مروان کے پاس تشریف لے گئے تو وہ بگڑ کر بولا بچے
تیرے نام اور کنیت سننے کی تاب نہیں ہے لہذا میں تجھ کو ابو محمد کہا کرونگا +

عبدالملک ایک دن سیب کو دانتوں سے کھنکھایا اور کتر اہوا باقی سیب اپنی بیوی لبابہ بنت
عبدالمذہب بن جعفر بن ابی طالب کو دیا لبابہ نے عبدالملک کی گندہ دہنی اور سنہ کی بیماری سے کمر ہٹ
کر کے چھری ہنگامی تاکہ اس کو چھیل کر اور صاف کر کے کھائیں عبدالملک نے پوچھا چھری نجیا
کر دی۔ لبابہ نے کہا اسکی اذیت دور کروں گی عبدالملک بگڑ گیا اور فوراً لبابہ کو طلاق دیدی۔
لبابہ نے ابو محمد مذکور سے شادی کی تو عبدالملک نے لبابہ کو پیام پہنچا کہ نجیا ہاشمی مبارک ہو۔
لبابہ نے جواب بھجوایا۔ مجھ کو گندہ ہاشمی گندہ دہن اموی کے مہابلدیں زیادہ پیار ہے عبدالملک
طیش آیا اور اس نے بچے سے ابو الحسن (ابو محمد) کو کوڑوں سے پٹوایا اور کہا تیرا یہ حوصلہ مڑا کر شاپان
وقت کی بیویوں سے شادی کرتا ہے (دائرة معارف عربی انساب کلیدیہ جلد اول صفحہ ۷۹)
ایک دفعہ عبدالملک نے عبدالرحمن بن الحارث کی مٹی سے نکاح کا پیغام دیا مگر بنت عبدالرحمن
نے انکار کیا اور کہا کہ میں کھیلوں کے باوا سے شادی نہیں کرتی۔

آخر اس کی شادی بچی ابن الحکم سے ہو گئی۔ بچی کی صورت کالی تھی عبدالملک نے بچی کو طعنہ
دیا تجھ کا سہ کلہ لٹے کو اس نے کیونکر پسند کر لیا بچی نے جواب دیا چہرہ نے انکار کر لیا
اور چہرہ ہی سے اقرار ہوا۔ میری کالی صورت آپ کی کھیلوں بھری صورت کے مفت بلدیں
اس کو پسند آگئی (دعقد الفریہ جلد دوم صفحہ ۹۹)

عبدالملک نے تخت نشین ہو کر جو تقریر کی تھی اسکا یہ حصہ قابل سننے کے ہے۔

سے لوگوں (حضرت عثمان کی طرح کمزور نہیں ہوں) اور معاویہ کی
مثل مکاری بھی مجھ میں نہیں ہے، میرا تو بس ایک سخن ہے جو شخص گردن ہیکہ گایا
(انکار کا اشارہ کیا) تو میری تلوار جواب دیگی۔ ایسا قتل کرنے کا اشارہ کیا
خدا تعالیٰ نے کچھ حدود اور کچھ فرائض مقرر کئے ہیں اگر تم اسے آگے بڑھو گے
اور نافرمانی کی طرف جاؤ گے تو میری سخت گیری بھی بڑھنا شروع کرے گی۔
یہاں تک کہ ہم تم تلوار کے پاس پہنچ جائیں گے (دعقد الفریہ صفحہ ۱۲۸)

زفر بن الحراث نے عبد الملک سے کہا خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کو کراہت کر نیر کے مومنین پرستخ دی یعنی ان مومنین پر جو عبد الملک سے کراہت رکھتے تھے) دربار کا ایک شخص بولا انکو مومنین نہ کہو وہ کافر ہیں۔ زفر بن الحراث نے جواب دیا کافر کیسے کہہ سکتے ہیں قرآن شریف نے توبہ فرمایا جو کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقاً من المؤمنین انکارھو (جیسے تمہارے پروردگار نے تم کو تمہارے گھر سے بوجہ حق کے نکال لیا اور اس سے مومنین کا ایک فریق کراہت رکھتا تھا) عقدا الفرید صفحہ ۱۲۹

عبد الملک کے افسران فوج کی تیسرہ ہی قابل ملاحظہ ہے اس نے ایک دفعہ مدینہ پر فوج بھیجی جس کا سر دار حبش ابن دیکر تھا۔ جب مدینہ میں داخل ہوا تو منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر بیٹھ گیا۔ کیونکہ عبد الملک کی سبیت کا اعلان کرنا مقصود تھا۔ وہاں جناب کو بھوک لگی اور اتنا صبر نہ کر سکے کہ مکان پر آکر کھانا کھاتے۔ وہیں گوشت روٹی منگائی اور منبر پر بیٹھ بیٹھے نوش جان فرمائی۔ اسکے بعد پانی منگا کر منبر پر ہی بیٹھ بیٹھے وضو کیا (عقدا الفرید جلد دوم ص ۱۲۹) جس قوم کے افسران فوج ایسے وحشی و جنگلی و بے تیز ہوں اس سے حق و انصاف کی اور شکارِ اسلام کی پابندی کی توقع عبث ہے۔

عبد الملک حضرت مصعب بن زبیرؓ کی ہم پر عراق جانے لگا تو اس کی بیوی جو زید بن معاویہ کی بیٹی عاتکہ تھی بن سنور کراچی لونڈی بانڈیوں کو ساتھ لیکر سامنے آئی اور نہایت ناز و انداز دل بانی سے کہا۔ ہم تو امیر المومنین کو پردیس نہ جانے دینگے اگر تمہارے کتوں یا سے ایک کتا بھی عراق چلا جائیگا تو مصعب کو زہر کر لیگا۔ تم بخاؤ۔ ہمارا جی اتنے جدا ہونا گوارا نہیں کرتا۔ عبد الملک نے کہا دیوانی ہوئی ہو۔ اتنی بڑی ہم ہے کہ بغیر میرے جانے سر نہیں ہو سکتی۔ میں عورتوں کی خاطر اپنی بادشاہی کے کام نہیں چھوڑ سکے گا۔ عالمہ یہ سن کر رونے لگی اور ساتھ ہی انکی ہیلیوں نے بھی رونا شروع کیا عبد الملک یہ تماشا دیکھ حیران ہو گیا مگر اپنے ارادہ سے نہ ہٹا اور عاتکہ کو رونا دھونا چھوڑ کر روانہ ہو گیا۔ چلتے وقت عاتکہ کا

شکون بڑا ہوا تھا۔ وہ سامنے آیا۔ دشمن سے تین ہی منزل آگے بڑھا تھا کہ خبر آئی کہ عمرو بن سعید الاشدرق نے بغاوت کی اور دار الحکومت پر قبضہ کر لیا۔ یہ سکر عبدالملک بٹا اور جا کر دشمن کا محاصرہ کر لیا۔ کچھ لمبی جنگ کے بعد اس بات پر صلح ٹھہری کہ عبدالملک کے بعد عمرو بن سعید الاشدرق بادشاہ بنایا جائے عبدالملک نے طوعاً و کرہاً اس کو قبول کیا۔ دروازے کھلے اور یہ پھر دشمن میں داخل ہوا اور بظاہر عراق کا قصد ملتی ہو گیا چند روز کے بعد جب عمرو بن سعید الاشدرق کو عبدالملک کی غیبات دیکھ کر اطمینان ہو گیا تو ایک دن عبدالملک نے اسکو اپنے پاس بلا لیا۔ عمرو بن سعید کی بیوی اور حمایتوں نے منع کیا اور کہا اسکی مہربانیوں پر بھروسہ نہ کرو اور پاس نہ جاؤ ایسا نہ ہو کچھ فریب کرے مگر عمرو بن سعید نہ مانا اور بولا عبدالملک ایسا آدمی نہیں ہے اسکو تو میرا بھائی تک خیال ہے کہ اگر کوئی سخت ضرورت پیش آجائے اور میں سوتا ہوں تو وہ مجھے آرام سے جگایگا نہیں اس ضرورت کو ترک کر دیگا اور میرے بیدار ہونے کی راہ دیکھے گا۔

الغرض عمرو بن سعید عبدالملک کے پاس گیا۔ مگر احتیاطاً چار ہزار بہادران شام کو ساتھ لیتا گیا اور ان کو محل شاہی کے پاس بٹا دیا کہ اگر کچھ گڑبڑ دیکھو تو حملہ کر دینا۔

عبدالملک سے سامنا ہوا تو اس نے بڑی محبت اور خاطر سے استقبال کیا اور کہا جناب میں نے قسم کھائی تھی کہ محاصرہ دشمن کو توڑ کر آپ کے گھر میں چاندی کا طوق اور ہاتھ پاؤں میں نقرئی ہنگڑیاں بیڑیاں ڈالوں گا مگر جھگڑا صلح سے طے ہو گیا اب اس قسم کا پورا کرنا ہے کیا آپ اجازت دیں گے کہ میں صرف اپنی قسم پورا کر نیکی یہ طوق و بیڑیاں ڈالوں اور اسکے بعد گالیں عمرو بن سعید کی تو قضا آگئی تھی عقل پر ایسا پردہ ڈاکر بلا کسی عذر کے اسکو قبول کر لیا اور عبدالملک کے ہاتھ سے طوق و بیڑیاں پہن لیں۔ عبدالملک اس سے فارغ ہوا تھا کہ اتنے میں اذان کی آواز آئی اور وہ نماز پڑھنے کو مسجد میں جانے لگا مگر جاتے وقت اپنے بھائی عبدالعزیز ابن مردان سے کہہ گیا کہ میرے آگے تک تو عمرو بن سعید کو قتل نہ کر ڈالیو۔

چنانچہ عبدالعزیز تموار کھینچ کر عمرو کے سر پر گیا تو اس نے عاجزی سے گڑ گڑا کر التجا کی اور کہا بہائی میرے قتل سے کیا فائدہ ہوگا لہذا تو اس سے درگزر کر عبدالعزیز کو رحم آگیا اور اس نے اس کو قتل نہ کیا۔

عبدالملک نماز پڑھ کر آیا اور عمرو بن سعید کو زندہ دیکھا تو اپنے بہائی کو بڑا بھلا کہنے لگا اور خود تموار لیکر عمرو بن سعید کا سر کاٹ ڈالا اور اسکی لاش اپنے تخت کے نیچے ڈالادی۔ اتنے میں عمرو بن سعید کا ایک بڑا ساتھی سردار اندر آیا اور اس نے کن انکھیں ستھوڑ بن سعید کی لاش تخت کے نیچے پڑی دیکھ لی اور یہ بھی دیکھا کہ عبدالملک بائپ رہا ہے تو وہ سمجھ گیا کہ خود عبدالملک نے اپنے ہاتھ سے اسکو قتل کیا ہے۔

عبدالملک نے اس سے پوچھا کہ عمرو بن سعید کا کیا علاج کرنا چاہیے مڑا رہے کہا۔ حضور اسکو قتل کر ڈانا ضروری ہے۔ عبدالملک بلایہ کیونکر ممکن ہے کہ عمرو بن سعید کا ہی بہت ہیں اور سنتا ہوں۔ وہ سب کے سب محل کے باہر جمع ہیں سردار نے جواب دیا اسکا علاج آسان ہو آپ عمرو بن سعید کا سر کاٹ کر محل کے باہر پہنکائیجئے اور اس کے ساتھ چھٹیایا اشرفیوں کی بھی پھنکوا دیجئے لوگ سر کو دیکھ کر تو یابوس ہو جائیں گے اور اشرفیاں دیکھ کر انتقام سے ہاتھ اٹھالیں گے۔ کیونکہ ان کو لوٹ کا خیال پڑ جائیگا۔ عبدالملک اس تجویز سے بہت غریب ہوا اور عمرو بن سعید کا سر اشرفیوں کے ساتھ محل کے باہر پہنکایا۔ سپاہ اشرفیاں چٹنے لگی اور عمرو بن سعید کا بدن لپٹا بھول گئی (عقد الفریۃ ۲۳۲)

حضرت عبداللہ ابن زبیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کی ہجرت مدینہ کے بعد پہلے لڑکے تھے جو پیدا ہوئے اس کے قبل یہودیوں نے مشہور کر دیا تھا کہ تم نے سحر کر دیا جواب مسلمانوں کے ہاں اولاد نہ ہوگی جسوقت آنحضرت کو حضرت عبداللہ کی ولادت کا حال معلوم ہوا تو آپ نے خوشی سے یکبیر کہی تھی اور تمام اہل بیت بھی یکبیر کا لغزہ بلند کیا تھا۔

عبدالملک کے حکم سے جب حجاج بن یوسف نے حضرت ابن زبیر کو شہید کیا تو تمام اہل

فوج نے تکبیریں پڑیں۔ یہ غلہ شکر حضرت عبداللہ ابن عمرؓ نے اپنے خلوت خانہ میں کی ہے
 پوچھا یہ تکبیروں کی آواز کیسی ہو کہا گیا ابن زبیر قتل ہوئے ہیں اور شامیوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا ہے
 حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا بہتر اور اچھے تھے وہ لوگ جنہوں نے ابن زبیرؓ کی پیدائش کے
 وقت تکبیر کی تھی اور بڑے ہیں وہ لوگ جو ان کی موت پر تکبیر پڑے ہیں (عقد الفریضہ صفحہ ۲۳۸)
 حضرت ابن زبیرؓ کی شہادت کے بعد حجاج نے کعبہ کو ڈھایا اور ازہر زبیا کعبہ کی
 سرچرودہ عمارت حجاج ہی کی بنا کر وہ ہے (رحلی الایام صفحہ ۳۳۷)

اسی زمانہ میں حجاج نے حضرت ابن عمرؓ کے ایک زہر آلودہ نیزہ مارا جس کے صدمے
 سے وہ مدتوں بیمار رہ کر رحلت فرما گئے (رحلی الایام صفحہ ۳۳۷)

فتح مکہ کے بعد مدینہ میں حجاج مدینہ میں گیا اور بڑے بڑے صحابہ رسول اللہ صلعم کی
 گردنوں اور ماتحتوں پر اطاعت عبدالملک کے داغ لگائے گئے جن میں حضرت اشعثؓ
 حضرت جابر بن عبد اللہؓ اور حضرت ہبیل بن سعد الساعدیؓ جیسے اکابر صحابہ ہی تھے (رحلی الایام صفحہ ۳۳۷)
 ابن اسحاق بن عبد اللہؓ اعلیٰ کہتے ہیں کہ عبدالملک گندہ دہن تھا ابن سعد کہتے ہیں کہ مدینہ
 کے قیام میں عبدالملک بڑا عابد۔ زاہد اور تارک دنیا تھا نافع سے روایت ہے کہ میں نے
 سارا مدینہ چھان مارا مجھ کو عبدالملک سے زیادہ کوئی شخص تارک دنیا اور مسائل فقہیہ میں
 طاق اور قرأت قرآن شریف میں مشاق نہ ملا ابوالاناد کا بیان ہے کہ عبدالملک کا شمار نامور
 فقہائے مدینہ میں تھا حضرت ابن عمرؓ اس زمانہ میں فرمایا کرتے تھے سب دینوں کے لڑکے تو
 بیٹے ہیں اور مردان کا بیٹا باپ ہی یعنی لڑکپن میں باپ کے سے فضائل رکھتا ہو عبادہ بن ثعلبہؓ
 روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد ہم مسایل دین کس سے پوچھا کریں فرمایا
 مردان کے بیٹے عبدالملکؓ کہ وہ سارے مدینہ میں سب سے بڑا فقیہ و شیعہ کہتے ہیں کہ میں جب
 کسی کے پاس جا کر بیٹھا اور علم و حدیث کی گفتگو کرتی تو ہمیشہ میری ہی واقفیت اعلیٰ لڑی کر
 عبدالملک کے پاس جب جاتا ہوا تو ہمیشہ اسکی معلومات حدیث مجھ سے زیادہ ہی تھی۔

ایک دفعہ عبد الملک سے ام دردار نے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ پہلے بڑے
عابد اور تارک الدنیا تھے اور اب سوتا پیتے ہیں عبد الملک نے کہا ہاں خدا کی قسم سونا
ہی نہیں اتنا خون بھی پیتا ہوں سب سے پہلے عبد الملک نے طلانی سکے بنوایا جس کے ایک
سُخ ہوا اللہ احد تحریر تھا اور دوسری طرف لا الہ الا اللہ دیہ سبب واقعات و روایات
حلی الایام فی خلفاء الاسلام صفحہ ۳۳۸ و ۳۳۹ سے لیے گئے ہیں +

عبد الملک نے بھی اپنی زندگی میں اپنے بیٹے ولید اور سلیمان کے لیے لوگوں سے بیعت لی
نقی مدینہ کے حاکم ہشام بن اسماعیل کے نام حکم آیا کہ اہل مدینہ سے بھی ان دونوں کی بیعت لے
سب سے پہلی تعمیل کی مگر حضرت عیینہ المسیبی نے فرمایا عبد الملک زندہ ہے تو یہ ٹوٹی بیعت میں
نہیں کرونگا سپر ہشام نے انکو ٹاٹ کا لباس پہنا کر کوٹے لگوئے (عقد الفریضہ صفحہ ۲۳۸)
عبد الملک کا کو تو ال پہلے ابن ابی کبشہ اسکی تھا پھر ابونائل بن رباح ہوا پھر عبد اللہ
بن یزید ہوا اور اس کے باڈی گاڑ ڈر محافظ ذات (فوج کا افسر بیان تھا اور حکم مال اور
حکم فوج کا سکڑی سرحد بن منصور روی تھا اور پراپیٹ سکڑی ابو ذرہ تھا اور
مہر بردار قبضہ بن ذؤنب تھا اور خزائنچی رجا بن حیات تھا اور صاحب ابو یوسف تھا اس کے
زمانہ میں روی اور فارسی زبانوں کے دیوان عربی میں ترجمہ کیے گئے روی زبان سکلیمان
بن سعید مدنی حسین نے ترجمہ کیا تھا اور فارسی سے صلح بن عبد الرحمن نے بعض لوگوں کی خیال ہے
کہ ترجمہ اس کے عہد میں نہیں بلکہ اس کے بیٹے ولید کے ایام میں ہوئے (عقد الفریضہ جلد دوم صفحہ ۲۳۸)
عبد الملک کے بیٹوں کے نام یہ ہیں ولید سکلیمان یزید ہشام ابوبکر مسکد سعد الخیر
عبد اللہ حجاج جعفر منذر مروان الاکبر مروان الاصغر معاویہ داؤد (عقد الفریضہ صفحہ ۲۳۸)
آخر جام حیات بسریز ہوا اور ایک دن چہکاک گر گر پڑا اور ۶۴ برس کی عمر میں مر گیا
ولید نے نماز پڑھا کر دمشق کے باہر دفن کر دیا اس نے اکیس برس حکومت کی +

اس کی حکومت میں بڑے بڑے واقعات جو قدر گزے وہ اس کتاب کے پہلے باب میں مذکور ہیں۔

چھٹا بادشاہ ولید بن عبدالملک

ہندوستان کے جلال الدین اکبر کی طرح ولید بھی جاہل بادشاہ تھا مگر فتوحات اور کارناموں میں سب سے بڑھ گیا عبدالملک کو اس کی جہالت کا ہمیشہ قلعہ رہا تھا ایک دن ولید نے سنا عبدالملک اس کی بے علمی کا بہت شاکہ جو یہ تنکرایسی غیرت آئی کہ علماء کے مجمع کو لیکر ایک مکان میں بیٹھ گیا اور چھ مہینے باہر نہ نکلا مگر ہمتی دیکھو کہ چھ مہینے کی محنت کے بعد باہر آیا تو دوسرا کا دریا ہی جاہل جاہل تھا اس نے اپنے زمانہ میں تینوں کی پرورش اور ان کے ختمے کرانے وغیرہ کے محکمے قائم کیے تھے اور ہر اعضا سے محتاج شخص کیلئے خدمتگار اور غلام مقرر کر لئے تھے باقی تنخواہیں جاری کیں دشمن کی مشہور جامع اموی اسی کی بنا کردہ یہ مسجدوں پر بلند میناروں کی تعمیر اسی کی ایجا دہ ہے اسی کے وقت کے مسلمانوں نے کابل فتح کیا اور بڑھتے ہوئے سندھ، بلقان اور شرج تک لگے۔ بڑا عاقل اور منظم بادشاہ تھا۔ جبر و ظلم میں بھی اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا حضرت سعید بن جبیر اسی کے عہد میں حجاج بن یوسف کے ماتھے سے شہید ہوئے اور ایک مثبتہ روایت کی ہے جو حضرت امام زین العابدین کو بھی اسی نے اپنے پاس بلا کر قید کیا اور قید میں دھروے کر شہید کر دیا طبری ابن اثیر علی الایام۔ عقد الفرید میں یہ روایت مجھ کو نہیں ملی خود بانواروں میں جانا اور زرخ دریافت کرنا اگر زیادتی پاتا تو دوکانداروں کو مجبور کر کے مناسب بھاؤ مقرر کرتا۔ ایک دن معلم کے سامنے کسی لڑکی کو پڑھتے ہوئے لکھ کر کہا جہانگیر ممکن ہو مرد مدرس کے پاس دہی لڑکیاں پڑھنے آئیں جنگی عمر بہت ہی چھوٹی ہو ورنہ فتنہ کا اندیشہ ہے ایک دن کہنے لگا کہ اگر خدا تعالیٰ حضرت لوط کا ذکر قرآن میں نہ فرما تا تو لوگوں کو خلاف فطرت افعال کرنے کی خبر بھی نہ ہوتی اور کوئی انکا ارتکاب نہ کرتا۔ وسط شوال ۱۷۱ھ میں تخت نشین ہوا اور وسط ربیع الاول ۱۷۹ھ میں دس برس حکومت کر کے مر گیا

طبری عقد الفرید علی الایام۔ دائرہ معارف ابن اثیر *

ساتواں بادشاہ سلیمان بن عبد الملک

ولید کے مرنے پر اسکا بہائی سلیمان تخت نشین ہوا یہ نمازی بادشاہ ہوا اہل وقت خیال کر کے نمازیں ادا کرتا تھا ورنہ اس سے پہلے بنی امیہ کے بادشاہوں نے نمازوں کی تاخیر اپنا شعار بنالیا تھا اس نے ستر ہزار قیدی رکھے اور انکو لباس اور خرچ بھی دیا جسکی تمام ملکوں میں دھوم مچ گئی اسیں زیادہ کھانے کا عجیب بہت بڑا تھا عقد الغریبہ میں ہے کہ طائفے سفر میں کسی شخص نے پانچ سیب نذر دیے اس نے ان کو کھالیا۔ پھر پانچ اور دیے وہ بھی کھالیے یہاں تک کہ ستر سیب کھا گیا اس کے بعد ایک بھنا ہوا بکری کا بچہ لایا گیا وہ بھی چٹ کر گیا پھر چھ مرغیاں بھنی ہوئی آئیں ان کو بھی نوش جان کر گیا اس کے بعد انگو رکھاتا رہا اور سو گیا بیدار ہوا تو تمام لوگوں کی طرح دوبارہ کھانا کھایا۔ اس کی موت بھی زیادہ کھانے سے ہوئی کسی عیسائی نے ایک ٹوکرا سیب کا اور ایک ٹوکرا اُبے ہوئے انڈوں کا نذر کیا تھا اُس نے سب کو چھلوا یا اور کھانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ دونوں ٹوکرے ختم کر دیے اسکے بعد کچھ میٹھی چیزیں لائی گئیں جنکو یہ کھاتا رہا۔ آخر ختم ہوا اور اسی میں مر گیا۔ بہت خوبصورت بادشاہ تھا ایک دن کسی حین عورت سے پوچھا بتا میری صورت کیسی ہے اس نے کہا سائے عرب میں تیرے برابر کوئی خوش جمال نہ ہوگا مگر انوس یہ ہے کہ فنا سا لگتی ہوئی ہے اور بقا سوا سے ذات خدا کے کسی کو نہیں اس جواب کا سلیمان بہت اثر ہوا اور اس کے ایک ماہ بعد بچائے کو موت کے جمال کا نظارہ کرنا پڑا۔

اس کی نیت اپنے بیٹے کو جانشین کرنے کی تھی مگر کسی نے اس کے خلاف نصیحت کی اس پر اتنا اثر اسکا ہوا کہ اس خیال سے باز آیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز کے واسطے وصیت نامہ لکھ دیا مگر اس کے مرنے سے پہلے کسی کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وصیت کس کے واسطے ہوئی ہے۔ بہائی خیال کرتا تھا میرے لیے بیٹا خوش ہوتا تھا کہ مجکو تاج دیا ہو گا۔ مگر سلیمان کی موت کے

بعد وصیت نامہ کھلا تو حضرت عمر بن عبد العزیز کا نام تھا +

ربیع الاول ۱۹۹ھ میں تخت نشین ہوا اور دو برس دس مہینے پندرہ دن حکومت کر کے صفر ۲۰۰ھ کو جمعہ کے دن ۴۳ سال کی عمر میں انتقال کیا (عقد الفرید بطبری ابن اثیر)
آٹھواں خلیفہ

حضرت عمر بن عبد العزیزؓ

مردان ابن الککم جیسے شخص کے پوتے تھے مگر خدا تعالیٰ نے ملکوتی صفات مرحمت فرمائی تھیں۔ انھوں نے خلفائے راشدین کا زمانہ یاد دلایا عدل سادہ مزاجی اور نیازی کی شان دوبارہ پیدا کر دی حضرت علیؓ اور بنی فاطمہ پر جو لعن ہوتے تھے انہوں نے بند کر دیے۔ مزار حضرت امام حسینؓ پر شاندار روضہ بنوایا اور زیارت کی عام اجازت دی + جس دن تخت نشین ہوئے غلام حسب عادت شاندار سواری لیکر حاضر ہوئے فرمایا بجائے مجھے ان تکبرانہ سواریوں کی ضرورت نہیں ہے اور اپنے ایک ڈبلے پتلے خچر پر سوار ہو کر گھر چلے گئے بشیر ابن عبد اللہ بن عمر کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز غلامت میں اکثر بیقرار ہو ہو کر رویا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ دیکھئے میرا کیا انجام ہوگا کہ حکومت عبد الملک اور ولید و سلیمان سے مجھ کو ملی ہو۔ جنہوں نے تین پرے حق اور میرے درمیان میں دوری کے ڈال دیے ہیں۔ یہ حضرت بیت المال سے ایک پیسہ نہ لیتے تھے۔ کسی نے کہا کیا آپ حضرت عمر فاروق سے بھی بڑھ کر ہیں وہ تو دو درم روزانہ بیت المال سے لیا کرتے تھے۔ فرمایا انکے پاس خراج کو کچھ نہ تھا اور مجھ کو خدا نے اتنی ثروت دی ہے کہ بیت المال سے لینے کی ضرورت نہیں +

ایک شخص نے فرمایا کہ فلاں آدمی نے مجھ کو مارا۔ اور میری زمین غصب کر لی، اپنے مدعا علیہ کو بلایا اور پوچھا کہ اس کے دعوے کی نسبت تیرا کیا جواب ہو اُسے کہا کہ بیشک یہ سچا ہے مگر میں نے آپ کی حکومت کے بارے میں اس کو اطاعت کی نصیحت کی تھی اور جب اس سے خلاف جواب سنا تو میں نے مارا اور بطور سزا کے زمین چھین لی۔ اپنے حکم دیا ہماری

اطاعت کوئی چیز نہیں جو جو کچھ ہے اطاعت خدا کی جو ہم ابھی اسکی زمین پر اور اس کے معافی مانگو۔
ایک شخص کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں خالد بن یزید بن معاویہ کے ساتھ بیت المقدس کے
صحن میں تھا کہ ایک آدمی آیا اور اس نے خالد سے پوچھا کہ میرے چہرہ پر انگٹھ ہے خالد نے
کہا بیٹھکٹ ٹکڑا بیٹھکٹ دل کی اور جسم کی دونوں آنکھیں می میں اس آدمی نے یہ جواب سنانے
کا پٹنے لگا اور روتا ہوا چلا گیا۔ خالد نے مجھ سے کہا کہ اگر یہ شخص زندہ رہا تو امام عادل
ہو گا۔ میں نے پوچھا یہ کون تھا۔ خالد نے کہا عمر بن عبدالعزیز ہی ہے۔

حضرت کا ایک غلام درہم ناجی جنگل سے ایسا من چکر لایا کہ تھا ایک دن انہوں نے
اس سے پوچھا کہ خلعت کا میری نسبت کیا خیال ہے غلام نے کہا آپ کی نسبت خیال تو
سب کا اچھا ہے مگر اصل میں ہم تم دونوں کا بہت ہی برا حال ہے حضرت نے متعجب ہو کر
پوچھا کہ کدھر؟ کہا جب تک آپ خلیفہ نہ ہوئے تھے میں اچھا کھانا اچھے مکان میں رہتا اور سننے کرتا تھا
خلافت ملی تو مجھے خوشی ہوئی تھی کہ اب پہلے سے بھی زیادہ راحت ملے گی مگر معاملہ بدکس بن گیا
اب تو پہلے سے بھی زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے حضرت نے فرمایا۔ جا تو آزاد ہے۔ خدا اسکے
طفیل جکو بھی حکومت کے عذاب سے نجات دے گا وہی دے گا۔

فدک کی نسبت انہوں نے ایک دن فرمایا کہ رسول خدا صلعم کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ
نے اسکو اپنے پاس لے لیا مگر انہوں نے یہ انکو نہ لیا اور اسکی آمدنی کا خیر میں خرچ کرتے رہے۔
پھر بعد کے خلفائے راشدین نے بھی یہی کیا مگر جب حکومت ہمارے خاندان میں آئی تو ہمارے
بزرگوں نے اسکو درختہ بنا کر آپس میں تقسیم کر لیا۔ چنانچہ وہ میرے اور ولید سلیمان کے حصہ میں
تین جگہ بٹ گیا اور اس کے بعد کامل طور سے میرا سپردانی قبضہ ہو گیا مگر آج میں کہتا ہوں کہ یہ
فعل ہمارا سزا جائز تھا اس کو میں واپس کرتا ہوں جو حالت رسول خدا صلعم کے وقت میں
تھی اسی کی موافق اسکا آمد و خرچ ہونا چاہیے (رحمۃ اللہ علیہ جلد دوم صفحہ ۲۳۵)
انہوں نے حکم دیا تھا کہ کوئی غیر مسلم مسلمانوں کا سلبا اس متحمل نہ کرے نہ ایسی وضع

بنائے جس سے اسلامی مشابہت پائی جاتی ہو نہ کسی غیر مسلم کو یہ اختیار ہو کہ وہ مسلمان کو خدا کا حکم دے۔ یہ تو کہہ کر ایک تخت حاکم کو انہوں نے لکھا کہ اگر تجھ کو مخلوق خدا پر قدرت غلبہ حاصل ہو تو تو اس قدرت و غلبہ کا خیال کر لیا کیجیو جو خدا کو تجھ پر حاصل ہے یا درکھ کہ آدمیوں کے پاس ایسے کچھ نہیں ہے اُس سے بہت زیادہ خدا کے پاس تیرا ہے لہذا تو خدا ہی پر نظر رکھا کر ایک گورنر نے اطلاع دی کہ فلاں شخص نے کہو کا کیا نہی میں اس کو قتل کر دینا چاہتا ہوں حضرت نے جواب دیا اگر تو نے اس کو قتل کیا تو میں تجھ کو اس کے قصاص میں ملوث کر دوں گا۔ ایک آدمی نے ایک آدمی کو گالیاں دی ہیں اس کا عوض قتل ہرگز نہیں ہے۔ پیغمبر خدا کو گالی دینے کی سزا تو یہ ہو سکتی ہے مگر میں تو ایک معمولی آدمی ہوں۔

ایک حکم نے اطلاع دی کہ یہاں ایک بادگرنی آئی تھی میں نے اس کو دریا میں غرق کر دیا حکم دیا کہ ڈوبی نہیں باقی پر تیرنے لگی حضرت نے حکم بھیجا اس کو چھوڑ دے بلکہ یہ قتل کر نیکی اجازت اسلام نے نہیں دی ایک دن حضرت نے بنی مروان کو خطاب کر کے فرمایا خلعت کا حق انکو داپس دیدو۔ جو ہوتا ہے بزرگوں نے غصہ کیا یہاں تک سب لوگ خاموش بیٹھے تھے مگر ایک شخص بدلا ہم ہرگز نہ دیں گے یہ بلکہ ہمارے بزرگوں سے پہنچا ہے اگر ہم واپس دیں گے تو گویا اپنے باپ دادا کو غاصب گنہ گار بنائیں گے اور اپنے بچوں کو غفلت کر دیں گے حضرت نے فرمایا کیا کر دوں فتنا فساد کا ڈر ہے ورنہ ہمارے رخساروں پر طمانچہ مار مار کر یہ حق واپس کرانا۔

ایک دن انکے بیٹے عبدالملک نے کہا۔ کیوں بادا جان آپ رعایا کو حق کے حکم تھوڑے تھوڑے کر کے دیتے ہیں ایک دفعہ ہی انکو سب احکام کیوں نہیں سنا دیتے فرمایا خدا تعالیٰ نے شراب کی نسبت قرآن میں دو دفعہ تو گول مول حکم دیا۔ تیسری دفعہ صاف صاف حرام کیا۔ اگر میں ایک دفعہ ہی سب احکام کا بوجھ ان پر ڈال دوں تو وہ سب کو سر سے اتار کر پھینک دیں گے اس لیے تھوڑا تھوڑا دینے کی ضرورت ہے کہ وہ سب کو برداشت کر لیں۔ عبدالملک انکے صاحبزادے انکی زندگی میں رحلت فرما گئے تو خلعت ماتم پر ہی کونج ہوئی

ہر ایک نے شادی بڑھ چڑھ کر اٹھا کر لیا تھا۔ حضرت فرمایا خاں نے عبد الملک کو زندگی دی تو یہی میں خاں کا اقرار کرتا ہوں اور جب میری کتاب بھی میں لکھا کرتا ہوں کہ یہی خوشی اتنی بڑی ہو کہ اس کے سامنے کسی عجم کی گنجائش نہیں۔
 ۱۰ ان کی بہن کا انتقال ہو گیا تو حسب عادت لوگ تعزیت کوئے کو جمع ہوئے انہوں نے فرمایا تم کیا تفتیح اوقات کرتے ہو ایک عورت تھی جو عمر گئی اگر زندہ رہتی تو بچوں کی ماں بھی جاتی اس سے زیادہ اور کیا حاصل ہوتا۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے ارادہ کیا تھا کہ خلافت بنی فاطمہ کے سپرد کر دیں بنی امیہ کے منادوں نے ان کے قتل کرنے کی سازش کی چنانچہ عبد الملک بن مروان کے بیٹے یزید نے حضرت کے ایک نوکر کو سازش میں شریک کر کے اس کو زہر دیا جس کو نوکر نے اپنے ناخن پر لگا لیا اور جو وقت حضرت نے پانی پینے کو طلب فرمایا تو نوکر نے ناخن پانی میں ڈبو کر دیا جس کے سبب حضرت بیمار ہوئے اور اسی میں انتقال ہو گیا (عقد الفرید جلد دوم صفحہ ۱۲۴)

بنی امیہ کی ستم کاریوں کو جب حضرت عمر بن عبد العزیز نے روکنا شروع کیا اور ان کے غصب کے اموال کی واپسی کرنے لگے تو بنی امیہ انکو زہر دیکر شہید کر دیا دارہ معانی نے اس کو پٹیا علیہ ۹۲ زید بن اسلم حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے کسی شخص کی نماز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے اتنا مشابہ نہیں پایا جتنی عمر بن عبد العزیز کی نماز تھی جبکہ وہ مدینہ میں ایک ماتحت حاکم کی حیثیت میں عتیم تھے (علی الايام صفحہ ۳۶۹)

وہ رکوع و سجدہ کو پوری طرح ادا کرتے تھے اور قیام و قعود میں بہت دیر لگاتے تھے حضرت محمد بن ثعلبی بن حسین سے کسی نے حضرت عمر بن عبد العزیز کی نسبت پوچھا تو انہوں نے فرمایا وہ بنی امیہ کے نجیب تھے قیامت کے دن وہ اکیلے ایک جماعت کی شان میں اٹھائے جائیں گے (علی الايام صفحہ ۳۷۰) ایک دفعہ انہوں نے تقریر کی اور فرمایا

قرآن کے بعد کوئی کتاب نہیں۔ محمد کے بعد کوئی رسول نہیں میں قطعی فیصلہ کر لیا لا فاضی نہیں ایک عجز ہوں میں میں میں معبود نہیں ایک سپرد ہوں

میں تم میں کسی سے بہتر نہیں ہے ہمارا بوجھ اٹھانوالا ہوں۔ آگاہ ہو کہ
 خان کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت ہرگز نہ کرنا +
 بنی امیہ کے ایک شخص نے آکر کہا۔ آپ نے سب کچھ ہم سے چھین لیا۔ ہمارے بھی بال بچے ہیں
 اور ہم معاش میں بہت تنگ دست ہو گئے ہیں فرمایا موت کو زیادہ یاد کیا کرو موجودہ حالت
 غنیمت معلوم ہوگی کہ موت کا ذکر مطلقاً میں تو نگری پیدا کرتا ہوں تو نگری میں اتنے اور غور کرنے روکتا ہوں۔
 ایک دن انہوں نے ارشاد فرمایا اپنے باطن کی اصلاح کرو ہمارا ظاہر بھی درست ہو جائیگا
 اور آخرت کے لیے کام کرو ہمارا دینا کے کام بھی اس سے نکل آئیں گے (رحی الامام)
 دس مفر شہ جمعہ کے دن خلافت نشین ہوئے اور رجب سالہ جمعہ کے دن
 بمقام دیر سمعان حمص میں وفات پائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ +

نوال بادشاہ یزید بن عبد الملک

اپنے منہام یزید بن معاویہ کی طرح یزید بن عبد الملک بھی بڑا غنی اور عیاش تھا۔ بد مزاجی خود پرندہ
 کا بھی وہی حال تھا۔ چار برس حکومت کی مگر یہ سارا زمانہ مسلمانوں کے قتل اور عورتوں کی عنق
 بازی میں بسر کیا کچھ ملک کفار کے بھی فتح ہوئے لیکن زیادہ مصروفیت یزید بن ہبلبہ دیگر مسلمانوں
 کے غارت و قتل غارت میں ہی گھر میں عیش بازی میں تھیں۔ باہر خون پاشیاں تھیں۔ غالبہ در بول
 اکثر حبابہ نام ایک چھوٹی پردہ جان سے فریقہ تھا۔ ایک دن باغ میں انگور لٹکا کھیل ہو رہا تھا یزید
 حبابہ پر انگور پھینکا اور وہ اسکو منہ میں چک لیتی اور حبابہ یزید کی طرف انگور پھینچتی جسکو یہ اپنے منہ میں
 جاگ کر لے لیتا یا کھیتے عیش دنیا کا رنگ چلایا یزید کا انگور پھینچا حبابہ کے حلق میں جا کر پھنس گیا
 اور وہ نازنین ایک لمحہ میں چڑک کر مر گئی، یزید کو بڑا صدمہ ہوا اور اس نے اسکی لاش دفن نہ کرنے دی
 ایک روایت یہ کہ حبابہ کی لاش سے متواتر بار بار مصروفیت کرتا رہا اور اسی سبب سے خود بھی مر گیا
 عقدا الفرید میں کہ لوگوں نے اصرار کر نیسے بشکل لاش کو دفن کیا خود قبر میں آکر کہ اپنے ہاتھ سے مٹی میں لایا۔

اور پھر گھر میں جا کر باہر نہ نکلا پندرہویں دن مر گیا اور جنازہ باہر آیا حلی ایام میں ہو کر ماروا نصیحت تو نہیں لاش سے صرف بوس کرنا کرتا تھا اور دیکھ دیکھ کر روتا ہوا اور لاش اس وقت تک دفن نہ ہوئی جب تک کہ وہ مٹرنہ گئی آخر اپنے بہائی مسلک کے اصرار سے دفن کا حکم دیا مگر چند دن کے بعد خود بھی مر گیا حلی ایام کی دوسری روایت یہ بھی ہو کہ سل کے مرض میں یزید کی موت ہوئی۔ بہر حال جبابہ کی موت کے آگے آٹھ یا بارہ یا پندرہ دن کے بعد یزید کی موت ہوئی۔ حالانکہ ثبت یزید کا بیٹا تھا۔ یعنی یزید اول کا نواسہ سلسلہ میں تخت پر بیٹھا اور سلسلہ میں معمر ۴۴ سال مر گیا۔

دسوال بادشاہ ہشام بن عبد الملک

بڑا بد مزاج اور جابر بادشاہ تھا میں برس بادشاہت کی عیش و عشرت کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ رچ کر نہ گیا تو چھ سو اونٹ تو فقط ان ملبوسات کے تھے جن کو ہشام روز بروز استعمال کرتا تھا حضرت زید بن حضرت زین العابدین کی شہادت اسی کے عہد میں ہوئی جبکہ حال پہلے باب میں مذکور ہے۔ شعبان ۱۱۸ھ میں تخت نشین ہوا اور ربیع الاول ۱۱۹ھ میں مر گیا۔

گیارہواں بادشاہ ولید بن یزید بن عبد الملک

یہ جناب سب بنی امیہ کی ناک تھے کوئی گناہ لستہ باقی نہ رہا رات دن شرابخواری زنا کاری شکار اور ہود و لعب کا کام تھا حضرت عثمان کی پوتی سعدی پر عاشق ہوا اور بٹے چاؤچہ چلے سے شادی کی۔ لیکن چند روز کے بعد سعدی کی بہن سلمیٰ پر دل آگیا سعدی کو طلاق دیکر سلمہ سے شادی کر لی سعدی مدینہ میں چلی آئی تو پھر ان کے عشق کا سودا سر پر سوار ہوا ایک مشہور مخضر ہے اشعب کو بیس ہزار درہم ہجرت دیکر مدینہ بھیجا کہ سعدی کو مٹا لائے۔ اشعب سعدی کے پاس گیا تو انہوں نے انکی خوب گت بنائی اور لوٹ یوں سے پٹوایا اور اپنے گھر کا فرش سمیٹ کر اسکے سر پر رکھ دیا اور کہا جابہ تیرا انعام ہے اشعب نے لیدر کے پاس گیا اور اپنی ناکامی کا قصہ بیان کیا تو ولید بہت

بگڑا اور کہا میرے ابدین علاج ہیں انہیں سے جڑنا منظور ہو کروں۔ ایک تو یہ کہ تلواریں سے
تیرا سر کاٹ ڈالوں دوسرے یہ کہ درندوں کے آگے ڈال دوں تیسرے یہ کہ اس محل سے نیچے
پھینک دوں۔ اٹھب بہت گھبرا یا۔ مگر ہوش قائم کر کے بدلا بھلا آپ اس شخص کو قتل کرنا
گوارا کریں گے جس نے آپ کی مجربہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے واپس نے ایک ٹھنڈا سا
ایا اور کہا جاتجو سعدی کے طفیل معاف کیا (عقد الفرید صفحہ ۲۵۳)

حضرت یحییٰ بن زید اسی کے زمانہ میں شہید ہوئے اسی کے وقت میں سلیمان بن ہشام نے
بغادت کی اور اس نے اس کو گرفتار کر کے ڈاڑھی منڈوائی اور بڑی بے عزتی سے شہر بدر
کیا خالد بن عبداللہ قشیری مجتہد وقت کو بے گناہ شہید کرایا آخر اس کی بدکاری و خونریزی
سے عاجز ہو کر امرائے سلطنت نے سازش کی اور ایک دن جمع ہو کر مار ڈالا۔
جس وقت ولید قتل ہونے لگا اس نے قرآن شریف پڑھیں لے لیا اور کہا کہ حضرت عثمان
کی طرح میں بھی مصحف پرست مقتول ہوتا ہوں۔ ربیع الاخر میں تخت پر بیٹھا اور چادی لاری
سلاطین میں بصرہ ۳ سال مارا گیا (عقد الفرید صفحہ ۲۵۳)

بارصوال بادشاہ یزید بن ولید بن عبدالملک

اسکا نام یزید ناقص مشہور ہے کیونکہ اس نے فرج کی تنخواہ میں کمی کر دی تھی باپ کے ماسے جانیکے
بعد اس نے ایک تقریر کی اور کہا میں اپنے والد کی تمام حرکتوں سے بیزار ہوں۔ اگر کلام خدا اور
سنت رسول کے موافق حکومت کروں تو اطاعت کا مستحق ہوں ورنہ مجھ کو معزول کر دینا۔
اسکی والدہ نے دجرد بن کسری شہنشاہ ایران کی لڑکی تھی اس لیے یہ فخر کیا کرتا تھا کہ میں قیام کا نواسہ
اور خاقان (مردان) کا پوتا ہوں۔ شروع رجب ۷۱ھ میں تخت پر بیٹھا اور پوسے چھ بیٹے بھی
حکومت نہ کی تھی کوفی الحجاز ۷۱ھ میں مر گیا ۲۵ سال کی عمر تھی۔ ایک روایت ہے کہ ۳۹ سال کی عمر
میں تخت پر آیا اور چالیس پوسے ہوئے پائے تھے کہ مر گیا۔ یہ پہلا بادشاہ تھا جس کی زبان سے

مرنے وقت بجائے کلمہ شہادت کے واحتراد واسفاہنگا۔ اکی انگوٹھی پر العظمتہ لکھنقوش تھا
اسی نے سب سے پہلے عید کی نماز میں ہار پہن کر ادا کی تھی (علی الايام صفحہ ۳۹ عقد الفرید صفحہ ۲۵۸)

تیرھواں بادشاہ

ابراہیم بن ولید بن یزید بن عبد الملک

یہ بادشاہ دو بیٹے بھی سلطنت کرنے پایا تھا کہ مروان بن محمد بن مروان بن حکم نے اس سے
تاج و تخت چھین لیا اور اس نے مروان کی اطاعت قبول کر لی ۴۰

اس کی حکومت میں خانہ جنگی کے ان آثار نے خوب ترقی کر لی جن سے بنی امیہ کی حکومت
مستثنیٰ والی تھی۔ بادشاہوں کی لاشیں قبروں سے نکالی گئیں اور انکو صلیب پر لٹکا دیا گیا
اور شاہی خاندان کے افراد آپس میں کٹنے مرنے لگے (علی الايام۔ طبری۔ عقد الفرید)

چودھواں بادشاہ

مروان الحمار

اموی سلطنت کی آنکھوں کا دم

پہلے مروان کا آخری ہنام پڑا سلطنت بنی امیہ کی آنکھوں کا دم ثابت ہوا اور اسی پر ظلم و جبر کی
حکومت ختم ہو گئی۔ جو دولت مندوں اور رعایا میں چھوڑ کر انکی تاجداری میں مضاعف ہو کر دم توڑنے لگی تھی
مروان الحمار کے وقت میں اکی آنکھوں کا دم آگیا اور پانچ برس سکرات میں منتہا رہ کر بنی عباس کا مکمل موت کے
ہاتھوں میں آ گیا۔ معاویہ کے بے رحمی نے بنی کا پھل مروان نے کھایا اور یہاں کے دلی کی اولاد کو
بچنے لگا آخر مروان ہی نام کے ایک شخص نے اپنی گردن کٹ کر اموی سلطنت کے درخت کو جڑ سے کھڑ دیا
بنی امیہ کی طوائف الملوک دیکھ کر حرص تو بہت سے لوگوں کو گرا رہی تھی اور چہان داری کے ارادے
تو اکثر داغ نہیں بچ کر لگا رہے تھے مگر ضابطہ اور قاعدہ کا کام بنی عباس کا تھا جسکا داعی ابو مسلم خراسانی آیا
لباس سیاہ بھینڈول اور سیاہ نشانوں کیساتھ خفیہ ہی خفیہ بنی عباس کی سبقت خلقت سے میرا تھا
اور جگہ جگہ عباسیوں کا ارشاد قائم کر چکا تھا مروان الحمار تخت پر بیٹھا تو اپنی قوم کے فساد پر نہیں اپنے آپ کو

گھرا ہوا پایا۔ سلیمان بن ہشام کی بغاوت ایک طرف عبداللہ بن معاویہ بن یزید پید کی سرکشی دوسری
جانب ضحاک کا خروج تیسرے شخص میں کے طالب الحق کی شورش چوتھی طرف۔ اسپر طرہ ابو سلم خراسانی
کا جوش و خروش تھا جس نے بنی امیہ کے ارسان کھود دیے تھے اور حواس باختہ کر دیے تھے۔
مردان الحار کی عقل اور مستعدی میں شک نہیں پانچ برس سب فتنوں کا مقابلہ کرتا رہا اور ایک
ایک کے خانہ جنگیوں کو سنبھالا۔ مگر عباسیوں کے قتال کا مقابلہ کر سکا انکے سامنے ایسا اگر کچھ قیامت
نہیں اٹھنا نصیب ہوا اور بنی امیہ کی سلطنت ہمیشہ کیلئے خاک ہر ہو کے رہ گئی مصر کے قریب بقاء
برصغیر فی الحقیقت تھیں مارا گیا ۶۴ برس کی عمر پانی پانچ سال حکومت کی رحلی الاہام و عقد العزید
طبری میں ہے کہ مردان بھاگتا ہوا مصر پہنچا اور میں اٹھس میں ٹھہرا جو فرعون کا مقام مخصوص تھا
وہاں عبداللہ بن علی شہہ دار بنی عباس نے اسکو گھیر لیا مردان نے موت کو سر پر دیکھا تو ہتیار
لگا کر سامنے آیا اور دیر تک لڑتا رہا آخر عبداللہ بن شہاب نامی ایک شخص نے اس کے ایک برچھا
مارا جو اس کے جسم کے جھٹہ مخفی میں لگا اور وہ گر پڑا گتے ہی سر کاٹ لیا گیا اور ابو العباس کے
پاس پہنچا گیا۔ اس کے بعد ابو العباس نے حکم دیا کہ بنی امیہ کا ایک آدمی بھی زندہ نہ رکھا جائے
چنانچہ انکی تعمیل کی گئی اور نہایت بیدردی سے بنی امیہ کا قتل عام ہوا۔ اور بظاہر ایک کچھ بھی
باقی نہ رہا سب کو تلوار کے گھاٹ اُتار دیا گیا اس کے بعد ابو العباس نے ایک اور وحشیانہ
اور ناجائز حکم دیا کہ تمام شامانی بنی امیہ کی قبریں کھود کر پھینک دی جائیں۔ اس کی بھی تعمیل ہوئی
معاویہ۔ یزید اور تمام بادشاہوں کی قبریں کھدیں اور ہڈیاں جلانی گئیں، طبری کا
بیان ہے کہ یزید کی ہڈیاں قبر سے برآمد ہوئیں تو بالکل سیاہ تھیں۔

ایک دن ابو العباس نے اہل شام سے پوچھا کہ تم نے اولاد پیغمبر کو چھوڑ کر ان بنی امیہ کی
اطاعت کیوں کی تھی۔ انہوں نے فتیں کھا کر جواب دیا کہ ہم تو یہی سمجھتے تھے کہ بنی امیہ کے سوا
دُنیا میں کوئی شخص پیغمبر کا قرابت دار موجود نہیں ہے الغرض اس طرح تاج یزید کا آخری انجام
ہوا اور عبرت نے یہ کہہ کر یہ باب ختم کر دیا۔ تلک الايام من ادلھا بن الناس۔

کر بلا کے تمام دردناک واقعات۔ یزیدی دربار میں فاطمی قیدیوں کا جانا +
 غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے لیکر ارد واقعہ کر بلا کے آخر تک اسلامی
 تاریخ کے ہر چھوٹے بڑے واقعہ کا بیان ہے اور بیان شہادت تو اس تفصیل سے ہے کہ آج کل حرم
 کی مجلسوں میں تمام شہادت ناموں کے مقابلہ میں محرم نامہ ہی کو ترجیح دی جاتی ہے، اس کتاب
 کے سرورق پر لکھا ہے: "مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کی تاریخی معلومات بنانے اور
 محرم کی مجلسوں میں پڑھنے کی مشیعہ سنی میں مقبول اور معتبر کتاب" کتاب پڑھنے سے ناظرین
 کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ دعویٰ غلط نہیں ہے۔ قیمت ایک روپیہ (رہا) +

یہ ایک سو چار صفحہ کی کتاب ہے، لکھائی، چھپائی بہت اچھی
 اور کاغذ بھی نہایت دبیز اور عمدہ اس کتاب میں بنی امیہ شری

طمانچہ بہ خسار یزید

لوگوں کی خفیہ بچلیوں کا حال ہے، سب واقعات سچے اور اصلی نہیں ہیں سوائے چند واقعات کے
 یہ کتاب عورتوں کو نہ دکھانی چاہیے، کیونکہ اس میں بنی امیہ کی بعض بد چلن عورتوں کے شرناکالات
 بھی صرف انشئہ اور تعلیم یافتہ مردوں کے پڑھنے کے قابل ہے، بچوں اور عورتوں کو نہ دکھانی چاہئے
 اس کے مضامین کی تفصیل یہ ہے: پہلا باب حضرت علیؑ کے پوشیدہ کاغذ کی تلاش، دوسرا باب یگانہ کا
 سفر شام، تیسرا باب اس کا پڑنا عاشق، چوتھا باب ردہ بنت یزید، پانچواں باب۔ عذر بنت سلیم
 چھٹا باب۔ باپ کی بیوی کا داندہ سنا تو اس باب۔ بھائی کی مثلاً۔ آٹھواں باب۔ علیؑ کی محبت کتنی مشکل ہے
 نناناں باب ابن اثال کا قتل۔ تیرہواں باب ردہ اور ابراہیم۔ چودھواں باب امیر المؤمنین کی بیانی
 پندرہواں باب یزید کی نئی محبوبہ۔ سولہواں باب۔ یزید کی ایک نئی سازش۔ سترہواں باب۔
 کر بلا کے قیدی۔ اٹھارہواں باب۔ طمانچہ بہ خسار یزید۔ غرض یہ کتاب قصہ کی دلچسپی اور
 انشاپردازی کے کمالات کے اعتبار سے ایسی اعلیٰ ہے کہ مسٹر آصف علی بیسٹر دہلوی،
 خواجہ صاحب کی سب کتابوں میں اس کو سب سے اعلیٰ درجہ کا کہتے ہیں۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ
 ملنی کا پتہ۔ کارکن حلقہ مشائیج بنگ پو دہلی

فاطمی دعوتِ اسلام

صفحہ ۲۴۰ سرورقی رنگین اور نہایت خوشنما لکھائی
چھپائی اور کاغذ اعلیٰ درجہ کا۔ یہ کتاب شاعتِ اسلام کی تاریخ اور

طریقوں کی نسبت اردو زبان کیا سب سے پہلی کتاب ہے، اس میں حسبِ ذیل مضامین ہیں۔
فاطمی دعوتِ اسلام کا مقصد بتی فاطمہ کون ہیں؟ بتی فاطمہ کا امتیاز صفویہ سلسلوں کے بانی سادات
تھے۔ داعیِ اسلام کے اوصاف و انصاف۔ دعوت کی شرائط۔ قرآن کا حکم و دعوتِ اسلام صرفت اسلام و دعوتِ
نہ پر ہے۔ مسلمان بنانے کی اصلی غرض حضرت فاطمہ کے والد کی دعوتِ اسلام۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
دعوت پر ایک انگریز نے لکھا۔ آنحضرت کی دعوتِ اسلام سے بہت حضرت فاطمہ کے شوہر کی دعوتِ اسلام۔
حضرت امام حسن کی دعوتِ اسلام حضرت امام حسین کی دعوتِ اسلام۔ تنزیروں کے ذریعے سے شاعتِ اسلام
حضرت غوث الاعظم کے ذریعے سے شاعتِ اسلام۔ پیر نگہار۔ جھنڈے و لہے پیر اور حضرت حاجی دارشالی
شاہ صاحب کے ذریعے سے شاعتِ اسلام۔ بہروردی اور قاضی سلسلوں کے ذریعے سے شاعتِ اسلام
ان مشائخ کا تذکرہ جن سے شاعتِ اسلام ہوئی، موسیقی کے ذریعے سے شاعتِ اسلام۔ اسلامی جھنڈا
قبر کا طواف مندل اور پھول چٹانا۔ قبر کا غسل۔ خواجہ کی بھی۔ خواجہ کے تلمک وغیرہ کا تذکرہ،
اور تمام صوفیوں کے موجودہ اور گزشتہ مشائخ کے شاعتِ اسلام کے طریقے، اسکے بعد شعروں
کے اشعار کی فرقہ کی دعوتِ اسلام، اشعار کی فرقہ کی دعوتِ اسلام کے طریقے، بتی فاطمہ کی خلافت
و دعوت۔ و دروس کے عقائد۔ فاطمی خلفائے کمالات، اشعری فرقہ کے مذہبی درجے اور منصبِ نبوی
جماعت کی دعوتِ اسلام۔ اماموں کی ترتیب حرہ مکہ نزاریہ یا آغا خان کی فرقہ کی دعوتِ اسلام، آغا خانوں
کی دعوت کے موجودہ کام۔ پیر امام شاہ اور پیر مشائخ کی جماعتوں کی دعوتِ اسلام۔ پیری نام فقہ میں
اشاعتِ اسلام۔ اشاعر عشری فرقہ کی دعوتِ اسلام، بوہروں اور آغا خانوں کے خفیہ حالات۔
غرض اسی قسم کے صد ہا دمچسپ و مضامین اس کتاب کے اندر ہیں، اس کتاب کے
پڑھنے سے ہر مسلمان داعیِ اسلام بن سکتا ہے۔ قیمت تین روپے (تسے) +

ملنے کا پتہ۔ کارکن حلقہ مشائخ تک ڈپو دھلی

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per-day for general books kept over - due.

